www.kitaboSunnat.com

نوجوانانِ اُمّت کے نام

پیامِ سیرت

صحیح البخاری
صحیح مسلم
سنن أبي داود

لقد كان لكم في رسول الله
أسوة حسنة

سنن النسائی
جامع الترمذی
سنن ابن ماجه

دکتور محمد عبد الرحمن العریفی

دار السلام
DARUSSALAM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

نوجوانانِ اُمّت کے نام

پیامِ سیرتؐ

www.KitaboSunnat.com

نوجوانانِ اُمت کے نام

پیامِ سیرت

صحيح البخاري | صحيح مسلم | سنن أبي داؤد

لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة

سنن النسائي | جامع الترمذي | سنن ابن ماجه

دکتور محمد عبدالرحمٰن العریفی ﷾

ترجمہ وتخریج: ساجد الرحمٰن بہاولپوری ﷾

DARUSSALAM

جملہ حقوق اشاعت برائے دارالسلام محفوظ ہیں

دارُالسّلام

کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

DARUSSALAM

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پرنس عبدالعزیز بن جلاوی سٹریٹ پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب

فون: 4033962-4043432 1 00966 فیکس: 4021659 www.darussalamksa.com

Email: darussalam@awalnet.net.sa info@darussalamksa.com

الریاض • العلیا فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945 • الملز فون: 4735220 1 00966 فیکس: 4735221

• سویدی فون: 4286641 1 00966 • سویلم فون/فیکس: 2860422 1 00966

جدّہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270 مدینہ منورہ فون: 8234446,8230038 4 00966 فیکس: 04 8151121

الخُبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551 3 00966 خمیس مشیط فون/فیکس: 2207055 7 00966

ینبع البحر فون: 0500887341 فیکس: 8691551 قصیم (بریدہ) فون: 0503417156 فیکس: 3696124 6 00966

امریکہ • نیویارک فون: 001 718 625 5925 • ہوسٹن: 001 713 722 0419 کینیڈا • نصیرالدین الخطاب فون: 001 416 4186619

لندن • دارالسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ فون: 0044 20 77252246-0044 20 85394885 • دار مکہ انٹرنیشنل: 0044 0121 7739309

متحدہ عرب امارات • شارجہ فون: 00971 6 5632623 فیکس: 5632624 فرانس فون: 0033 01 480 52928 فیکس: 0033 01 480 52997

انڈیا • دارالسلام انڈیا فون: 0091 44 45566249 موبائل: 0091 98841 12041 • اسلامک بکس انٹرنیشنل فون: 0091 22 2373 4180

• ہُدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرز فون: 0091 40 2451 4892 موبائل: 0091 98493 30850 • ایم ایس براک انٹرپرائزز فون: 0091 44 42157847

سری لنکا • دارالکتاب فون: 0094 115 358712 • دارالایمان ٹرسٹ فون: 0094 114 2669197

پاکستان ہیڈ آفس ومرکزی شوروم

لاہور 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور فون: 00 4 32 372,24 400 372,34 240 373 42 0092 فیکس: 72 540 373 042

• غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 54 200 371 42 0092 فیکس: 03 207 373 042

• Y بلاک، گول کمرشل مارکیٹ، دکان: 2 (گراؤنڈ فلور) ڈیفنس، لاہور فون: 10 926 356 42 0092

کراچی مین طارق روڈ، ڈالمن مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی فون: 36 939 343 21 0092 فیکس: 37 939 343 21 0092

اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد فون/فیکس: 13 815 22 51 0092

info@darussalampk.com | www.darussalampk.com

www.KitaboSunnat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

© مكتبة دارالسلام، ١٤٣٣ هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
العريفي، محمد بن عبدالرحمن
(قم فأنذر) دروس من السيرة النبوية / محمد بن عبدالرحمن العريفي - الرياض، ١٤٣٣ هـ
ص: ٢٣٢ مقاس: ٢١×١٤ سم
ردمك: ٤-١١٤-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨
(النص باللغة الأردية)
١. السيرة النبوية أ. العنوان
ديوي ٢٣٩ ١٤٣٣/٤٥٧٨
رقم الإيداع: ١٤٣٣/٤٥٧٨
ردمك: ٤-١١٤-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨

مضامین

عرض ناشر 10
وہ اپنے رسول ﷺ سے نا آشنا کیوں؟ 12
بہانے مت بناؤ 15
رسول اللہ ﷺ کے آباء واجداد اور خاندان 20
بحیثیت یتیم پرورش 20
نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات 21
اولاد 22
بیٹیاں 22
آفتابِ نبوت کی کرنیں 22
نزول قرآن کا آغاز 23
خفیہ دعوت کے تین سال 24
ہجرتِ حبشہ 25
نبی اکرم ﷺ کی ہجرت 25
فتح مکہ 25

www.KitaboSunnat.com

حجۃ الوداع 26
وفات 26
نبیٔ کریم ﷺ کی زندگی کے اہم واقعات 28
انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات 31
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات 31
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات 32
حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے معجزات 32
پیش گوئیاں اور دور دراز کے واقعات سے آگاہی 36
اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) کبھی جھوٹ نہیں بولتے 36
قاتل بن کے آیا، اسیر بن کے نکلا 44
زہر کھلانے کی مذموم کوشش 50
میرے رب نے تمھارے رب کو قتل کر دیا 54
سلام ہو تجھ پر...... اے خبیب! 60
اللہ ابوذر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے! 69
اللہ کو تمھاری مہمان نوازی بھا گئی 78
نظام کائنات میں رسول اللہ ﷺ کے معجزات 86
چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے 86
بادل آئے، ٹوٹ کے برسے 90
حیوانات پر تصرف 95
عرصۂ دراز سے خشک دودھ والی بکری کے تھنوں سے دودھ کی دھاریں 95
سرکش اونٹ رسول اللہ ﷺ کے قدموں پر جھک گیا 101
مریضوں کی شفایابی 105
جذبۂ محبتِ رسول ﷺ سے لبریز صحابی کی حیرت آفرین داستان 105
لعابِ مبارک سے آنکھیں ٹھیک ہو گئیں 114
درختوں پر تصرف 117
کھجور کا تنا رسول اللہ ﷺ کی جدائی پر رو پڑا 117
درخت پردہ پوشی کا ذریعہ بن گئے 119
اشیائے خورد و نوش میں برکت 122
پانی میں برکت دیکھ کر ایک خاتون اپنی قوم سمیت مسلمان ہو گئی 122
سکون سے پیو...... کوئی پیاسا نہیں رہے گا 126
غزوۂ تبوک میں پیاس کی شدت 129
خندق والو! جابر نے تمھارے لیے کھانا تیار کیا ہے 131
ابو ہریرہ! اور پی لو 134
فرشتوں کے ذریعے غیبی نصرت 139
فرشتے باڈی گارڈ بن گئے 139

www.KitaboSunnat.com

ہم آپ کا مذاق اڑانے والوں کے لیے کافی ہیں! 140

گستاخان ناموسِ رسالت کا عبرت ناک انجام! 140

کفار کے گروہوں پر آندھیاں اور طوفان 144

بارش کے ذریعے نُصرت 146

اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا انگ انگ نوچ لیتے 148

رسول اللہ ﷺ کو گرفتار کرنے والا خود گرفتار ہو گیا 152

تمھیں میرے ہاتھوں کون بچائے گا؟ 156

گستاخِ رسول ﷺ کو قبر نے بھی قبول نہ کیا 159

رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی مذموم سازش 161

رسول اللہ ﷺ کی دعا کا زیورِ قبولیت سے آراستہ ہونا 165

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کے لیے دعا 165

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کے لیے دعا (ایک صبر آزما داستان) 169

خوشا! وہ وقت کہ دیدار عام تھا جس کا 173

حاصلِ کلام 180

کفار و مشرکین کی گواہی 185

صحابہ رضی اللہ عنہم نے محبت کا حق ادا کر دیا 187

صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے کس طرح محبت کی 189

رسول اللہ ﷺ کے اپنی امت پر کیا حقوق ہیں؟ 192

پہلا حق 195

دوسرا حق 196

تیسرا حق 197

رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنے کے چند خاص مواقع 197

چوتھا حق 201

پانچواں حق 201

چھٹا حق 204

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی جنت میں جانے کا واحد راستہ ہے 205

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر 217

سنت رسول ﷺ کو پسِ پشت ڈال کر من مانی کرنے والے کا کیا حشر ہو گا؟ 210

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اطاعتِ رسول ﷺ کا جذبہ 217

رسول اللہ ﷺ کا سب سے عظیم حق 222

لمحۂ فکریہ 224

www.KitaboSunnat.com

عرض ناشر

مطالعۂ سیرت کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے تاہم موجودہ حالات میں اس کی ضرورت ہمیشہ سے زیادہ ہے۔ بالخصوص نوجوانانِ امت کو مطالعۂ سیرت کی طرف راغب کرنا بہت ضروری ہو گیا ہے۔ لیکن یہ تبھی ممکن ہے جب پیامِ سیرت دلچسپ پیرائے میں پیش کیا جائے گا۔

پیشِ نظر کتاب کے فاضل مصنف ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن عریفی حفظہ اللہ کا مقصود بھی یہی ہے کہ امت کا نوجوان طبقہ خاص طور سے مطالعۂ سیرت میں دلچسپی لے اور پیامِ سیرت کے سمجھنے کی کوشش کرے۔ اس کے لیے انھوں نے جس اسلوبِ نگارش کا انتخاب کیا ہے وہ نہایت دلنشین اور موثر ہونے کے ساتھ ساتھ نوجوان قاری کی گہری دلچسپی کا باعث بنتا ہے۔

ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن عریفی سعودی عرب کے جانے پہچانے مصنف ہیں۔ دیارِ عرب میں اُن کی خطابت کا بھی بہت شہرہ ہے۔ اس سے قبل اُن کی متعدد کتابیں خاصی پذیرائی حاصل کر چکی ہیں جن میں اُن کی شہرۂ آفاق کتاب ''زندگی سے لطف اٹھائیے'' سرفہرست ہے۔

ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن عریفی عظیم مسلم فاتح سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خانوادے سے تعلق رکھتے اور الریاض کی مقامی یونیورسٹی میں معلّمی کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ تبلیغِ دین کی بے پناہ تڑپ رکھتے ہیں۔ دعوتِ دین کے میدان میں اُن کی مساعی جمیلہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اُن کا شمار علامہ ابن باز رحمہ اللہ کے

ممتاز شاگردوں میں ہوتا ہے۔

اس رنگا رنگ کتابِ سیرت کا دلکش اُردو ترجمہ دارالسلام، لاہور کے فاضل رکن جناب ساجد الرحمٰن بہاولپوری حفظہ اللہ نے بڑی خوش اسلوبی سے کیا ہے۔ واقعات و احادیثِ مبارکہ کی تخریج کا کام بھی انھوں نے ہی انجام دیا ہے۔ نامور صحافی محترم احمد کامران نے ترجمے کی ایڈیٹنگ میں خوب عرق ریزی کی ہے۔ جناب حافظ محمد ندیم اور مولانا عبدالرحمٰن حفظہما اللہ نے پروف خوانی کا فریضہ نہایت دلجمعی سے ادا کیا ہے۔ آرٹ ڈائریکٹر جناب زاہد سلیم چوہدری اور سینئر ڈیزائنر محمد نعیم نے اس کی خوبصورت ڈیزائننگ سے چار چاند لگا دیے۔ الحمد للہ! میں ان تمام حضرات کا بے حد شکر گزار ہوں۔

دارالسلام، لاہور کے مدیر عزیزم حافظ عبدالعظیم اسد میرے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں جن کے زیرِ نگرانی کتبِ سیرت کی اشاعت کا یہ بابرکت سلسلہ جاری و ساری ہے۔ وللہ الحمد۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو گم کردہ راہ لوگوں کے لیے راہِ راست پر آنے کا سبب بنائے۔ خصوصاً ہمارے نوجوان طبقے کو محسنِ انسانیت اور غمخوارِ امت نبی مکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے آشنائی اور اسے اپنی زندگی میں عملاً اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خادم کتاب سنت

عبدالمالک مجاہد

الریاض، سعودی عرب

www.KitaboSunnat.com

وہ اپنے رسول ﷺ سے نا آشنا کیوں؟

وہ منظر دیدۂ عبرت سے دیکھنے والا تھا...... ہوا یوں کہ میں حسبِ معمول کالج گیا...... میں نے بی اے کی کلاس میں قدم رکھا...... میرے سامنے گریجویشن کے مراحل طے کرنے والے طلباء بیٹھے تھے...... میرا آج کا لیکچر سیرت النبی ﷺ کے عنوان پر تھا...... میں ان طلباء کے روبرو کھڑا ہو گیا...... ارادہ یہ تھا کہ ان کی معلومات کا جائزہ لوں تاکہ میں ان کا علمی معیار جانچ سکوں...... میں نے ان سے پوچھا:

طلبائے عزیز! نبی کریم ﷺ کی کوئی سی چار بیویوں کے نام بتاؤ...... اتنا آسان سوال میں نے شرماتے شرماتے ان کے گوش گزار کیا تھا...... مبادا یہ کہیں: بھلا، بی اے کے طلباء سے یہ بھی کوئی پوچھنے والا سوال ہے؟ چالیس طلباء تھے...... ان میں سے ایک طالب علم نے ہاتھ اٹھایا اور کہا: ڈاکٹر صاحب!...... میں نے کہا: جی، بولیے!

اس نے کہا: خدیجہ رضی اللہ عنہا...... میں نے انگلیوں پر گننا شروع کیا اور کہا: شاباش!...... وہ خاموش ہو گیا...... اتنے میں دوسرے طالب علم نے ہاتھ اٹھایا: ڈاکٹر صاحب! عائشہ!...... میں نے کہا: واہ، بہت خوب!...... اب یہ نوجوان بھی خاموش ہو گیا...... باقی سب انگشت بدنداں رہ گئے...... چالیس کے چالیس طلبہ بالکل خاموش ہو گئے!!...... ہاں! چالیس کے چالیس خاموش ہو گئے!!...... میں نے

اپنی اشکبار آنکھوں سے انھیں دیکھا...... اور اپنے پاش پاش دل کی گہرائیوں سے نکلنے والے کلماتِ تأسف ان کے سامنے دہراتا رہا...... حیف ہے تم پر! کیا تم اپنے رسول ﷺ سے نا آشنا ہو؟...... کیا تم اپنی مقدس ماؤں کو بھی نہیں جانتے؟...... کیا تم واقعی بے خبر ہو!!...... تمھارا کیا بنے گا؟......

اتنے میں ایک اور طالب علم نے آواز دی: ڈاکٹر صاحب! ڈاکٹر صاحب! مجھے آپ ﷺ کی ایک اور بیوی کا نام یاد آیا ہے۔

میں نے کہا: بتائیے!

کہنے لگا: آمنہ!! آمنہ...... میں نے نہایت رنج و ملال سے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا اور اس سے کہا: اے نادان نوجوان! سیدہ آمنہ تو رسول اللہ ﷺ کی ماں تھیں...... اللہ تجھے تیری ماں سے جدا کر دے!...... وہ شرم کے مارے خاموش ہو گیا...... ان میں سے ایک نوجوان نے سوچا کہ ایسا خوشنما اور حیران کن جواب دوں جس سے ڈاکٹر صاحب کے چہرے پر چھائی ہوئی رنج و ملال کی گھٹا چھٹ جائے۔

کہنے لگا: ڈاکٹر صاحب! مجھے ایک بیوی کا نام یاد آ گیا ہے...... میں نے کہا: بتاؤ! اُن کا اسم گرامی کیا ہے؟ وہ بولا: فاطمہ!!

کچھ طلباء ہنس پڑے...... کچھ تعجب کے بحرِ بے کراں میں ڈوب گئے...... تیسرا گروپ ان طلبا کا تھا جنھیں کچھ پتہ ہی نہ چلا کہ کیا ہوا ہے...... کیونکہ وہ اسی جواب کو درست سمجھ رہے تھے...... ان کی نظر میں فاطمہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی کا نام تھا...... استغفراللہ! میرے

www.KitaboSunnat.com

رنج وغم میں اور زیادہ اذیت ناک اضافہ ہو گیا...... میں نے کہا: اے بے خبر! اللہ تجھے ہدایت دے...... فاطمہ رضی اللہ عنہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تھیں...... اُس پر بھی سکوت طاری ہو گیا...... بلکہ سب طلباء بالکل چپ ہو کر بیٹھ گئے......

میں نے کہا: اچھا تم ایسا کرو مجھے فٹ بال کی کسی ٹیم کے پانچ کھلاڑیوں کے نام بتاؤ...... میں نے کسی قریبی ٹیم کا نام نہیں لیا بلکہ اس ٹیم کا نام لیا جس کے کھلاڑیوں کے نام میرے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں تھے۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ میرے اس سوال کے جواب میں بھی انگشت بدنداں رہ جائیں گے...... میں نے کہا: مجھے برازیل کی فٹ بال ٹیم کے کھلاڑیوں کے نام بتاؤ......

بس یہ سوال کرنے کی دیر تھی کہ کلاس روم ''میں بتاتا ہوں...... میں بتاتا ہوں'' کی آوازوں سے گونج اُٹھا...... اور پھر کھلاڑیوں کے نام دم بدم میرے دامنِ سماعت سے ٹکرانے لگے...... رونا لڈو...... ٹیٹو...... وغیرہ وغیرہ...... میں نے ان ناموں کو شمار کرنے کے لیے اپنی انگلیوں پر گنتی شروع کر دی...... گنتے گنتے ایک ہاتھ کی انگلیوں کی پوریں ختم ہو گئیں...... پھر میں نے دوسرے ہاتھ پر گننا شروع کر دیا...... اس ہاتھ کی پوریں بھی مکمل ہو گئیں...... میں نے پھر دائیں ہاتھ سے دوبارہ گننا شروع کیا...... جب وہ پندرھویں کھلاڑی تک پہنچے تو میں نے کہا: بس کرو! بس کرو! جہاں تک میں جانتا ہوں کسی ٹیم کے کھلاڑی گیارہ سے زیادہ نہیں ہوتے...... پھر تم نے پندرہ کھلاڑیوں کے نام کیسے بتا دیے؟ وہ کہنے لگے: ہم نے احتیاطاً پرانے کھلاڑیوں کے نام بھی بتا دیے ہیں......

ڈوب مرنے کا مقام یہ ہے کہ جب یہ طلباء کھلاڑیوں کے نام بتا رہے تھے

اور میں اپنے ہاتھ کی انگلیوں پر گنتا اور ان کا نام زبان پر دہراتا جا رہا تھا...... اس دوران اگر میں بھول کر کوئی نام غلط لے بیٹھتا تو اس غلطی کو وہ میری جہالت سمجھ کر ہنسنے لگتے تھے کہ اسے تو کھلاڑیوں کا نام لینا بھی نہیں آتا...... وہ دوبارہ نام لے کر مجھے بتاتے کہ جس طرح آپ نے نام لیا ہے، وہ غلط ہے...... صحیح نام وہ ہے جو ہم بتا رہے ہیں...... اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

﴿ أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ ﴾

''کیا انھوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا؟ پس وہ اس کا انکار کرنے والے ہیں۔''[1]

بہانے مت بناؤ

انھیں میرے چہرے پر نمودار ہونے والے غم اور پریشانی کے آثار کا اندازہ ہو چکا تھا، چنانچہ وہ معذرت کرنے لگے: ڈاکٹر صاحب! ہمیں ملامت نہ کیجیے...... ہمارا کوئی قصور نہیں...... ان کھلاڑیوں کو میڈیا والے مشہور کر دیتے ہیں...... اس لیے ہمیں ان کے نام یاد ہو جاتے ہیں...... اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ میں نے انھیں کہا: یہ

www.KitaboSunnat.com

جھوٹے عذر پیش نہ کرو...... میڈیا کو کھلی اور چھپی خبریں بتانے اور منظر عام پر لانے کا اختیار حاصل ہے...... مگر اسے یہ قدرت ہرگز حاصل نہیں کہ وہ تمھیں غیر مسلم کھلاڑیوں جیسی شکل و شباہت بنانے اور ان کے رویے اور رواج اپنانے پر مجبور کرے اور تمھیں حکم دے کہ تم ان کے نقش قدم پر چلو...... اخبار کو ٹٹول ٹٹول کر ان کی خبریں تلاش کرو...... ان کے نام یاد کرو...... ان کے قصوں اور واقعات کا بار بار چرچا کرو...... ذرائع اطلاعات ونشریات نے ہمیں اس بات پر تو مجبور نہیں کیا کہ ہم ان کھلاڑیوں کو اپنی روز مرہ کی گفتگو کا موضوع بنا لیں، اپنی مجلسوں میں انھی کے تذکرے کریں اپنا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، شکل و صورت، رنگ و ڈھنگ، کپڑوں کے ڈیزائن اور بودوباش حضرت محمد ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مبارک زندگی جیسی بنانے کے بجائے کافر کھلاڑیوں کی طرح بنائیں...... کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نہیں سنا:

«مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ»

''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انھی میں شمار ہوگا۔'' [2]

پھر میڈیا کے بہانے تمھارا عذر سراسر بے بنیاد ہے...... کیونکہ جہاں کھیلوں، ڈراموں اور فلموں کو فروغ دینے والے عناصر موجود ہیں...... وہیں ثقافتی، دینی، ادبی اور علمی تہذیب وتمدن کی نشرو اشاعت کے ذرائع بھی تو موجود ہیں......

بلاشبہ عریانی اور فحاشی کے کلچر کے مقابلے میں دینی تہذیب و ثقافت کو فروغ دینے والے ذرائع کم ہیں، مثلاً: اچھے اور معیاری جرائد کی کمی ہے اور انٹرنیٹ کے بہت سے پروگرام گمراہ کن ہیں...... مگر اس کے باوجود ہمیں کسی نے مجبور تو نہیں کیا کہ ہم دینی تعلیم وتربیت کو چھوڑ کر ان کے نقش قدم پر چلیں جو خود بھی دین سے بے بہرہ ہیں اور دوسرے لوگوں کے لیے بھی دین سے دوری کا سازو سامان مہیا کر رہے ہیں......

ایک اور انوکھی بات سنو! چند دن ہوئے...... میں نے ایک بستی میں لیکچر دیا...... میں دوبارہ بتاتا چلوں کہ وہ شہر نہیں بلکہ بستی تھی...... لیکچر رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ پر تھا...... لیکچر کے اختتام پر میں نے سیرت نبوی ﷺ کو سیکھنے اور اس کی مکمل پیروی کی کوشش کرنے کی اہمیت واضح کی...... پھر میں نے انھیں وہی واقعہ سنایا جو میرے اور میرے طلباء کے درمیان گزر چکا ہے...... میرے روبرو چند کمسن بچے بیٹھے تھے...... ان کی عمریں 10 سال سے زیادہ نہیں ہوں گی...... وہ واقعہ بیان کرتے ہوئے میں نے انھیں بتایا کہ میں نے اپنے طلباء سے پوچھا: مجھے رسول اللہ ﷺ کی کوئی سی چار بیویوں کے نام بتاؤ...... پھر میں نے وہ مکمل سرگزشت اسی طرح سنائی جس طرح عموماً ہر شخص بیان کرتا ہے...... لیکن جب میں نے انھیں یہ بتایا کہ میں نے اپنے طلباء سے برازیل کے پانچ کھلاڑیوں کے نام پوچھے...... تو میرے سامنے بیٹھے ہوئے سب بچوں نے چلا کر کہا: میں

www.KitaboSunnat.com

بتاؤں...... میں بتاؤں...... وہ بے چارے یہ سمجھے کہ میں نے خود انھی سے یہ سوال کر دیا ہے...... اس پوزیشن اور صورت حال کو بھی محفوظ کرنے اور لوگوں کو عبرت دلانے کے لیے میں نے اس موقع کو بھی بطور مثال غنیمت سمجھا...... چنانچہ میں ان میں سے ایک بچے کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے کہا: ہاں، اُو بدمعاش! چل تو ہی جواب دے...... اس نے کہا: رونالڈو...... اور...... وہ مزید نام بھی لینا چاہتا تھا مگر میں نے کہا: بس، اتنا ہی کافی ہے...... میں نے اس سے پوچھا: ارے اُو مسخرے! تو کس کلاس میں پڑھتا ہے؟ اس نے بغیر ہچکچاہٹ کے مطمئن ہو کر جواب دیا: چہارم (حصہ ب) میں......!! اب میں دوسرے بچے کی طرف پلٹا اور پوچھا: ہاں تم بتاؤ، اس نے کہا: ٹیٹو...... میں نے پوچھا: تو کس کلاس میں پڑھتا ہے؟ اس نے کہا: پنجم (حصہ ج) میں......قریب تھا کہ میرے آنسو ٹپک پڑتے......اور میں نے کئی لوگوں کو دیکھا بھی ہے کہ یہ افسوس ناک واقعہ سن کر ان کی حسرت بھری آنکھیں اشکبار ہو گئیں......حق بھی یہی بنتا ہے کہ جب لوگ اپنے رہبر اعظم ﷺ کو بھول کر ان لوگوں کی تقلید کرنے لگیں جن کا ہر ہر قول وفعل رسول اللہ ﷺ سے دشمنی اور گستاخی پر مبنی ہے...... اور جب مسلمانوں کے بچوں کا کردار غیر مسلموں کے کلچر کی عکاسی کرتا ہو......تو پھر آسمان کو پھٹ جانا چاہیے...... زمین کو شق ہو جانا چاہیے......اور لوگوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کے بجائے قُلزم خون بہنا چاہیے...... جب میں نے مسلمانوں کے بچوں کو جناب رسول ﷺ سے اس قدر ناآشنا اور بے گانہ دیکھا تو میرے ضمیر نے مجھے ملامت کی کہ سب سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ آج ہمیں اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ ہم اپنے پیارے رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو پوری کائنات میں عام کر دیں...... پھر گلی گلی اور کوچے کوچے میں اگر صدا بلند ہو...... واقعات

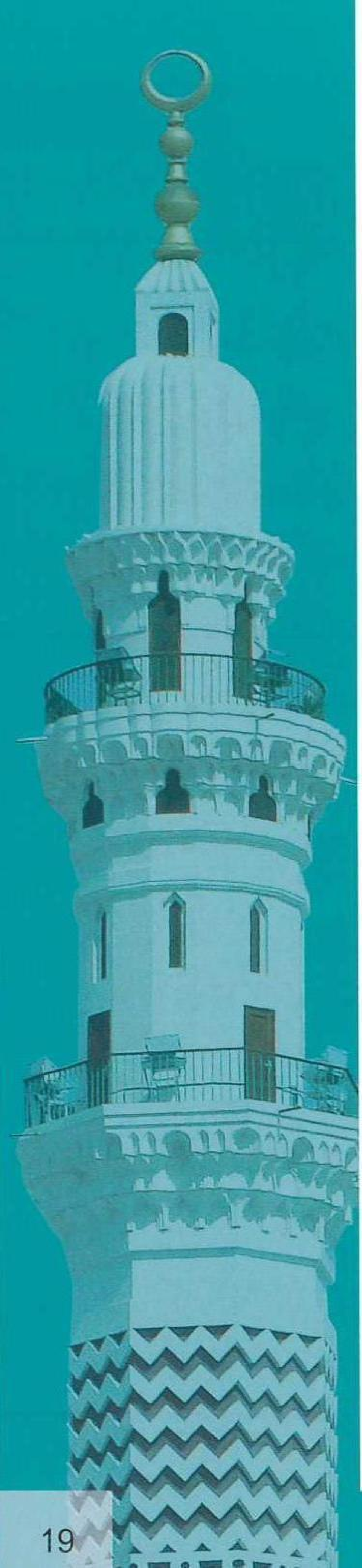

سنائے جائیں...... کسی کو آئیڈیل بنایا جائے...... اپنے معاشرے کی تطہیر اور تہذیب و تمدن کے لیے کسی کو نمونہ بنایا جائے تو صرف محمد رسول اللہ ﷺ کو بنایا جائے...... انھی کے نام کی محفلیں اور مجلسیں منعقد کی جائیں......اور اپنی ہر کمی کوتاہی کو ان کے ارشاد و عمل کی روشنی میں دور کیا جائے...... ہر بچے کی زبان پر کھلاڑیوں کے بجائے محمد ﷺ کا اسم گرامی ہو...... کیونکہ وہ ہمیں اپنے ماں باپ، بیوی بچوں اور پوری انسانیت بلکہ اپنی جانوں سے بھی زیادہ محبوب ہیں...... یہ مختصر کتاب سیرت مقدسہ کے موتی چن چن کر مرتب کی گئی ہے...... اس میں رسول اللہ ﷺ کے معجزات اور آپ ﷺ کی نبوت کی صداقت کے دلائل تحریر کیے گئے ہیں اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ہم اپنی زندگی کے شب و روز کس طرح رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں بسر کریں...... تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائیاں مرحمت فرمائے...... اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ کتاب دنیا بھر میں سید البشر حضرت محمد ﷺ کی سیرتِ عالیہ کی مہک پھیلنے کا ذریعہ بن جائے۔ آمین!......آمین!

دکتور محمد بن عبدالرحمٰن العریفی

1 المؤمنون 23:69. 2 سنن أبي داود، حديث:4031.

www.KitaboSunnat.com

1

رسول اللہ ﷺ کے آباء واجداداور خاندان

رسول اللہ ﷺ کا نام: محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب......۔

قبیلہ: قریش، بنو ہاشم (نسبت: قریشی، ہاشمی)

کنیت: ابو القاسم۔

ماں کا نام: آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب......۔

ماں کا قبیلہ: قریش، بنو زہرہ (نسبت: قریشیہ، زہریہ)

جائے ولادت: آپ ﷺ مکہ میں اپنے چچا ابو طالب کے گھر پیدا ہوئے۔

تاریخ ولادت: سوموار، 9 ربیع الاول، عام الفیل (بمطابق 20 اپریل 571 عیسوی)

بحیثیت یتیم پرورش

ابھی آپ ﷺ ماں کے پیٹ ہی میں تھے کہ آپ کے والد محترم عبداللہ وفات پاگئے۔ آپ ﷺ کو قبیلۂ بنی سعد کی خاتون حلیمہ بنت ابی ذؤیب نے دودھ پلایا۔ چھ برس کے ہوئے تو والدہ محترمہ بھی فوت ہوگئیں، پھر آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کو اپنی آغوشِ محبت میں لے لیا اور آپ ﷺ کی پرورش کرتے رہے، جب دادا جان بھی فوت ہو گئے تو آپ ﷺ کے چچا ابوطالب نے آپ کی کفالت کی ذمہ داری نبھائی۔

نبیٔ کریم ﷺ کی ازواج مطہرات

آپ ﷺ نے پہلی شادی قریش سے تعلق رکھنے والی محترمہ بیوہ حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد رضی اللہ عنہا سے کی۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر 25 سال اور حضرت خدیجہ کی عمر 40 سال تھی۔ ہجرت سے تین سال پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہوگئیں۔ اُن کے بعد آپ ﷺ نے دیگر جلیل القدر خواتین سے شادیاں کیں۔ ان کے اسمائے گرامی بالترتیب درج ذیل ہیں:

2 حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔

3 حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما۔

4 حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما۔

5 حضرت زینب بنت خزیمہ بن حارث رضی اللہ عنہا۔

6 حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، ان کا اصل نام ہند بنت ابوامیہ ہے۔

7 حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔

8 حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔

9 حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، ان کا اصل نام رملہ بنت ابوسفیان ہے۔

10 حضرت صفیہ بنت حُیَیّ بن اخطب رضی اللہ عنہا۔

11 حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا، یہ رسول اللہ ﷺ کی آخری زوجۂ مکرمہ تھیں۔

www.KitaboSunnat.com

اولاد

نبی اکرم ﷺ کے تین بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے دو بیٹے قاسم اور عبداللہ پیدا ہوئے۔ عبداللہ کا لقب طیب اور طاہر تھا۔ یہ دونوں صاحبزادے بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔

آپ ﷺ کی لونڈی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ایک صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے، وہ بھی کم سنی ہی میں وفات پا گئے۔

بیٹیاں

رسول اللہ ﷺ کی چار بیٹیاں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن تھیں۔ یہ سب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ ﷺ کی باقی ساری اولاد آپ ﷺ کی زندگی ہی میں فوت ہوگئی تھی۔

آفتابِ نبوت کی کرنیں

رب ذوالجلال نے بنی نوع انسان کو ظلمت و جہالت اور کفر و شرک کے اندھیروں سے نکالنے اور اپنا پیغام ہدایت پہنچانے کے لیے سید البشر، امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو منتخب فرمایا۔ آپ کی نبوت کا آغاز اس پہلی وحی کے ساتھ ہوا جو اس وقت نازل ہوئی جب آپ ﷺ غار حرا میں اپنے پروردگار کی بندگی میں مشغول تھے۔ آپ قصرِ نبوت و رسالت کی آخری اینٹ ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد نزولِ وحی کا دروازہ اختتامِ عالمِ ناسوت تک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہوگیا کیونکہ آپ ﷺ ایسے آفتابِ نبوت ہیں جس کی کرنیں زمین کے

کونے کونے میں قیامت تک آنے والے ہر انسان کے شب و روز کو منور کرتی رہیں گی، آپ ﷺ انسانِ کامل اور ساری انسانیت کے لیے واحد رہبر اعظم ہیں، جیسا کہ رب ذوالجلال نے فرمایا ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾

”اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہی بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ [1]

نزول قرآن کا آغاز

رسول اللہ ﷺ پر قرآن مجید کا نزول رمضان المبارک کی لیلۃ القدر میں شروع ہوا اور سب سے پہلے شب قدر میں یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ﴾

”اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ پڑھتے رہیے اور آپ کا رب بڑے کرم والا ہے۔“ [2]

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے قرآن کریم کی آیات مقدسہ پے درپے نازل ہونے لگیں یہاں تک کہ 23 سال کے عرصے میں قرآن مجید کا نزول مکمل ہوا۔

خفیہ دعوت کے تین سال

تین سال تک آپ ﷺ پوشیدہ طریقے سے اسلام کی تبلیغ کرتے رہے، فرداً فرداً لوگوں کے پاس جاکر انھیں اللہ کی توحید اور دنیا میں آنے کے مقصد سے آگاہ کرتے رہے، بعدازاں اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا کہ اب دعوتِ حق کا واشگاف اعلان کر دیجیے اور اپنی قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرائیے، چنانچہ اس کے بعد حضرت محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دعوت علی الاعلان دینی شروع کر دی۔ آپ ﷺ نے کفر اور شرک کے خرافات اور گمراہیوں کا پردہ چاک کیا اور بتوں کی اصل حقیقت بتانی شروع کر دی کہ یہ محض مٹی کے تودے ہیں، نہ کسی کے نفع کے مالک ہیں اور نہ ہی کسی کے نقصان کے، یہاں تک کہ اسلام کی مقدس دعوت سے مکہ مکرمہ اور اس کے تمام نواحی علاقے گونج اُٹھے۔

قریش کے بڑے بڑے سردار یہ آواز سن کر، جس میں مشرکین اور بتوں کے پجاریوں کو گمراہ قرار دیا گیا تھا، شدتِ غضب سے پھٹ پڑے، یہ گویا ایک بجلی کا کڑکا تھا جس نے مکہ کی پرسکون فضا میں زبردست ارتعاش پیدا کر دیا۔ اسی لیے رؤسائے قریش دعوت حق کی اِس صدائے مقدس کو دبا دینے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر اس کے سامنے کوئی ناقابل تسخیر چٹان کھڑی نہ کی گئی تو ہمارے آباؤ اجداد کے باطل رسوم و رواج کا صفایا ہو جائے گا، اس لیے وہ آپ ﷺ کو اور آپ کے جاں نثاروں کو طرح طرح کے ظلم وستم کا

نشانہ بنانے لگے۔

ہجرتِ حبشہ

مشرکین مکہ کی ناقابل برداشت ایذا رسانیوں کی وجہ سے مسلمانوں کا مکہ میں رہنا دوبھر ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ اس ملک کو آج کل ایتھوپیا کہا جاتا ہے۔ یہ اولین ہجرت تھی جس میں 12 مرد اور چار عورتیں تھیں۔ کچھ مدت بعد حبشہ کی طرف دوسری ہجرت ہوئی جس میں 83 مرد، 18 عورتیں اور چند بچے شامل تھے۔

نبی اکرم ﷺ کی ہجرت

جب رسول اللہ ﷺ پر قریش کے مظالم اور دست درازیاں حد سے زیادہ بڑھ گئیں اور انھوں نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کے مذموم منصوبے بنانے شروع کر دیے تو ان نازک و ناگوار حالات میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مدینے کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ 622ء میں مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

فتح مکہ

ہجرتِ مدینہ کے بعد آپ ﷺ اور قریش کے درمیان جنگیں ہوتی رہیں حتی کہ رمضان 8 ہجری (بمطابق 629ء) میں مکہ فتح ہو گیا اور مشرکینِ مکہ کو دندان شکن شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ جزیرہ نمائے عرب کے جنگجو قبائل نے بھی آپ کے سامنے سرِتسلیم خم کر دیا۔ 9 ہجری اور 10 ہجری (بمطابق 630، 631ء) میں عرب کے کونے کونے سے وفود آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچنے اور اسلام قبول

www.KitaboSunnat.com

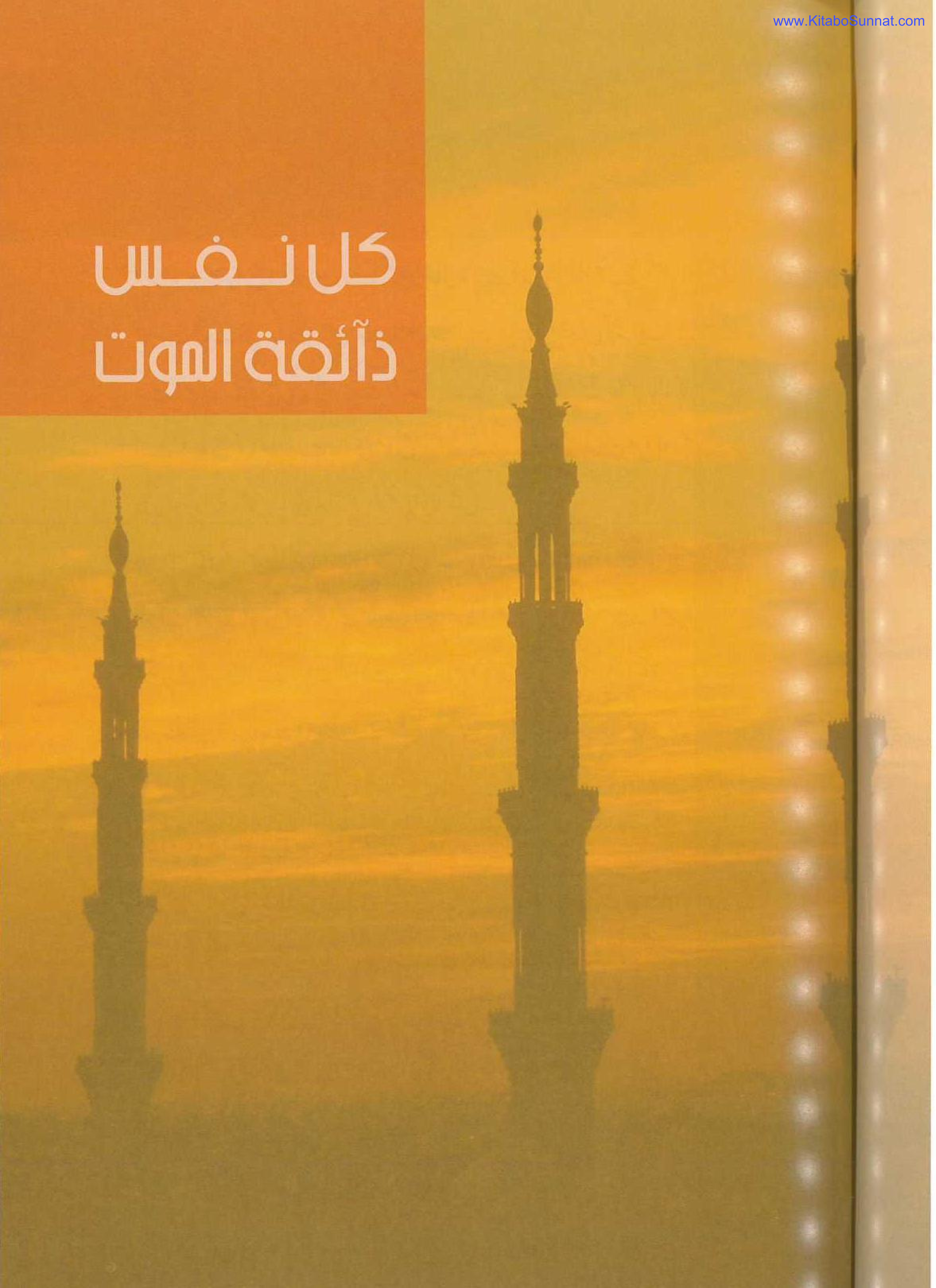

کرنے لگے۔

حجۃ الوداع

10 ہجری (بمطابق 631ء) میں آپ ﷺ حجۃ الوداع کے فرائض سرانجام دے کر واپس مدینہ تشریف لے گئے۔

وفات

قائدِ قافلۂ انسانیت محمد رسول اللہ ﷺ 12 ربیع الاول 11 ہجری (بمطابق 8 جون 632ء) بروز سوموار کو رحلت فرما گئے۔ آپ ﷺ کی وفات بڑا ہی الم انگیز سانحہ تھا۔ آپ ﷺ سے جدائی کے غم میں صحابہ کرام اس قدر افسردہ ہوئے کہ جب بھی آپ ﷺ کا اسم گرامی آتا تھا ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے تھے۔

﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ ۝﴾

”بے شک ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔“ [3]

1 سبأ 28:34. 2 العلق 1:96 ـ 3. 3 البقرة 156:2.

www.KitaboSunnat.com

2

نبیِ کریم ﷺ کی زندگی کے اہم واقعات

اسراء و معراج: ہجرت سے تین سال پہلے آپ ﷺ اپنے جسم اور روح سمیت ایک ہی رات میں مکۃ المکرّمہ سے بیت المقدس تشریف لے گئے، اسے اسراء کہتے ہیں۔ پھر بیت المقدس سے آپ ﷺ نے عالمِ بالا کا سفر کیا، اسے معراج کہا جاتا ہے۔ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان مرد اور عورت پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائیں۔

سنہ 1 ہجری بمطابق 622ء: اس سال رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ ہجرت تاریخِ اسلام کا اہم ترین واقعہ ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں تمام اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی متفقہ رائے سے ہجرت کی زبردست اہمیت کے پیشِ نظر سن ہجری کا آغاز کیا گیا۔ سنہ 1 ہجری میں ہی مسجد نبوی تعمیر ہوئی، اسلامی معاشرے کی تشکیل کی گئی، امت مسلمہ کی بنیاد رکھی گئی اور اِسی سال زکاۃ فرض ہوئی۔

سنہ 2 ہجری بمطابق 623ء: اس سال جنگ بدر ہوئی۔ یہ اسلام کی سب سے اہم جنگ اور حق و باطل کا سب سے پہلا فیصلہ کن معرکہ تھا۔

سنہ 3 ہجری بمطابق 624ء: اس سال جنگ احد ہوئی۔

سنہ 4 ہجری بمطابق 625ء: اس سال غزوۂ بنونضیر ہوا۔ یہ جنگ یہودیوں کے خلاف لڑی گئی۔

سنہ 5 ہجری بمطابق 626ء: اس سال دو جنگیں لڑی گئیں:

1 غزوۂ احزاب (جنگ خندق) اور

2 غزوۂ بنوقریظہ۔ یہ یہودیوں کے ساتھ برپا ہوا تھا۔

سنہ 6 ہجری بمطابق 627ء: اس سال صلح حدیبیہ ہوئی اور غزوۂ بنو المصطلق بھی اسی سال ہوا۔ اسے غزوۂ مُریسیع بھی کہتے ہیں۔

سنہ 7 ہجری بمطابق 628ء: اس سال غزوۂ خیبر ہوا۔ اسی سال رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے ساتھ عمرہ کیا۔ یہ اسلام کی تاریخ میں پہلا عمرہ تھا۔

سنہ 8 ہجری بمطابق 629ء: اس سال مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان زبردست معرکہ ہوا۔ اسے اسلامی تاریخ میں غزوۂ موتہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، فتح مکہ کا کارنامہ بھی اسی سال انجام پایا۔ اسی سال ثقیف اور ہوازن کے قبائل کے خلاف جنگ ہوئی۔ اسے غزوۂ حنین کہا جاتا ہے۔

سنہ 9 ہجری بمطابق 630ء: اس سال غزوۂ تبوک برپا ہوا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا اسلام کی مدافعت اور کفر کی مخالفت میں آخری معرکہ تھا۔ اسی سال لوگوں کے جتھے کے جتھے اللہ کے

دین میں داخل ہو کر قبولِ اسلام کے شرف سے سرفراز ہوئے، چنانچہ اس سال کو عام الوفود کے نام سے موسوم کیا گیا۔

سنہ 10 ہجری بمطابق 631ء: اس سال رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کیا۔ اس حج میں آپ ﷺ کے ساتھ ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں نے حج کا شرف حاصل کیا۔

سنہ 11 ہجری بمطابق 632ء: اس سال رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی۔

میں اس کتاب میں ایسے مضامین نوکِ قلم پر لایا ہوں جنھیں پڑھ کر ہم سرورِ کائنات ﷺ کے معجزات اور آپ کی نبوت کی بے پایاں نشانیوں سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کے معجزات ایک ہزار (1000) سے زیادہ ہیں۔''

لیکن میں ان میں سے وہی معجزات بیان کروں گا جن کا میں نے ثقہ کتابوں میں خود مطالعہ کیا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

3

انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات

نشانیوں اور معجزات کا ظہور صرف انبیائے کرام علیہم السلام کی خصوصیت ہے اور اس سے مقصود ان کی رسالت کی تصدیق ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے کوئی ایسا واقعہ رونما کرتا ہے جو قوانین فطرت کی عام روش سے مختلف ہوتا ہے اور اس سے یہ حقیقت آفتاب و ماہتاب کی طرح جگمگا اُٹھتی ہے کہ ربّ ذوالجلال نے اس مکرم پیغمبر کی صداقت ثابت کرنے کے لیے یہ واقعہ بطور نشانی ظاہر فرمایا ہے۔ معجزات کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔ ہر رسول کا معجزہ اُن مخصوص حالات کی مناسبت سے رُونما ہوتا ہے جو اس کے زمانۂ نبوت میں موجود ہوتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات

حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو اُن کے دور میں جادوگری کو قبول عامہ حاصل تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اسی قسم کے معجزات عطا فرمائے، مثلاً: وہ اپنا ہاتھ بغل سے نکالتے تو وہ چمک رہا ہوتا۔ ان کی لاٹھی کو سانپ بنا دیا۔ ان کے لیے سمندر میں شگاف ڈال کر اس کے دو ٹکڑے کر دیے۔

www.KitaboSunnat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

جس دور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام شرف نبوت سے سرفراز ہوئے، ان دنوں طب کا چرچا تھا اور بیماریوں کے علاج کے لیے طرح طرح کے طریقے مروج تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو معجزۂ مسیحائی سے نوازا۔ اس خصوصیت کے باعث آپ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مریضوں کو شفا یاب اور مردوں کو قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ کہہ کر زندہ کر دیتے تھے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے معجزات

اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو مختلف معجزات سے نوازا تھا جنھوں نے مخلوقِ الٰہی کو حیران اور لاجواب کر دیا۔ آپ کا ایک عظیم معجزہ قرآنِ مجید فرقانِ حمید ہے جس نے عرب کے نہایت فصیح و بلیغ اور قادر الکلام شاعروں اور شعلہ نوا خطیبوں کو بھی ہکا بکا کر دیا۔ ان کے دل کے ایک ایک ریشے نے گواہی دی کہ قرآن کریم کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔ وہ کلامِ الٰہی جیسی ایک آیت بھی پیش نہ کر سکے۔

چنانچہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ۧ﴾

”اور انھوں نے کہا: اس پر اس کے پروردگار کی طرف سے معجزے

کیوں نہیں اتارے گئے؟ (اے پیغمبر!) آپ فرما دیں کہ معجزے اللہ کے پاس ہیں اور میں تو صرف کھلم کھلا خبردار کرنے والا ہوں۔ کیا ان کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے، بے شک اس میں یقینی رحمت اور نصیحت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔“ [1]

آپ ﷺ کی نبوت کے واضح براہین و دلائل اتنی کثرت سے ہیں کہ کوئی انسان آپ ﷺ کے نبی ہونے کی حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا۔ یہ جسارت تو صرف وہی کر سکتا ہے جو سرکش، ہٹ دھرم، ضدی اور متعصب ہونے کے ساتھ ساتھ جانے بوجھے حق و صداقت کا انکار کرنے والا متکبر شخص ہو۔ وہ ظالم کفار جنھوں نے آپ کے خلاف معرکہ آرائی کر کے آپ کا جینا دشوار کر دیا تھا، وہ بھی اپنے دل میں آپ ﷺ کی نبوت کی صداقت کے معترف تھے، یہ صرف ان کا خبثِ باطن، غرور، تکبر، عناد اور سرکشی تھی جس کی وجہ سے وہ آپ ﷺ کی پیش کردہ دعوتِ حق کو قبول نہ کر سکے۔ ان کے مشرّف باسلام ہونے میں صرف بے جا غرور حائل تھا۔ کیا آپ نے ابو طالب کے یہ اشعار نہیں سنے؟

وَاللّٰهِ! لَنْ يَّصِلُوا إِلَيْكَ بِجَمْعِهِمْ
حَتّٰى أُوَسَّدَ فِي التُّرَابِ دَفِينَا
وَدَعَوْتَنِي وَعَلِمْتُ أَنَّكَ نَاصِحِي
فَلَقَدْ صَدَقْتَ وَكُنْتَ فِينَا أَمِينَا

www.KitaboSunnat.com

وَعَرَضْتَ دِينًا قَدْ عَرَفْتُ بِأَنَّهُ
مِنْ خَيْرِ أَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِينَا
لَوْلَا الْمَلَامَةُ أَوْ حِذَارُ مَسَبَّةٍ
لَوَجَدْتَنِي سَمْحًا بِذَاكَ مُبِينَا

''میرے بھتیجے! اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ ہوں یہ لوگ اپنے لاؤ لشکر سمیت بھی آجائیں تو تم تک نہیں پہنچ سکتے، یہاں تک کہ میں مٹی میں دفن کر دیا جاؤں۔ تم نے مجھے اپنے رب کی طرف دعوت دی ہے، میں خوب جانتا ہوں کہ تم میرے خیر خواہ ہو، اپنی بات میں سچے اور کھرے ہو، سب سے بڑھ کر امانت کے پاسدار ہو، تم نے جو دین ہمارے سامنے پیش کیا ہے، میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ کائنات کے تمام ادیان سے بہتر، سربرآوردہ اور عالم گیر دین ہے۔ اگر مجھے

ملامت گروں کی ملامت، اپنے عزیزوں سے قطع تعلقی، عار اور توہین کا ڈر نہ ہوتا تو تم دیکھتے کہ میں تمھارے لائے ہوئے دین کا علی الاعلان اطاعت گزار ہوتا۔'' [2]

محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی صداقت اس قدر درخشاں تھی کہ یہودی علماء بھی آپ ﷺ کو دیکھتے ہی پہچان گئے کہ آپ ﷺ وہی سچے نبی ہیں جن کے تشریف لانے کی خبران کی کتاب تورات میں دی گئی ہے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آپ ﷺ کی اتباع کرنا فرض ہے۔ انھوں نے صرف اندھے تعصب، ہٹ دھرمی اور عناد کی بنا پر دین متین قبول کرنے سے انکار کیا۔

ہم یہاں رسول اللہ ﷺ کے چند مشہور نوعیتوں کے معجزات کا ذکر کرتے ہیں:

[1] العنكبوت 29:51,50. [2] دلائل النبوة للبيهقي: 341/2.

www.KitaboSunnat.com

4

پیش گوئیاں اور دور دراز کے واقعات سے آگاہی

اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) کبھی جھوٹ نہیں بولتے

رسول اللہ ﷺ نے بہت سی پیش گوئیاں فرمائیں......کبھی کبھی آپ ایسے واقعے کے بارے میں بھی خبر دے دیتے تھے......جس کے واقع ہونے کا کسی کو سان گمان بھی نہ ہوتا...... لیکن وقت آنے پر وہ آپ ﷺ کی پیشین گوئی کے عین مطابق رونما ہوجاتا تھا...... اس کی نمایاں مثال یہ واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مدینے کی طرف ہجرت کرنے کے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کرنے مکہ گئے...... وہاں امیہ بن خلف کے مکان پر ٹھہرے...... کیونکہ ان دونوں کے درمیان دور جاہلیت ہی سے بڑی دوستی تھی اور ابھی تک مسلمانوں اور کفار کے مابین جنگیں بھی شروع نہیں ہوئی تھیں...... اُمیہ جب شام کی طرف سفر کرتا تھا تو اپنے دوست سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرتا تھا...... وہاں کچھ دن آرام کرنے کے بعد تازہ دم ہوکر پھر سفر شروع کر دیتا تھا...... یہی معمول حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا تھا...... وہ جب مکہ جاتے تو امیہ ہی کے ہاں قیام کرتے تھے۔

اس مرتبہ جب وہ اُمیہ کے گھر گئے تو اُس سے کہا: اُمیہ! تو میرا دوست ہے...... میرے لیے کوئی ایسا وقت نکال کہ میں لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہوں اور تنہائی میں بیت اللہ کا طواف کر آؤں......

امیہ نے کہا: تھوڑی دیر انتظار کرو...... جب آدھا دن ڈھل جائے گا تو دوپہر

کو شدید گرمی پڑے گی...... لوگ اپنے اپنے گھر میں دبک کر ہر چیز سے غافل اور بے خبر ہو جائیں گے، تم آرام سے طواف کر آنا......

چنانچہ جب سورج کی حدت شدت اختیار کر گئی...... اور آفتاب کی کرنیں چنگاریاں برسانے لگیں تو لوگ کام کاج چھوڑ کر اپنے اپنے گھر چل دیے...... اُمیہ نے فوراً حضرت سعد کو ساتھ لیا اور خانہ کعبہ کی طرف چل پڑا......

چلتے چلتے سرراہے انھیں مشرکین کا سردار ابوجہل مل گیا...... ابوجہل نے سعد رضی اللہ عنہ کی طرف گھور کے دیکھا...... لیکن پہچان نہ سکا...... اس نے امیہ سے پوچھا: ابوصفوان! یہ تیرے ساتھ کون ہے؟

امیہ نے جواب دیا: یہ سعد بن معاذ یثربی ہے (یعنی مدینہ سے آیا ہے)...... ابوجہل سوچنے لگا کہ اہل یثرب تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے محمد (ﷺ) کی مدد کی ہے...... جب وہ ہجرت کر کے گئے تھے تو اہلِ یثرب نے ان کا زبردست استقبال کیا تھا...... یہ خیالات اس کے دماغ میں گلہری کی طرح چکر کاٹنے لگے...... وہ طیش میں آگیا اور چیخ چیخ کر بولا: اچھا! تم یہاں میری آنکھوں کے سامنے بے فکری سے بیت اللہ کا طواف کر رہے ہو؟ تم نے تو محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھ صابیوں، یعنی اپنے آباؤ اجداد کا دین بدلنے والوں

www.KitaboSunnat.com

کو پناہ دی ہے......

سعد رضی اللہ عنہ بالکل خاموش رہے...... انھوں نے ابوجہل کی خرافات کا کوئی جواب ہی نہیں دیا...... ابوجہل پھر بولا: ارے! تم لوگ اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہو؟ بھلا تم ان بے خانماں کنگلے، بے گانہ اور بے حیثیت مہاجرین کی مدد کرو گے؟ اللہ کی قسم! اگر تو ابوصفوان کے ساتھ نہ آیا ہوتا تو یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکتا تھا......

سعد اپنی قوم کے سردار تھے...... انھیں ابوجہل کی یہ بے ہودہ گفتگو بڑی ناگوار گزری...... انھوں نے بھی سخت لہجے میں جواب دیا:

ابوجہل! اگر تو مجھے طواف کرنے سے روکے گا تو میں تجھے ایسی چیز سے روک دوں گا جو تجھ پر اس سے کہیں زیادہ گراں گزرے گی...... جب تو سامانِ تجارت لے کر شام کی طرف جائے گا تو میں مدینے میں تیرا راستہ روک لوں گا......

سعد کو معلوم تھا کہ ابوجہل تاجر ہے اور اس کے تجارتی قافلے مدینے ہی سے گزر کر شام کی طرف جاتے ہیں...... حضرت سعد کی یہ دھمکی سن کر ابوجہل ڈر گیا...... پھر حضرت سعد سے مشتعل ہو کر جھگڑنے لگا...... امیہ یہ صورت حال دیکھ کر مشکل میں پڑ گیا کہ کس کا ساتھ دے؟

ایک طرف حضرت سعد تھے جو مدینے میں اپنی قوم کے معزز سردار تھے...... دوسری طرف ابوجہل تھا جو مکہ میں اپنی قوم کا رئیس تھا...... تھوڑی دیر گومگو کی حالت میں رہنے کے بعد آخر کار اس کا دل ابوجہل ہی کی طرف مائل ہو گیا...... وہ سعد سے کہنے لگا: سعد! ابوالحکم کے سامنے اُونچی آواز سے نہ بولو...... کیا تم

جانتے نہیں یہ وادیٔ مکہ کے سردار ہیں؟

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امیہ! ابوجہل کی زیادہ حمایت نہ کرو...... میں تم سے بھی نمٹ لوں گا...... اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ تمھیں قتل کر دیں گے......

یہ الفاظ امیہ پر بجلی بن کر گرے...... وہ حواس باختہ ہو گیا...... سراسیمہ ہو کر بولا: محمد (ﷺ) مجھے قتل کر دیں گے......؟ کہاں......؟ مکہ میں یا کسی اور جگہ......؟

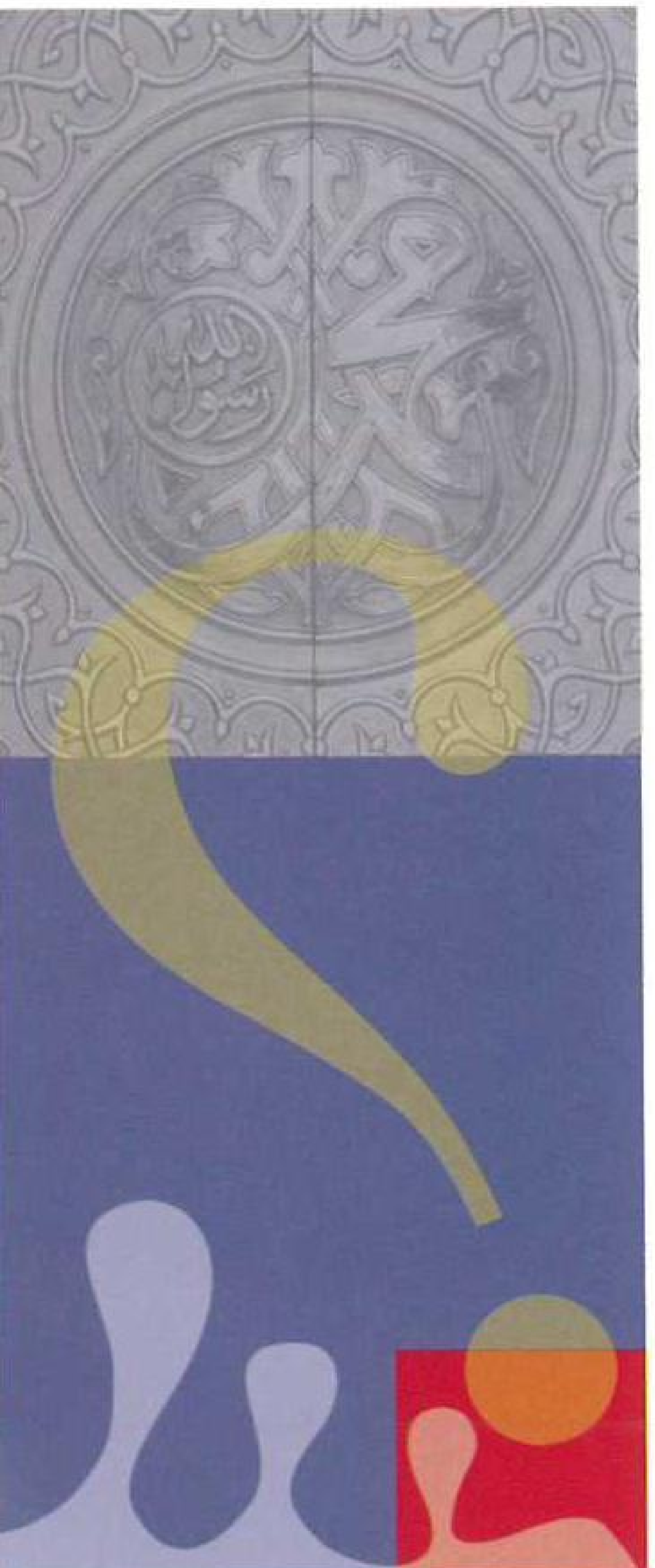

سعد نے جواب دیا: ''بس! میں اور کچھ نہیں جانتا......''

امیہ کے چھکے چھوٹ گئے...... خوف و ہراس کے مارے وہ پسینے میں شرابور ہو گیا...... اور بار بار یہ الفاظ کہتا ہوا واپس بھاگ گیا: اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) کبھی جھوٹ نہیں بولتے...... وہ فوراً اپنے گھر پہنچا...... اور لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں اپنی بیوی سے کہنے لگا:

ام صفوان! کچھ معلوم ہے سعد نے کیا کہا ہے؟

ام صفوان: تم بتاؤ...... کیا کہا ہے؟

اُمیہ: سعد نے بتایا ہے کہ محمد (ﷺ) نے مسلمانوں سے کہہ دیا ہے کہ میرا سر قلم کر دیا جائے گا...... یہ بات سن کر امیہ کی بیوی پر بھی بجلی

www.KitaboSunnat.com

گر پڑی...... وہ گھبرا کر بولی: محمد (ﷺ) تجھے قتل کریں گے......؟ کہاں......؟ مکہ میں......؟

امیہ: یہ میں نہیں جانتا......

ام صفوان: اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) کبھی جھوٹ نہیں بولتے......

امیہ مخبوط الحواس ہو کر بولا: واللہ! میں سرزمینِ مکہ سے باہر ہرگز قدم ہی نہیں رکھوں گا......

کئی دن بیت گئے...... اطلاع ملی کہ ملک شام سے قریش کا ایک تجارتی قافلہ آ رہا ہے...... رسول اللہ ﷺ اس کا راستہ روکنے نکلے...... ادھر سالارِ قافلہ ابوسفیان کو بھی جناب رسول اللہ ﷺ کی نقل و حرکت کا پتہ چل گیا...... اس نے قریشِ مکہ کو پیغام بھیجا کہ فوراً لڑائی کے لیے نکل آؤ اور اپنے قافلے کو بچانے کی فکر کرو...... جونہی یہ پیغام پہنچا مکہ میں کھلبلی مچ گئی...... ابوجہل کھڑا ہو گیا...... لوگوں کو مسلمانوں سے جنگ کے لیے اُکسانے لگا...... اس نے اہل مکہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا: نکلو! اپنے قافلے کو بچاؤ اور اپنے مال و متاع کی حفاظت کرو......

اہل مکہ نے جنگ کی تیاری شروع کر دی...... کوئی اپنی تلوار تیز کرنے لگا...... کوئی تیر سیدھے کرنے لگا...... کچھ لوگ جنگی ساز و سامان جمع کرنے لگے...... بہت سے مشرکین اپنے گھوڑوں پر زین کس کر مرنے مارنے پر تیار ہو گئے...... بس ایک امیہ بن خلف ہی تھا جو چپ چاپ دبکا بیٹھا تھا...... اُسے اپنی موت نظر آ رہی تھی...... وہ اپنے گھر سے نکلا اور کعبے کے پیچھے چھپ گیا...... ابوجہل کو پتہ

چل گیا کہ امیہ جنگ سے بچنے کے بہانے ڈھونڈ رہا ہے...... وہ فوراً اس کے پاس پہنچا اور بولا:

ابوصفوان! تو وادیِ مکہ میں رہنے والوں کا سردار ہے...... لوگ جب تجھے میدانِ جنگ سے غائب پائیں گے تو ان کے قدم بھی لڑکھڑا جائیں گے......

امیہ پر ابوجہل کی بات کا کوئی اثر نہ ہوا...... وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ محمد (ﷺ) کبھی جھوٹ نہیں بولتے...... اس کے دل میں یہ خیال بار بار کروٹ لے رہا تھا کہ جب محمد (ﷺ) نے کہہ دیا ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے تو اب زمین پھٹ سکتی...... فلک میں شگاف پڑ سکتا ہے...... کائنات کا نظام درہم برہم ہو سکتا ہے مگر میں ہرگز زندہ واپس نہیں آ سکتا......

ابوجہل حقیر، ذلیل اور بے ننگ و ناموس تو تھا ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ نہایت چالاک بھی تھا...... وہ فوراً ایسی ترکیب

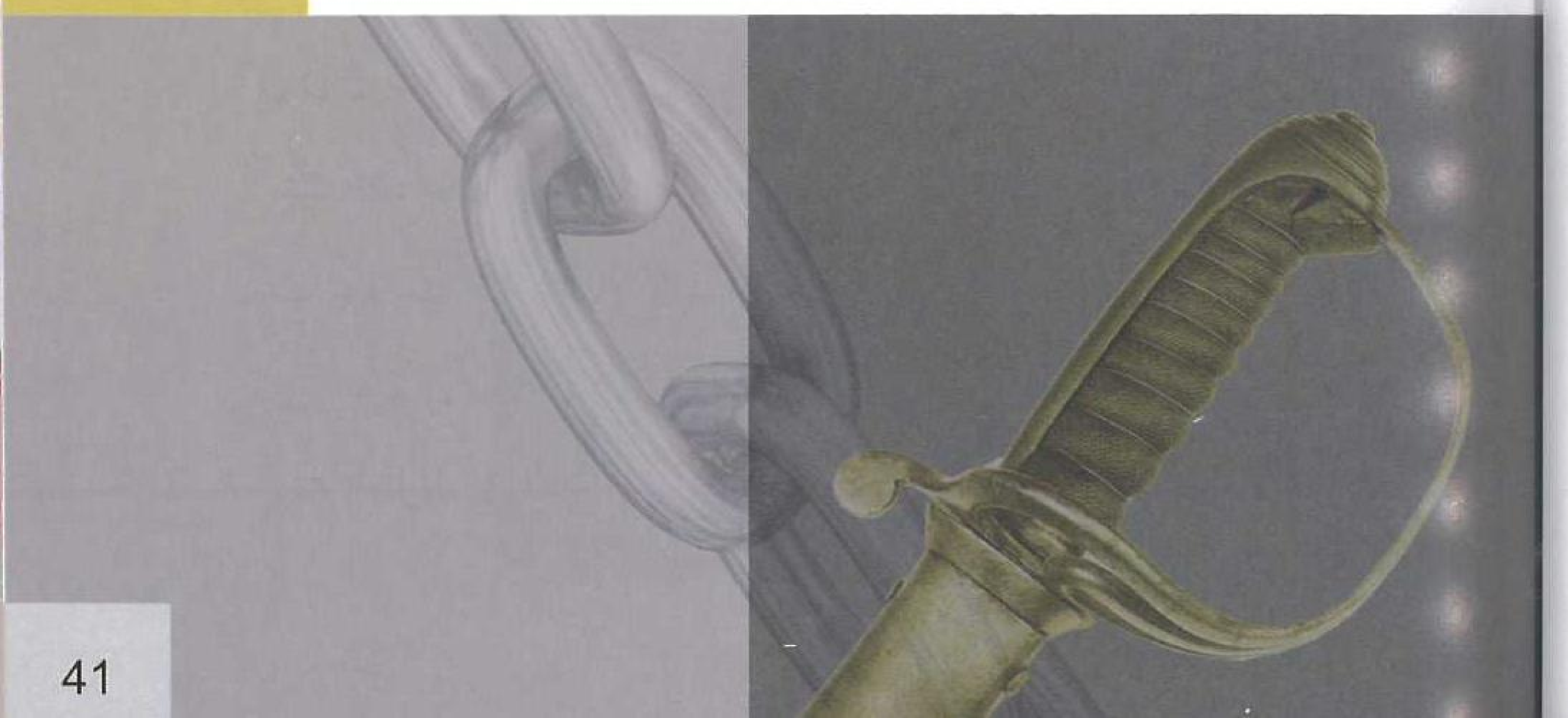

www.KitaboSunnat.com

سوچنے لگا جس کے ذریعے وہ امیہ کو میدانِ جنگ میں جانے پر مجبور کر دے......

اب سُنیے کہ اسے کیا سوجھی؟

اس نے ایک خوشبودان اٹھایا...... اس میں سلگتا ہوا عود رکھا...... جس سے کپڑے کو دھونی بھی دی جاتی ہے...... وہ یہ خوشبو دان لے کر امیہ کے پاس پہنچا...... امیہ اس وقت خانہ کعبہ کی چھاؤں میں اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ محوِ گفتگو تھا...... چالباز ابوجہل نے امیہ کو چڑاتے ہوئے کہا:

اے ابوصفوان! لے یہ خوشبو لگا لے...... تو مرد نہیں ہے...... بلکہ تُو تو ایک چھوئی موئی عورت ہے......لڑائی کے نام سے تیری جان نکلی جا رہی ہے...... تجھ میں دشمن کا سامنا کرنے کی ہمت ہی نہیں...... بس اس کا مطلب یہی ہے کہ تو گھر میں منہ چھپا کر عورتوں کے ساتھ بیٹھ جائے اور ہم تیری جگہ جا کر لڑیں......

ارے بزدل! عورت بننا ہے تو پھر پوری طرح عورت بن! جس طرح عورتیں خوشبو لگا کر نت نئے بناؤ سنگار کرتی ہیں تو بھی اسی طرح خوشبو لگا اور گھر میں بیٹھ جا...... بلاشبہ ابوجہل بہت بڑا مکّار اور دغا باز تھا...... اسے معلوم تھا کہ دُکھتی ہوئی رگ پر کس طرح ہاتھ رکھا جاتا ہے ...... جوں جوں امیہ ابوجہل کی باتیں سنتا گیا اس کی غیرت جوش کھاتی چلی گئی...... وہ ایک دم طیش میں آ گیا اور بھڑک کر بولا:

تُو مجھے مجبور کر ہی رہا ہے تو دیکھ! اللہ کی قسم! میں اُس تیز رفتار اونٹ پر بیٹھ کر جنگ کے لیے جاؤں گا جس سے زیادہ تیز رفتار اونٹ پورے مکہ میں موجود نہیں...... یہ کہہ کر وہ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا...... گھر پہنچا اور اپنی بیوی سے کہنے لگا:

ام صفوان! مجھے ہتھیاروں سے لیس کر دے...... وہ بولی: ابوصفوان! کیا تم

اپنے یثربی دوست کی بات بھول گئے؟

امیہ: نہیں، میں وہ بات نہیں بھولا...... مگر میں اہل مکہ کے ساتھ میدان جنگ میں نہیں جا رہا...... میں تو بس نمائشی طور پر تھوڑی دُور ہی جاؤں گا...... پھر جونہی موقع ملے گا آنکھ بچا کر کھسک آؤں گا......

امیہ نے فی الواقع اسی طرح کیا...... وہ لشکر کے ساتھ نکلا...... راستے میں جہاں بھی لشکر آرام کے لیے یا کھانا کھانے کے لیے پڑاؤ ڈالتا تھا امیہ اپنا اونٹ لشکر سے کچھ فاصلے پر باندھتا...... تاکہ موقع پاتے ہی چپکے سے نکل بھاگے......

لیکن ابوجہل اُسے کہاں جانے دیتا تھا؟ وہ تو تاک میں تھا...... اس کی نگاہ امیہ ہی کی نگرانی کر رہی تھی...... اسے پکا یقین تھا کہ امیہ کا جونہی داؤ لگے گا وہ کلمۂ فرار پڑھ کر غائب ہو جائے گا......لشکر منزل کی جانب رواں دواں تھا...... امیہ کو بھاگنے کا موقع ہی نہ ملا......مشرکین میدان بدر میں جا پہنچے......حق و باطل کے اس اولین معرکے میں رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کے عین مطابق امیہ قتل ہو کر موت کے گھاٹ اُتر گیا...... [1]

[1] صحیح البخاري، حدیث: 3950,3632.

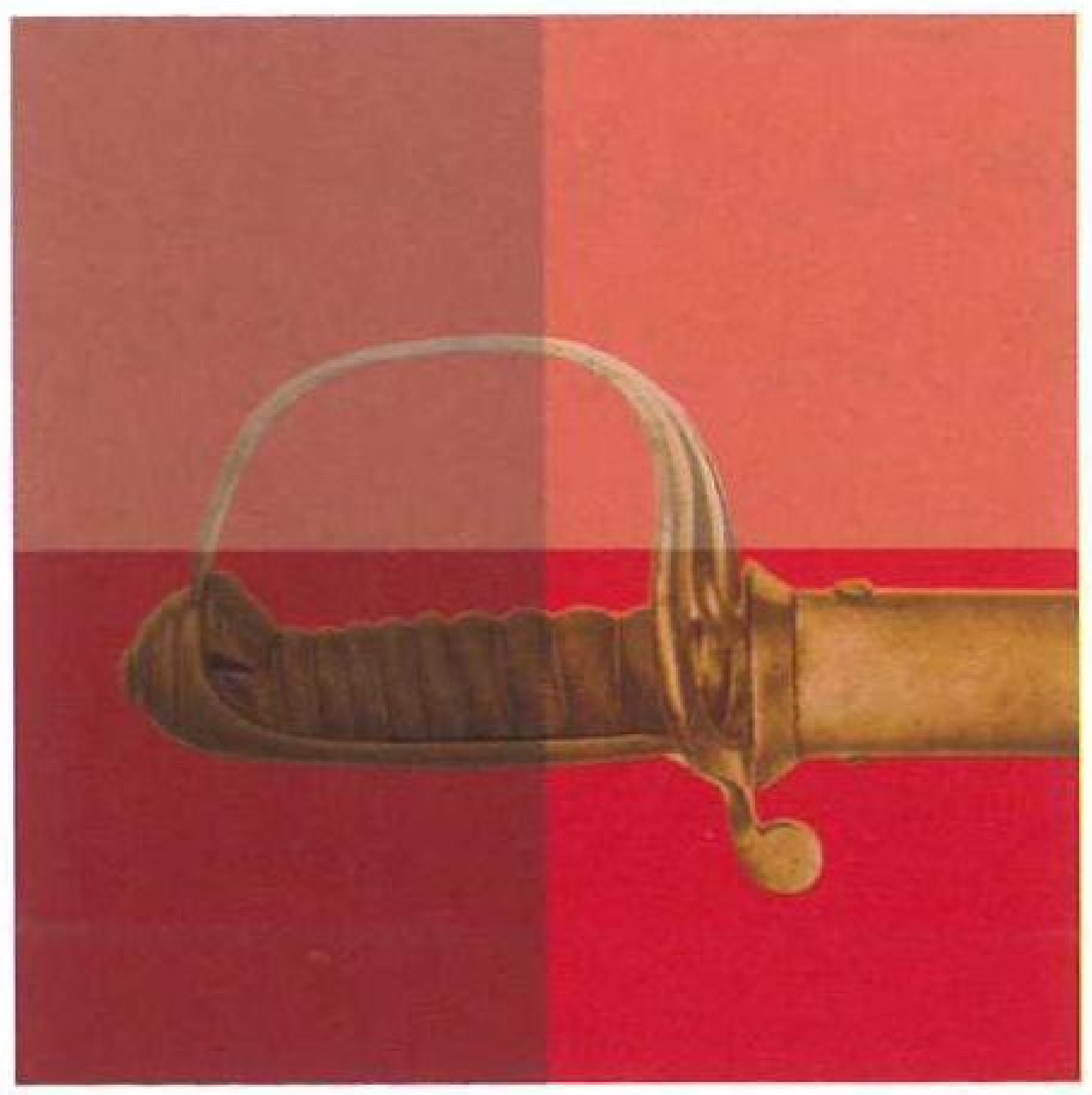

www.KitaboSunnat.com

5

قاتل بن کے آیا، اسیر بن کے نکلا

بسا اوقات آپ ﷺ ایسے واقعے کے بارے میں بھی اطلاع دے دیتے تھے جو آپ ﷺ کی نظر سے بہت دور کہیں رُونما ہو جاتا تھا...... مثلاً: مکہ میں کوئی حادثہ پیش آ گیا یا فارس میں یا یمن میں کوئی واقعہ ظہور پذیر ہو گیا...... لیکن آپ ﷺ نے مدینہ میں بیٹھے بیٹھے ہی صحابۂ کرام کو اس سے مطلع فرما دیا......

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جنگ بدر میں مشرکینِ قریش ذلت آمیز شکست کھا کر مکہ کی طرف پلٹ گئے...... ان کے ستر بڑے بڑے سردار واصلِ جہنم ہو گئے تھے اور 70 افراد مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے...... قریش کے لیے یہ بہت بڑا عذاب الیم تھا......

عمیر بن وہب مٹرگشت کرتا ہوا کعبہ کی طرف آ نکلا...... کعبہ کے سائے میں، حجر اسود کے پاس اسے صفوان بن امیہ دکھائی دیا...... عمیر بھی اس کے پاس جا بیٹھا...... دونوں باتیں کرنے اور باہمی دکھ سکھ بانٹنے لگے...... دونوں مصیبت کے مارے تھے...... عمیر کا بیٹا مسلمانوں کی قید میں تھا اور صفوان کا باپ اُمیہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا...... صفوان نے کہا: اللہ کی پناہ! بدر میں مارے جانے والوں کے بعد زندگی کتنی اجیرن ہو گئی ہے......

عمیر بولا: ہاں یار! تم ٹھیک کہتے ہو...... ان کے بعد جینے کا مزہ ہی نہیں رہا...... پھر اس نے شدید غم و غصے میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا:

افسوس! میرے ذمے بہت بھاری قرضہ ہے...... اُسے ادا کرنے کی بھی مجھ میں سکت نہیں...... اپنے بال بچوں کے گزارے کے لیے بھی میرے پاس کچھ نہیں...... مجھے کچھ ہو گیا تو یہ بے چارے بھوک کے مارے مر جائیں گے...... ایسی تنگ حالت نہ ہوتی تو میں اُڑ کر مدینے جاتا اور محمد (ﷺ) کا سر تن سے جدا کر دیتا...... اے صفوان! تو بڑا مالدار ہے...... اگر تو یہ ساری ذمہ داری اُٹھا لے تو میرے پاس مدینے جانے کا بڑا اچھا بہانہ ہے...... صفوان نے پوچھا: وہ کیا بہانہ ہے؟

عمیر بولا: میں مدینہ جا کر محمد (ﷺ) کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کروں گا...... اُن سے کہوں گا کہ میرا بیٹا آپ کی قید میں ہے...... میں فدیہ دے کر اسے چھڑانے آیا ہوں...... صفوان یہ بات سن کر جھوم اُٹھا...... اپنے دل میں سوچنے لگا کہ یہ تو انتقام لینے کا بہترین موقع ہے...... اس نے فوراً عمیر کو یقین دلایا: تو فکر نہ کر، تیرا سارا قرضہ میں ادا کروں گا...... باقی رہی تیری اولاد تو اُسے بھی اپنی اولاد سمجھ کر پالوں گا...... تو بے فکر ہو کر مدینے چلا جا اور محمد (ﷺ) کا نام ونشان مٹا دے......

www.KitaboSunnat.com

عمیر سمجھ گیا کہ میں بات کر کے پھنس گیا ہوں...... اپنے آپ کو خود شکنجے میں جکڑا ہے...... لیکن اب تو بات سے پھر بھی نہیں سکتا...... صفوان آیا موقع ہاتھ سے نہیں گنوانا چاہتا تھا...... اس لیے بغیر کوئی لمحہ ضائع کیے پُھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا...... اس نے عمیر کے لیے سواری کا بندوبست بھی کر دیا اور اسے زہر میں بجھی ہوئی ایک تلوار بھی تھما دی......

عمیر نے اپنے گھر والوں کو الوداع کہا اور مدینے کی طرف چل دیا...... دورانِ سفر وہ پلٹ پلٹ کر اپنے وطن کے گھروں اور پہاڑوں کی چوٹیوں کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا...... آخر کار وہ مدینے جا پہنچا اور مسجد نبوی کا رخ کیا...... مسجد کے دروازے کے سامنے اترا...... سواری باندھی...... اپنی بے نیام تلوار گردن میں لٹکائی...... مسجد میں گھسا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف چل پڑا...... اس دشمنِ رسول ﷺ پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نگاہ پڑ گئی...... وہ ایک دم زور سے چلا کر کہنے لگے: ارے! یہ دیکھو، یہ اللہ کا دشمن ہے...... یہ وہی ہے جس نے بدر والے دن قریش کو ہمارے خلاف بھڑکایا تھا......

عمر رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے اس کی طرف لپکے تاکہ وہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ تک نہ جانے پائے...... لیکن فاروق اعظم کی گرفت میں آنے سے پہلے ہی وہ اپنی منزل تک پہنچ گیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا...... اس کا مذموم منصوبہ یہ تھا کہ آپ ﷺ کو باتوں میں اُلجھا لے اور سنبھلنے کی مہلت ہی نہ دے...... اچانک تلوار کا وار کرے اور آپ ﷺ کی زندگی کا چراغ گل کر دے......

کتنا نادان تھا یہ شخص!...... انجام سے بالکل بے خبر!! وہ سمجھتا تھا کہ یہ ہولناک جرم بڑی آسانی سے کرلوں گا...... اسے کیا معلوم تھا کہ قُدرت نے اس کے نصیب میں کیا لکھ رکھا ہے؟

امام الانبیاء ﷺ نے نگاہ اٹھائی...... عمیر کی طرف دیکھا، پھر اس کی تلوار پر نظر پڑی...... دریافت فرمایا: عمیر! کس غرض سے آئے ہو؟ عمیر اس سوال کے جواب کے لیے پہلے ہی تیار تھا...... فوراً بولا: میرا بیٹا تمھاری قید میں ہے......اس کا فدیہ دینے اور اسے چھڑانے آیا ہوں......تم تو مزے میں ہو، تمھارے تمام عزیز و اقارب، بہن بھائی، بیوی بچے تمھاری نظروں کے سامنے ہیں...... مگر ہماری اولاد کو تم نے ہماری نظروں سے اوجھل کر دیا ہے...... اس سے تمھیں کیا ملے گا؟ بہتر ہے کہ تم فدیہ لے لو اور ہمارے قیدی چھوڑ دو۔

آپ ﷺ نے معاً فرمایا: جو شخص اپنا قیدی چھڑانے آتا ہے اس کی گردن میں تو مال و متاع کی گٹھڑی جھول رہی ہوتی ہے...... مگر تمھاری گردن میں بے نیام تلوار چمک رہی ہے...... آخر اس کا کیا مطلب ہے؟

عمیر چالاک بنتے ہوئے بولا: اللہ اس تلوار کو رسوا کرے! بدر کے دن ہماری تلواریں بے کار ہو گئیں...... انھوں نے ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا...... میں جلدی جلدی اونٹ سے اُترا تو مجھے تلوار کا دھیان ہی نہیں رہا...... اسے میں بھول

www.KitaboSunnat.com

گیا...... یوں یہ گردن ہی میں لٹکی رہ گئی......

آپ ﷺ نے پھر فرمایا: عمیر! سچ سچ بتا دو کیوں آئے ہو؟

عمیر: میں صرف اپنے بیٹے کو چھڑانے آیا ہوں، میرا اور کوئی مقصد نہیں......

آپ ﷺ نے فرمایا: ذرا یہ تو بتاؤ کہ حجر اسود کے پاس تم صفوان بن امیہ سے کیا شرط لگا کے آئے ہو؟

یہ سنتے ہی عمیر کے رونگٹے کھڑے ہو گئے...... وہ دہشت زدہ ہوکر بولا:

میں...... میں...... میں...... کیا شرط لگا کے آیا ہوں......؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے مجھے قتل کرنے کے بدلے میں اس سے اپنے گھر والوں کا خرچہ برداشت کرنے اور اپنا قرض ادا کرنے کی ضمانت لی ہے...... لیکن تمھارے اس فاسد ارادے کے آگے اللہ تعالیٰ آڑ بن گیا ہے...... اور تم اپنے مقصد میں ناکام ہو گئے ہو......! عمیر کو بجلی کی طرح یکدم جھٹکا لگا...... وہ لرزنے لگا اور یہ سوچ کر ہکا بکا رہ گیا کہ مکہ میں میرے اور صفوان کے درمیان جو معاہدہ طے پایا تھا وہ محمد ﷺ کو کیسے معلوم ہو گیا......؟ پھر وہ بے ساختہ پکار اٹھا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے......

ہم اب تک آپ کو جھٹلاتے رہے اور اسی غلط فہمی میں مبتلا رہے کہ وحی اور آسمان سے اُترنے والے فرشتے کی ساری باتیں جھوٹی اور من گھڑت ہیں...... لیکن یہ بات تو صرف میرے اور صفوان ہی کے مابین طے پائی تھی...... وہاں ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا...... آپ کو ہماری اس سازش کے بارے میں

یقیناً سمیع و بصیر، لطیف و خبیر اور علی کل شیءٍ قدیر اللہ ہی نے اطلاع دی ہے...... اس کے سوا کوئی یہ اطلاع نہیں دے سکتا......

عمیر نے فوراً اسلام قبول کر لیا...... اور وہ ایک جلیل القدر صحابی ثابت ہوئے...... یہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے برحق ہونے کی نشانی تھی...... جس سے متاثر ہو کر رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کا مذموم منصوبہ لے کر آنے والا عمیر خود آپ ﷺ کی تیغِ صداقت سے گھائل ہو کر اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گیا......[1]

[1] المغازي لموسى بن عقبة:46/1.

www.KitaboSunnat.com

زہر کھلانے کی مذموم کوشش

رسول اللہ ﷺ کی نظروں سے دُور رونما ہونے والے حادثات میں سے ایک واقعہ وہ بھی ہے جو آپ ﷺ اور یہودیوں کے مابین اس وقت منظر عام پر آیا جب یہودیوں نے آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا......

اس کی سرگزشت کچھ یوں ہے کہ خیبر کے علاقے میں مسلمانوں اور یہودیوں کے مابین جنگ ہوئی...... مسلمانوں نے یہودیوں کا گھیراؤ کر لیا...... طویل مدت تک محاصرہ قائم رہا...... آخر کار یہودیوں نے گھٹنے ٹیک دیے اور شکست تسلیم کر لی...... آپ نے فاتح کی حیثیت سے سرزمین خیبر پر قدم رکھا...... بغض وعداوت کی ماری ایک یہودی عورت زینب بنت حارث نے آپ ﷺ کی شمع حیات بُجھانے کے ارادے سے بکری کا گوشت پکایا...... اور اس میں زہر ملا دیا...... پھر مسلمانوں سے پوچھنے لگی کہ محمد (ﷺ) بکری کے گوشت کا کون سا حصہ شوق سے کھاتے ہیں؟

جواب ملا: ذراع (پنڈلی سے اوپر والا حصہ) آپ ﷺ کو بہت پسند ہے...... اس نے بکری کی پنڈلی والے حصے میں زیادہ زہر ملا دیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کھانا لے کر آ گئی...... رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے کھانا پیش کر کے بولی:

یہ میری طرف سے آپ کے لیے تحفہ ہے......

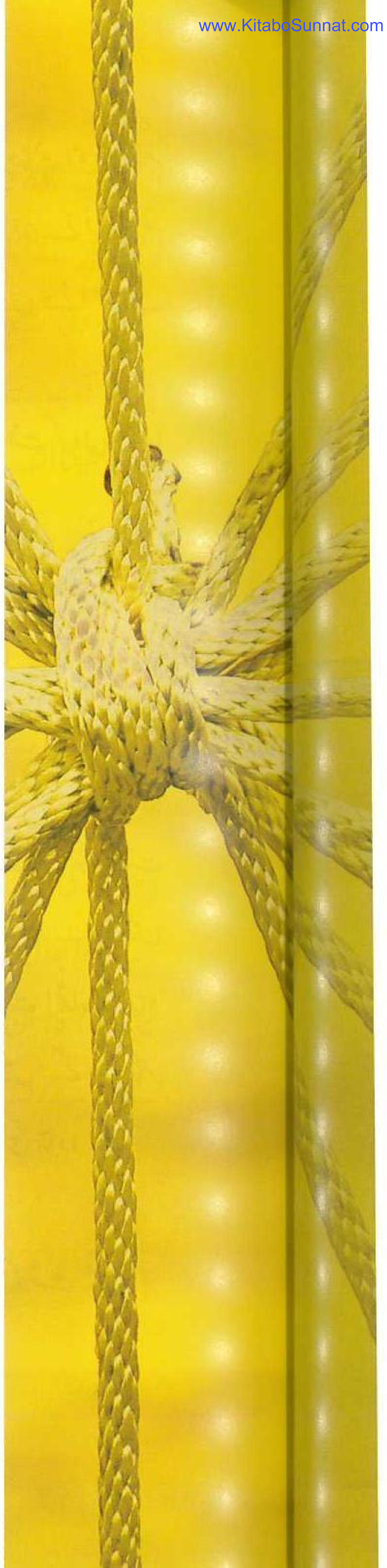

صحابہ بھوک سے نڈھال تھے...... آپ ﷺ کو بھی شدید بھوک لگ رہی تھی...... طویل محاصرہ...... زاد راہ بھی ختم...... چلچلاتی ہوئی دھوپ...... آتش فشاں گرمی...... تھکاوٹ کی وجہ سے بدن ٹوٹ رہے تھے...... اور سامنے بھنا ہوا بکری کا گوشت......

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھانے کے لیے بے تابی سے ہاتھ بڑھائے...... فخر انسانیت رسول اللہ ﷺ نے بھی ذراع کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور دہنِ مبارک کی طرف لے گئے...... تھوڑا سا گوشت نوچا تو اچانک بہ آواز بلند فرمایا: ساتھیو! رُک جاؤ، مت کھاؤ......

صحابہ کرام نے حیران ہو کر ہاتھ روک لیے اور سوچنے لگے یہ کیا ہو گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہاں جتنے یہودی موجود ہیں انھیں میرے پاس بلاؤ...... وہ آ گئے......

آپ نے فرمایا: میں تم سے ایک سوال پوچھوں گا...... کیا تم سچ سچ جواب دو گے؟

وہ بولے: جی ہاں......

آپ نے پوچھا: تمھارا جدِّ اعلیٰ کون ہے؟

یہودیوں کے اس قبیلے کا ایک بڑا آدمی تھا مگر وہ اس کی طرف نسبت کرنے میں عار محسوس کرتے تھے...... اس لیے وہ اپنے

www.KitaboSunnat.com

آپ کو کسی دوسرے بزرگ کی طرف منسوب کرتے تھے...... چنانچہ اسی کا نام لے کر انھوں نے بتایا کہ ہمارا جداعلیٰ فلاں شخص ہے...... آپ ﷺ نے فرمایا: تم جھوٹ بولتے ہو...... تمھارے جداعلیٰ کا نام تو فلاں ہے...... انھوں نے اعتراف کیا: جی ہاں! آپ سچ فرماتے ہیں......

آپ ﷺ نے پھر فرمایا: اگر میں تم سے ایک اور بات دریافت کروں تو کیا تم سچ سچ بتاؤ گے؟

وہ بولے: جی ہاں، ابو القاسم! اگر ہم جھوٹ بولیں گے تو جس طرح آپ کو ہمارے اصلی جداعلیٰ کے بارے میں پتہ چل گیا ہے...... اسی طرح اس کے بارے میں بھی ہمارا پول کُھل جائے گا اور سچ سامنے آجائے گا...... آپ نے پوچھا: جہنمی کون ہیں؟

انھوں نے جواب دیا: ہم لوگ چند دن دوزخ میں رہیں گے...... پھر جنت میں چلے جائیں گے...... ہمارے بعد آپ مسلمان لوگ جہنم میں ہمارے جانشین بن جاؤ گے...... آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ ہی جہنم میں ذلت اٹھاتے رہو گے...... اللہ کی قسم! ہم اس میں کبھی تمھارے جانشین نہیں بنیں گے...... پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اب میں تم سے کوئی بات پوچھوں تو سچ سچ بتا دو گے؟

کہنے لگے...... جی ہاں، ابو القاسم!

آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تم نے بکری کے اس گوشت میں زہر ملایا تھا؟

انھوں نے جواب دیا: جی ہاں!......

آپ ﷺ نے فرمایا: آخر کیوں؟ تمھیں ایسا کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا؟

یہودی کہنے لگے: ہمارا مقصد یہ تھا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو آپ سے ہماری جان چھوٹ جائے گی...... اور اگر آپ حقیقتاً اللہ کے سچے نبی ہیں تو یہ زہر آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا...... لیکن آپ ہمیں یہ بتائیں کہ آپ کو زہر کا پتہ کیسے چلا؟

آپ ﷺ نے ذراع اٹھایا اور فرمایا: مجھے اس ذراع نے بتایا ہے کہ تم نے اس میں زہر ملا دیا ہے......[1]

میں قربان جاؤں اس پیکر حسن و جمال پر...... میرے پروردگار کی ان پر بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں...... رب ذوالجلال نے بکری کے گوشت سے بھی کہلوا دیا: میرے آقا! ان غدار ظالموں نے آپ کو قتل کرنے کے لیے میرے رگ و ریشے میں زہر ملا دیا ہے......

[1] صحیح البخاري، حدیث: 5777، و سنن أبي داود، حدیث: 4510.

www.KitaboSunnat.com

7

میرے رب نے تمھارے رب کو قتل کر دیا

رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئیوں میں سے ایک اور واقعہ بھی سن لیجیے......

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو فارس کے بادشاہ کسریٰ کے پاس اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا...... انھوں نے آپ ﷺ کا مکتوب گرامی کسریٰ کو پہنچایا...... کسریٰ اپنی قوم کا بہت بڑا بادشاہ تھا...... پورے فارس...... ایران، ترکستان، افغانستان اور موجودہ پاکستان کے مکران، بلوچستان تک اس کی حکومت تھی...... وہ اِن تمام علاقوں پر تنہا حکومت کرتا تھا...... جب اس نے آپ ﷺ کا مکتوب گرامی پڑھا تو غصے کے مارے اس کی پیشانی شکن آلود ہو گئی...... اُس نے مکتوب مبارک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور کہنے لگا:

میرا غلام ہو کر مجھے اس طرح کا خط لکھتا ہے!

اس نے میرے نام سے پہلے اپنا نام لکھا ہے!

کسریٰ بہت خود پسند، ظالم اور متکبر شخص تھا...... اس نے خط پھاڑنے ہی پر اکتفا نہیں کیا...... بلکہ اس نے یمن کے گورنر

باذان کی طرف یہ حکم لکھ بھیجا:

مجھے اطلاع ملی ہے کہ تیرے علاقے میں ایک شخص نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے...... تو اس کے پاس دو طاقتور اور بہادر نوجوان بھیج...... وہ اسے زنجیروں میں جکڑ کر میرے سامنے پیش کریں......

یمن کے گورنر باذان نے دو نوجوان بھیج دیے کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کو پابند سلاسل کر کے لے آئیں......

چنانچہ دو ہٹے کٹے نوجوان روانہ ہو گئے...... مدینے میں قدم رکھتے ہی وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور آپ ﷺ سے کہنے لگے:

اٹھو! ہمارے ساتھ چلو...... اگر تم نے جانے سے انکار کیا تو کسریٰ تمھیں اور تمھاری قوم کو تباہ کر ڈالے گا...... تمھارے پورے شہر کا شیرازہ بکھیر دے گا...... اس کی جڑیں اکھاڑ پھینکے گا اور تمھارا نام و نشان مٹ جائے گا......

آپ ﷺ نے اُن کی طرف نگاہ اٹھائی...... انھوں نے داڑھیاں مونڈ رکھی تھیں اور لمبی لمبی مُونچھیں بڑھا رکھی تھیں...... آپ ﷺ نے ان کی طرف سے نظریں ہٹا لیں...... انھیں دیکھنا بھی گوارا نہ کیا...... تاہم آپ ﷺ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

«وَيْلَكُمَا! مَنْ أَمَرَ كُمَا بِهٰذَا؟»

www.KitaboSunnat.com

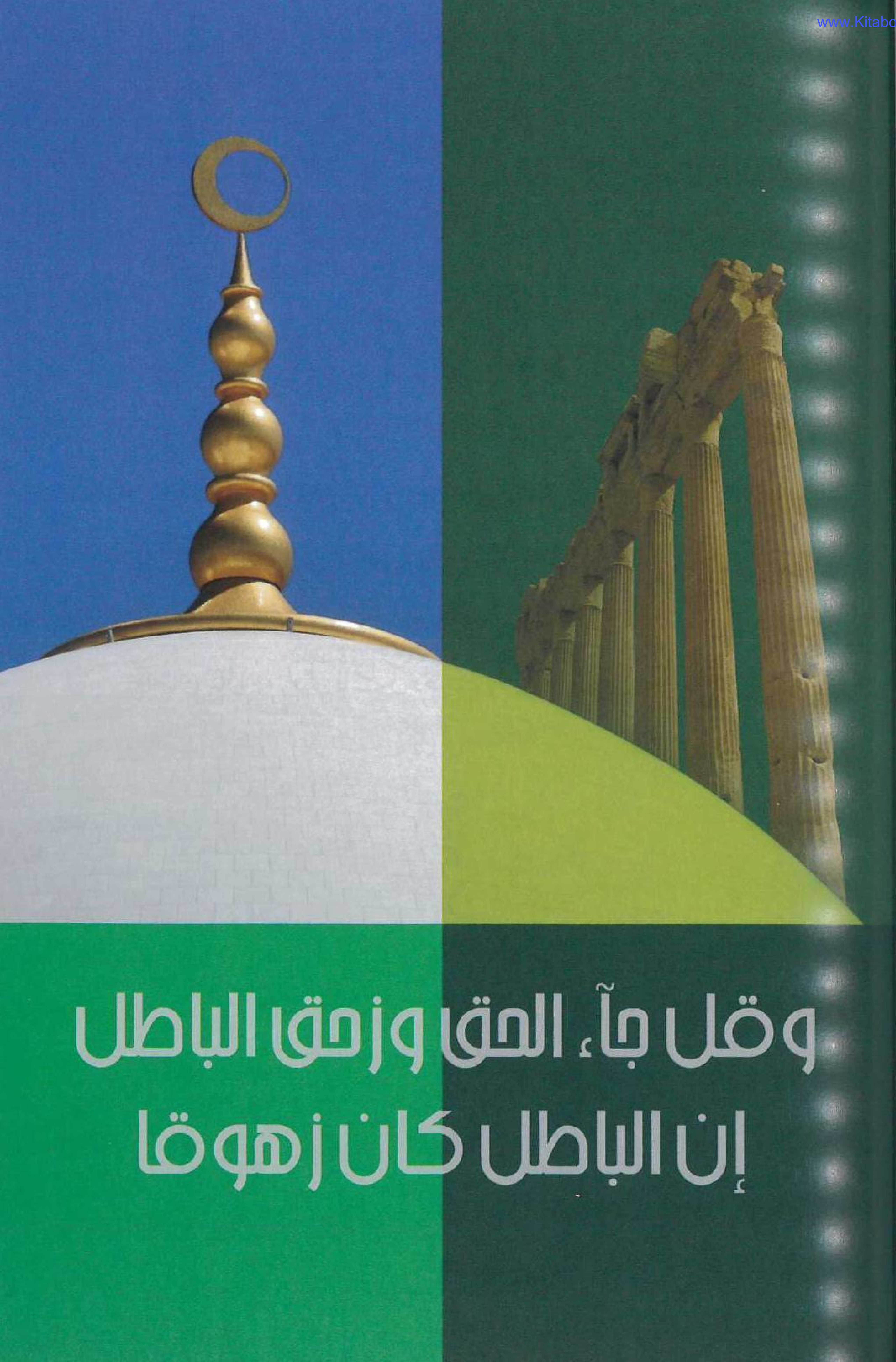

''اللہ کرے تم برباد ہو جاؤ! تمھیں ایسا کرنے کا کس نے حکم دیا ہے؟''

وہ بولے: ہمیں ہمارے رب کسریٰ نے حکم دیا ہے کہ داڑھی مونڈ دو اور مونچھیں بڑھا لو......

آپ ﷺ نے فرمایا:

«لٰكِنَّ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ ...... أَمَرَنِي بِإِعْفَاءِ لِحْيَتِي وَبِقَصِّ شَارِبِي»

''لیکن میرے پروردگار جل جلالہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں داڑھی بڑھاؤں اور اپنی مونچھیں کاٹ ڈالوں۔''

پھر آپ نے نہایت متانت سے انھیں حکم دیا: ''اب واپس چلے جاؤ، کل آنا۔'' وہ چلے گئے...... رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے کسریٰ پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا اور بیٹے نے اپنے باپ کسریٰ پر حملہ کر کے اسے عبرتناک انجام موت کے بھینٹ چڑھا دیا ہے......

دوسرے دن جب وہ دونوں آپ ﷺ کو گرفتار کرنے آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پروردگار کو تمھارے جھوٹے رب کا تکبر، غرور، اکڑنا، اترانا اور حق کو ٹھکرانا پسند نہیں آیا...... اس لیے کسریٰ پر اس کا غضب ٹوٹ پڑا اور اس نے کسریٰ کو ہلاک کر کے اپنے انتقام کا آغاز کر دیا ہے...... کسریٰ کے کٹے ہوئے گلے سے ابھی تک خون بہہ رہا ہے......

ان پر یہ بات بڑی گراں گزری...... انھیں کسریٰ کی ہلاکت پر یقین ہی نہیں آ رہا تھا...... کہنے لگے: جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟ ہم ابھی جاتے ہیں تمھاری

www.KitaboSunnat.com

بات باذان کو بتاتے ہیں...... پھر دیکھنا تمھارا کیا حشر ہوتا ہے......

آپ ﷺ نے پورے وثوق سے فرمایا:

ہاں، ہاں!...... جاؤ اسے میرا نام لے کر بتاؤ اور خبردار کر دو کہ بے شک میرا دین اور میری سلطنت وہاں تک پہنچ کر رہے گی جہاں تک کسریٰ کی بادشاہت ہے...... بلکہ آفاقِ عالم کے ہر اس کونے تک پہنچے گی جہاں تک انسانی قدموں کی چاپ سنائی دے گی اور لوگوں کے نقوش قدم نظر آئیں گے...... اسے میرا پیغام دینا کہ اگر تو اسلام قبول کر لے تو میں تیری سلطنت تیرے ہی حوالے کر دوں گا اور تجھے تیری قوم کی نئی نسل کا بادشاہ بھی بنا دوں گا......

وہ دونوں واپس یمن روانہ ہو گئے...... باذان کے پاس پہنچے اور اُسے پوری داستان سنائی......طویل فاصلے کی وجہ سے باذان کو فارس میں رونما ہونے والے حادثے کی اطلاع ابھی تک نہیں پہنچی تھی......

یہ روداد سنتے ہی باذان بے اختیار پکار اٹھا:

اللہ کی قسم! یہ کسی بادشاہ کا کلام نہیں ہے...... مجھے لگتا ہے کہ وہ آدمی اپنے دعوے کے مطابق سچا نبی ہے...... اب اس کی سچائی آزمانے کا وقت ہے...... اگر مجھے کسریٰ کی ہلاکت کی تصدیق مل گئی تو اس کے معنی یہ ہیں کہ مدینے والے نبی کی باتیں سچی ہیں اور وہ واقعی اللہ کی طرف سے مامور کیا گیا ہے...... اور اگر اس کی بات جھوٹی نکلی تو پھر اس کے بارے میں ہم آئندہ مشورہ کریں گے......

ابھی باذان نے اپنی بات مکمل ہی کی تھی کہ عین اُسی وقت اس کے پاس کسریٰ کے بیٹے شیرویہ کا خط پہنچا...... اس نے لکھا: اب میں بادشاہ بن چکا

ہوں...... تمھارے لیے حکم ہے کہ تم میرے سامنے سر تسلیم خم کر دو اور میرے ماتحت ہو کر کام کرو...... باذان نے اس خط میں کسریٰ کے قتل ہونے کا وقت لکھا ہوا دیکھا...... تو بعینہٖ وہی وقت تھا جس کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں نوجوانوں کو خبر دی تھی...... سورج کی طرح یہ صداقت باذان پر روشن ہو گئی تو اُس نے بلند آہنگی سے نعرہ لگایا: بلاشبہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں......

پھر وہ اور اہل یمن سارے کے سارے شاہِ فارس سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور جھک گئے اور مسلمان ہو گئے...... [1]

[1] السيرة لابن هشام:1/68-70، والسيرة النبوية لابن كثير:3/509.

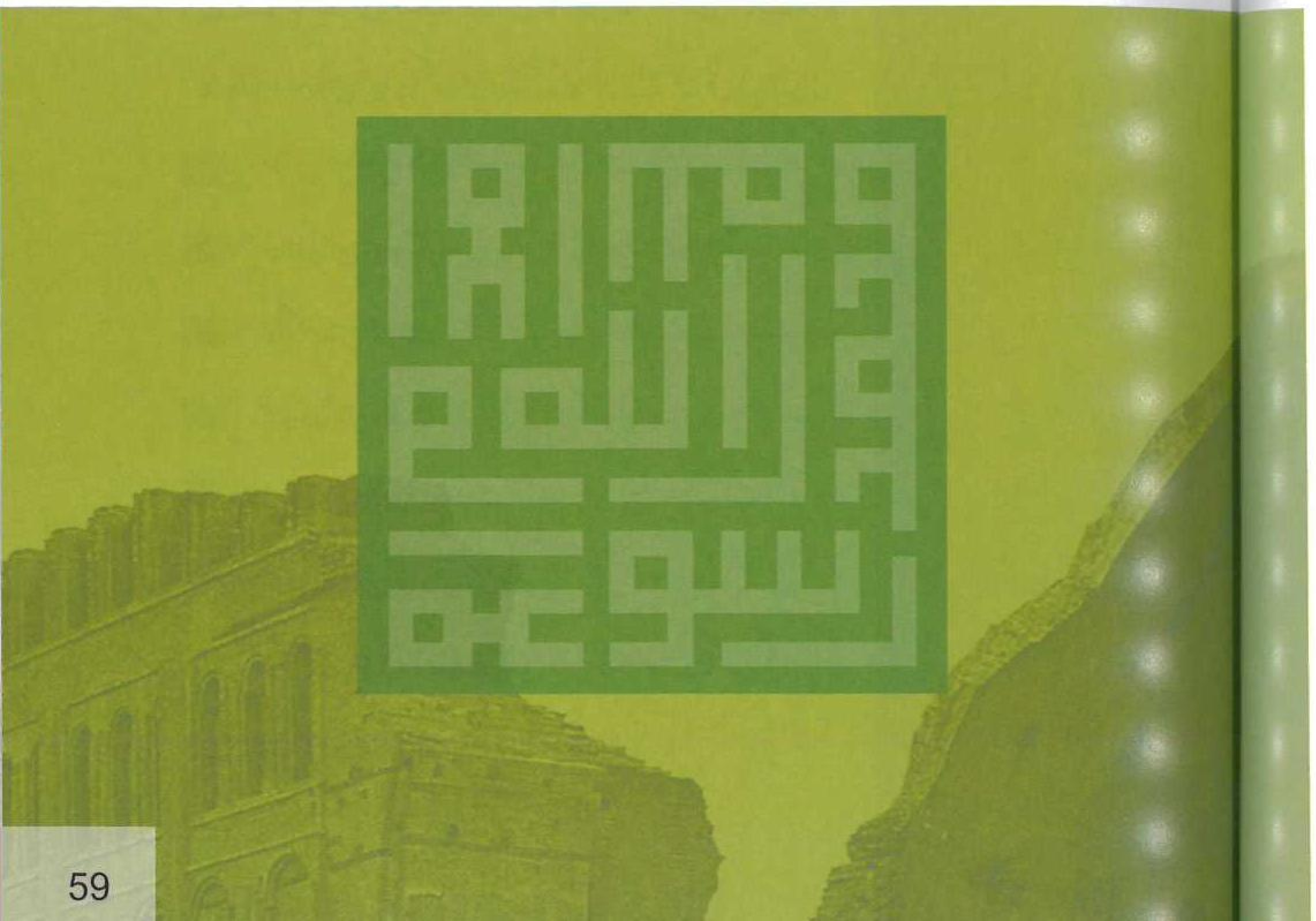

www.KitaboSunnat.com

8

سلام ہو تجھ پر...... اے خبیب!

جنگ احد کے اختتام پر رسول اللہ ﷺ قبیلۂ عضل اور قارہ کے باشندوں کے پاس تشریف لے گئے...... انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے...... آپ ہمارے ساتھ اپنے چند صحابہ کو بھیج دیجیے...... تاکہ وہ ہمیں دین کی تعلیمات سکھائیں، قرآن پڑھائیں اور اسلامی شریعت سے روشناس کرائیں......

آپ ﷺ نے چھے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم منتخب کر کے ان کے ساتھ بھیج دیے اور ان کا امیر عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بنایا...... ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

1 مرثد بن ابی مرثد غنوی

2 خالد بن بکیر لیثی

3 عاصم بن ثابت

4 خبیب بن عدی

5 زید بن دثنہ

6 عبداللہ بن طارق رضوان اللہ علیہم اجمعین

(صحیح بخاری کی روایت میں دس کا ذکر ہے مگر باقی چار کے نام نا معلوم ہیں)

یہ صحابہ رضی اللہ عنہم ان لوگوں کے ساتھ چل پڑے...... کفار کے قبائل کے قریب گزرتے ہوئے انھوں نے بڑی احتیاط ملحوظ رکھی...... انھوں نے کفار قبائل کی نظروں سے اوجھل ہو کر سفر جاری رکھا...... قبیلۂ ہذیل کے قریب ''رجیع'' نامی مقام پر جا پہنچے...... اُدھر قبیلۂ ہذیل کے لوگوں کو بھی ان کی نقل و حرکت کے بارے میں اطلاع مل گئی...... ہذیل کے 100 شہسواروں نے ان کے پیچھے گھوڑے دوڑا دیے...... وہ ان کے قدموں کے نشانات پر چلتے رہے...... بالآخر اس مقام پر جا پہنچے جہاں صحابۂ کرام ٹھہرے تھے...... وہاں انھیں کھجوروں کی گٹھلیاں نظر آئیں...... صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مدینے سے کھجوریں بطور زادِ راہ لائے تھے...... کھجوروں کی گٹھلیاں دیکھ کر شہسوار پکار اٹھے: یہ دیکھو! یہ تو یثرب ہی کی کھجوریں ہیں...... اب انھوں نے تیزی سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا پیچھا کرنا شروع کر دیا...... رفتہ رفتہ ان تک جا پہنچے اور پہنچتے ہی ان پر یکایک حملہ کر دیا...... صحابۂ کرام اس اچانک کیے جانے والے حملے سے بچنے کے لیے دوڑ کر ایک بڑی چٹان پر چڑھ گئے...... حملہ آوروں نے چاروں اطراف سے انھیں گھیرے میں لے لیا اور صحابۂ کرام کے تعاقب کے لیے پہاڑ پر چڑھنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے...... جب بار بار کوشش کے باوجود پہاڑ کی کٹھن اور دشوار گزار راہ پر ان کے قدم نہ جم سکے...... تو وہ نیچے اتر گئے اور صحابۂ کرام سے کہنے لگے: ہم تم سے پکا وعدہ کرتے ہیں کہ تم نیچے اتر آؤ تو ہم تمھیں کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں

www.KitaboSunnat.com

گے...... عاصم ؓ کہنے لگے: میں کسی کافر پر ہرگز بھروسہ نہیں کرسکتا...... اس لیے میں نیچے نہیں اتروں گا...... پھر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور دعا کی: اے اللہ! ہمارے حال سے اپنے پیغمبر محمد ﷺ کو باخبر کردے......

اُدھر ہذیل کے حملہ آوروں نے صحابۂ کرام پر تیروں کی بوچھاڑ کردی......حتی کہ عاصم اور ان کے دو ساتھی رضی اللہ عنہم تیروں کی زد میں آکر شہید ہو گئے...... اب خبیب بن عدی، زید بن دثنہ اور عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہم باقی رہ گئے...... حملہ آوروں نے انھیں پکارا: تمھارے لیے پکا وعدہ ہے اپنے آپ کو ہمارے حوالے کردو...... ہم تمھیں کچھ نہیں کہیں گے...... صحابہ رضی اللہ عنہم ان پر اعتبار کرکے نیچے اتر آئے...... جب وہ ان کی دسترس میں آگئے تو انھوں نے اپنی کمانوں کی رسیاں کھول کر ان صحابیوں کو جکڑ لیا......

حضرت عبداللہ بن طارق ؓ بولے: یہ تمھارا پہلا دھوکا ہے...... یہ کہہ کر انھوں نے رسی سے ہاتھ باہر نکالا اور اپنی تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے...... وہ بڑے بے باک اور جری ہونے کے ساتھ ساتھ بہت طاقتور بھی تھے...... اس لیے وہ بزدل حملہ آور ان کے پاس آنے کی جرأت نہ کرسکے...... اُنھوں نے دور ہی سے ان پر پتھر برسانے شروع کر دیے...... حتی کہ پتھروں کی بوچھاڑ سے شدید زخمی ہو جانے کے بعد حضرت عبداللہ بن طارق ؓ زخموں کی تاب نہ لاکر شہید ہو گئے......

بعدازاں یہ غدار حملہ آور حضرت خبیب اور زید رضی اللہ عنہما کو قید کرکے ساتھ لے گئے...... اور مکہ پہنچ کر انھیں فروخت کر دیا......

خبیب ؓ کو حارث بن عامر کے بیٹوں نے خرید لیا...... کیونکہ خبیب ؓ نے جنگ بدر میں ان کے باپ حارث کو ہلاک کیا تھا......

زید ؓ کو صفوان بن امیہ نے اپنے باپ امیہ کے بدلے میں قتل کرنے کے لیے خرید لیا...... امیہ کو بھی مسلمانوں نے معرکۂ بدر میں واصلِ جہنم کر دیا تھا......صفوان نے زید ؓ کو قتل کرنے کے لیے انھیں اپنے غلام نسطاس کے حوالے کر دیا...... نسطاس انھیں لے کر مکہ سے باہر نکلا...... ان کی موت کا تماشہ دیکھنے کے لیے قبیلۂ قریش کے لوگ ان کے اردگرد جمع ہو گئے...... ان میں ابوسفیان بن حرب بھی تھا...... اس نے حضرت زید ؓ کو رسیوں میں جکڑا ہوا دیکھا تو کہنے لگا کہ اب چند لمحوں بعد نسطاس کی تلوار تمھاری گردن تن سے جدا کر دے گی...... زید! تمھیں اللہ کی قسم! سچ سچ بتاؤ...... کیا تم اپنے دل میں یہ نہیں سوچ رہے کہ کاش! آج میری جگہ محمد (ﷺ) ہوتے...... اور ہم تمھاری بجائے ان کی گردن پر تلوار چلا دیتے...... اور تم اپنے بیوی بچوں کے ساتھ صحیح سلامت زندگی کے مزے لوٹ رہے ہوتے...... ایسی حالت میں تمھیں کتنی خوشی ہوتی؟

حضرت زید تڑپ کر بولے: بدبخت! یہ تو کیا کہہ رہا ہے......؟ اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ میری جان کے بدلے میرے آقا محمد رسول اللہ ﷺ کے پائے مبارک میں ایک کانٹا بھی چبھ

www.KitaboSunnat.com

جائے...... اور انھیں کوئی ادنیٰ سی بھی تکلیف پہنچے......

ابوسفیان بے ساختہ پکار اٹھا: واللہ! میں نے آج تک روئے زمین پر کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا...... جتنی محبت مسلمان محمد (ﷺ) سے کرتے ہیں...... پھر نسطاس نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا......

دوسری طرف حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو دشمنوں نے چند دن اپنی قید میں محبوس کیے رکھا...... اس دوران انھوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے بڑے عجیب و غریب حیرت انگیز مناظر دیکھے......

حارث کی بیٹی زینب کہتی ہے کہ میرے بھائیوں نے خبیب کو میرے گھر میں قید کر رکھا تھا...... ایک دن میں نے انھیں چھپ کر دیکھا تو بڑا تعجب ہوا...... میں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں انگور کا گچھا ہے اور انگور کے دانے اتنے بڑے بڑے ہیں کہ ایک دانہ ایک آدمی کے سر کے برابر تھا...... وہ انھیں اطمینان سے کھا رہے تھے...... حالانکہ اس موسم میں مکہ میں یہ پھل موجود نہیں تھا...... یہ صرف انھیں ہی اللہ کی خصوصی عنایت تھی...... جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انھوں نے مجھ سے کہا: مجھے کوئی اُسترا دے دو...... تا کہ میں قتل ہونے سے پہلے اپنے جسم کی صفائی کر کے پاک ہو جاؤں...... وہ اپنے بدن کے غیر شرعی بال صاف کرنا چاہتے تھے...... میں نے ایک تیز دھار اُسترا انھیں پکڑا دیا...... پھر میں اپنے کام میں مشغول ہوگئی اور مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ میرا بچہ چلتا پھرتا ان کے قریب جا پہنچا...... انھوں نے بچے کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنی گود میں بٹھا لیا...... جونہی میری نظر پڑی تو اچانک مجھے شدید جھٹکا لگا...... میں سوچنے لگی اُف توبہ! یہ

میں نے کیا کیا......؟ اللہ کی قسم! یہ شخص تو اپنے غم و غصے کی وجہ سے اسی تیز دھار اُسترے سے میرے بچے کو ذبح کر ڈالے گا...... اُسے تو قتل ہونا ہی ہے...... اس لیے یہ شخص قتل ہونے سے پہلے ہی کہیں اپنے قتل کا انتقام نہ لے لے......

میری سہمی ہوئی شکل دیکھ کر خبیب بھانپ گئے کہ میں ڈر گئی ہوں...... اُسترا ان کے ہاتھ میں تھا...... کہنے لگے: ڈر کیوں گئی ہو......؟ تم کیا سمجھتی ہو کہ میں اسے قتل کر دوں گا......؟ ان شاء اللہ میں ایسا کبھی نہیں کروں گا...... میں دھوکہ کرنے والا نہیں ہوں ...... بس اتنی بات کہی اور بچے کا راستہ چھوڑ دیا...... میں نے خبیب سے اچھا قیدی زندگی بھر نہیں دیکھا...... پھر وہ لوگ خبیب کو سولی پر لٹکانے کے لیے لے گئے...... جب انھوں نے تختۂ دار پر قدم رکھا تو خبیب نے ان لوگوں سے کہا:

اگر تم اجازت دو تو میں دو رکعت نماز پڑھ لوں؟ انھوں نے کہا: جاؤ، پڑھ لو......

حضرت خبیب نے اطمینان سے نماز پڑھی...... پھر واپس آ گئے اور کہنے لگے: ربّ ارض و سماء کی قسم! اگر تم یہ نہ سمجھتے کہ میں نے قتل ہونے کے خوف سے نماز لمبی کر دی ہے تو میں کچھ دیر اور نماز پڑھتا......

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے قتل ہونے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ شروع کیا......

جب انھیں تختۂ دار پر کھڑا کر کے زنجیروں میں جکڑ دیا گیا تو انھوں نے

www.KitaboSunnat.com

آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی اور عرشِ الٰہی کا دروازہ کھٹکھٹا کر فریاد کی: اے مقدس پروردگار! ہم نے تیرے رسول ﷺ کا پیغام پہنچا دیا ہے...... اے اللہ! میرے پاس یہاں کوئی ایسا شخص موجود نہیں جس کے ذریعے میں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کو سلام بھیج سکوں...... میرے مالک! اپنے پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ تک میرا سلام بھی پہنچا دے اور انھیں ہمارے ساتھ کیے گئے دھوکے کی اطلاع بھی کر دے......

پھر بارگاہ الٰہی میں ان دشمنوں کے لیے بددعا کی:

«اَللّٰهُمَّ! أَحْصِهِمْ عَدَدًا...... وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا...... وَلَا تُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا»

''اے اللہ! ان لوگوں کو گن گن کر تباہ کر...... چُن چُن کر ہلاک فرما...... ان میں کسی کو زندہ نہ رہنے دے۔''

جب حضرت خبیب یہ بددعا کر رہے تھے تو ان کی اس بددعا کے ڈر کی وجہ سے ان لوگوں میں سے ایک بندہ زمین کے ساتھ چمٹ گیا اور پھر ابھی ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ وہ سب لوگ ایک ایک کر کے کسی نہ کسی بیماری میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گئے اور ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا، صرف وہی شخص زندہ بچ گیا جو زمین کے ساتھ چمٹ گیا تھا۔

پھر حضرت خبیب نے یہ اشعار پڑھے:

فَلَسْتُ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِماً

عَلٰى أَيِّ شِقٍّ كَانَ فِي اللّٰهِ مَصْرَعِي
وَذَالِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَّشَأْ
يُبَارِكْ عَلٰى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ

«ہرگز نہیں پروانۂ شمع ہُدیٰ کو غم!
راہِ خدا میں جائے پچھاڑا کسی پہلو
کرتا ہوں جاں سپرد میں جانِ آفرین کے
کردے مرے ہر عضو کو برکت سے جو مملوّ»

جب مجھے ایمان کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہے تو پھر کیا غم؟ اللہ کے راستے میں مجھے چاہے کسی بھی پہلو پر گرا دیا جائے...... میرا یہ عمل خالصتاً اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ہے...... وہ چاہے تو میرے انگ انگ سے کاٹی ہوئی ٹوٹی پھوٹی ہڈیوں کے جوڑوں میں بھی برکت ڈال سکتا ہے......

اس کے بعد مشرکین نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو پھانسی دے دی...... یہ حادثہ مکہ سے باہر مقام تنعیم میں رونما ہوا اور مکے سے 400 کلومیٹر کے فاصلے پر مدینے کی سرزمین میں ٹھیک اسی لمحے جبکہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا...... رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ کی گئی ہولناک غداری اور سفا کی کے باعث بے حد غمگین ہو گئے...... آپ اپنے قریب موجود صحابہ کرام کو اس دل دوز سانحے کی خبر سنانا چاہتے تھے......

www.KitaboSunnat.com

آپ اسی دکھ، درد اور پریشانی میں تھے کہ اچانک آپ ﷺ کے لبِ مبارک سے یہ صدا نکلی: وَ عَلَيْكَ السَّلَامُ خُبَيْبُ!...... وَ عَلَيْكَ السَّلَامُ...... اے خبیب! تجھ پر اللہ اپنی رحمتیں نازل فرمائے!......

پھر فرمایا: خبیب کو قریشیوں نے شہید کر دیا ہے......

1 فتح الباري: 7/473-481، حديث: 4086، و معرفة الصحابة لأبي نعيم: 8/278، ودلائل النبوة لأبي نعيم: 2/505-511.

9

اللہ ابوذر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے!

یہ ان دنوں کی بات ہے جب رسول اللہ ﷺ جنگ کے ارادے سے صحابہ کرام کے ساتھ تبوک کی طرف سفر کر رہے تھے...... راستہ انتہائی دشوار گزار تھا...... چلچلاتی ہوئی دھوپ پڑ رہی تھی...... گرمی شباب پر تھی...... لوگ دھیرے دھیرے پیچھے کھسکتے جا رہے تھے...... رسول اللہ ﷺ نے کسی واپس جانے والے کو کچھ بھی نہ کہا......

صحابہ کہتے تھے: اللہ کے رسول! فلاں بھی واپس جا رہا ہے...... فلاں بھی ساتھ چھوڑ رہا ہے...... آپ ﷺ فرماتے تھے: جو جاتا ہے اُسے جانے دو...... اگر اس میں ذرا بھی تمھارے لیے بہتری نہ ہوئی تو سمجھنا کہ اللہ نے تمھیں اس کے شر سے محفوظ فرما لیا ہے...... فدایانِ قرآن وسنت کا قافلہ سوئے منزل رواں دواں ہے...... رسول اللہ ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ تپتی ہوئی ریت پر قدم بہ قدم چلے جا رہے ہیں...... ابوذر رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابہ میں سے تھے...... وہ بھی اس مقدس قافلے میں شامل تھے...... وہ جس اونٹ پر سوار تھے وہ انتہائی کمزور اور مضمحل تھا...... اونٹ چلنے سے بیزار ہوتا گیا اور وہ آہستہ آہستہ کارواں سے

www.KitaboSunnat.com

کٹتے گئے...... چند میل سفر کر کے کسی صحابی نے پلٹ کر دیکھا تو ابو ذر غائب تھے...... وہ اچانک بول اُٹھے: یا رسول اللہ! اب تو ابوذر بھی چلے گئے ہیں...... اُن کا اونٹ انھیں لے ڈوبا ہے......

آپ نے وہی جواب دیا جو دوسروں کے لیے دیا تھا، فرمایا: جاتا ہے تو جانے دو...... اگر اس میں کوئی بھلائی ہوئی تو اللہ تعالیٰ خود اسے لے آئے گا...... اور اگر اس میں ذرا بھر بھی تمھارے لیے بہتری نہ ہوئی تو سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے تمھیں بچا لیا ہے...... آہ! ابوذر...... اُنھیں تو اُن کے اونٹ نے تھکا دیا تھا...... ان کا سفر دشوار تر کر دیا تھا اور قافلے کے ساتھ چلنے میں رکاوٹ بن گیا تھا...... انھوں نے حسرت بھری نگاہ سے اونٹ کی طرف دیکھا جو لمحہ بہ لمحہ پیچھے ہی کھسکتا جا رہا تھا...... انھیں اور کچھ نہ سُوجھا بس جلدی سے اونٹ سے اُترے...... سامان اٹھا کر اپنی کمر پر رکھا...... اونٹ وہیں چھوڑا اور پیدل ہی چل پڑے...... نہ زمین کی تپش کی پروا نہ سورج کی گرمی کا احساس...... بس رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے کی دُھن میں اسلام کا یہ مایۂ ناز سپاہی چلچلاتی دھوپ اور آتش فشاں ریت پر دیوانہ وار آگے بڑھتا جا رہا تھا......

دوران سفر رسول اللہ ﷺ نے کسی جگہ پڑاؤ ڈالا...... صحابہ نے مڑ کر دیکھا تو بولے: یارسول اللہ! دیکھیے! ایک شخص ہماری طرف چلا آ رہا ہے...... آپ ﷺ نے اس آنے والے کی طرف نظر دوڑائی جو سامان اپنی کمر پر لادے موج دریا کی طرح ساحل کی تلاش میں چلا آ رہا تھا......

غبار اڑ اڑ کے کبھی اسے اپنے دامن میں چھپا لیتا تھا اور کبھی اس سے دور

ہٹ کر اسے لوگوں کے سامنے نمایاں کر دیتا تھا...... رسول اللہ ﷺ کی نگاہ جب اُن پر پڑی تو فرمایا: اللہ کرے تو ابوذر ہو!......

صحابہ رضی اللہ عنہم نے پورے انہماک اور عمیق نظر سے دیکھا تو بول اٹھے: اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! وہ تو واقعی ابوذر ہی ہیں...... آپ ﷺ نے دور تک نگاہ دوڑائی اور ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو فرمایا:

«يَرْحَمُ اللّٰهُ أَبَا ذَرٍّ...... يَمْشِي وَحْدَهُ...... وَيَمُوتُ وَحْدَهُ...... وَيُبْعَثُ وَحْدَهُ»

”ابوذر پر اللہ کی رحمت ہو...... اکیلا ہی آ رہا ہے...... اکیلا ہی اس دنیا سے جائے گا اور اکیلا ہی روزِ محشر اٹھایا جائے گا۔“

اس دعا کے بعد کئی برس بیت گئے......

رسول اللہ ﷺ رحلت فرما گئے......

ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے...... ان کی وفات

www.KitaboSunnat.com

کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کا منصب سنبھالا...... وہ بھی چل بسے...... پھر خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ کا آغاز ہوا...... اس دوران ابوذر رضی اللہ عنہ نے مدینہ چھوڑا اور ربذہ چلے گئے...... ان کے باقی گھر والے داغ مفارقت دے گئے...... صرف ایک اہلیہ محترمہ اور ایک بچہ زندہ رہ گیا...... انھوں نے صحراء میں خیمہ لگایا اور اسی میں رہنے لگے......

حالات نے پلٹا کھایا...... ابوذر کو بڑھاپے نے آلیا...... موت اپنی جھلکیاں دکھانے لگی...... ابوذر کی بیوی ام ذر کو اور کچھ نہ سُوجھا اپنے رفیق حیات کے سرہانے بیٹھ کر رونے لگیں...... ابوذر نے پلٹ کر دیکھا...... اپنے اس ایک سہارے کو بھی مایوسی کے عالم میں روتے دیکھا تو پوچھا: ام ذر! کیوں رو رہی ہو؟ وہ بولیں: روؤں نہ تو اور کیا کروں...... تم ہی تو میری زندگی کے ساتھی ہو...... تمھیں بھی موت نے اس ویرانے میں آدبوچا ہے جہاں نہ کوئی گھر ہے نہ در ہے...... نہ کوئی آدم نہ آدم زاد...... بس سنسان، بیابان ہے...... میرے پاس تو تمھارے کفن کے لیے کپڑا تک نہیں ہے......

بولے: پگلی! روتی کیوں ہو؟ آنسو پونچھ لو...... میں تمھیں ایک خوشخبری سناتا ہوں۔ میں نے آج سے کئی برس پہلے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا...... آپ ایک جماعت سے خطاب فرما رہے تھے...... اُس جماعت کا ایک شریکِ محفل میں بھی تھا...... آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَيَمُوتَنَّ رَجُلٌ مِّنْكُمْ بِفَلَاةٍ مِّنَ الْأَرْضِ...... يَشْهَدُهُ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ»

''یقیناً تم میں سے ایک شخص ویران علاقے میں فوت ہوگا...... اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہوگی۔''

اُس وقت میرے ساتھ جتنے لوگ موجود تھے وہ سارے کے سارے ایک ایک کر کے اپنی اپنی بستی میں فوت ہو گئے...... ان میں سے صرف میں بچ گیا ہوں...... اب اس صحراء میں مجھے موت نے آدبوچا ہے...... پھر ابوذر رضی اللہ عنہ نے پورے یقین کے ساتھ فرمایا: اللہ کی قسم! نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ محمد رسول اللہ ﷺ نے کوئی غلط بیانی کی...... تم جاؤ، سڑک پر نظر دوڑاؤ...... کوئی نہ کوئی ضرور آرہا ہوگا......

وہ کہنے لگیں: اب یہاں کون آسکتا ہے؟ حج کے دن ہیں...... لوگ حج کرنے مکہ روانہ ہو گئے ہیں...... سڑکیں ویران پڑی ہیں......

ابوذر بولے: جاؤ، دیکھو تو سہی...... وہ مایوسی کے عالم میں چل پڑیں...... ریت کے ٹیلے پر چڑھ گئیں...... دُور دُور تک نظر دوڑائی...... ہر طرف ہُو کا عالم تھا...... سڑک ویران پڑی تھی...... کوئی راہگیر نہیں تھا...... وہ واپس آگئیں......

www.KitaboSunnat.com

اپنے رفیق حیات کی دیکھ بھال کی...... انھیں دلاسہ دیا...... جب کمزوری اور بیماری نے انھیں پوری طرح اپنے شکنجوں میں جکڑ لیا...... ام ذر پھر اٹھیں اور ویران نگاہوں سے سڑک تکنے لگیں ...... اس امید پر کہ شاید اندھیرے میں کوئی روشنی کی کرن دکھائی دے......لیکن اس بار بھی کوئی نظر نہ آیا...... مایوس ہو کر پھر واپس آ گئیں...... وہ نہایت غمزدہ بیٹھی تھیں کہ اچانک چند نوجوان دکھائی دیے...... وہ دور سے اپنی سواریاں دوڑاتے آ رہے تھے...... یہ نوجوان ام ذر کے قریب اترے...... پوچھنے لگے: اللہ کی بندی! کیا بات ہے؟ تم غمگین کیوں ہو؟ وہ بولیں: ایک مسلمان ہے...... اس کی زندگی کے لمحات ختم ہونے والے ہیں...... ابھی دیکھتی آنکھوں اس کا سانس اکھڑ جائے گا اور نبضیں ڈوب جائیں گی...... اسے کفن دینے والا کوئی نہیں...... کیا تم اسے کفن دو گے؟

راہ گیر: وہ کون ہیں؟

ام ذر: ان کا نام ابوذر ہے......

راہ گیر: کیا وہی ابوذر رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں؟

ام ذر: جی ہاں! وہی ابوذر ہیں......

یہ سنتے ہی وہ زور سے چلائے: ابوذر! ابوذر!...... وہ دوڑ کر ان کے خیمے میں داخل ہو گئے اور ان کے سرہانے بیٹھ گئے...... ابوذر رضی اللہ عنہ نے اھلاً وسھلاً و مرحباً کہہ کر ان کا استقبال کیا اور ڈولتی ڈوبتی آواز میں کہنے لگے: ساتھیو! بیتے دنوں کی بات ہے...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت سے خطاب فرمایا تھا...... اس جماعت کے افراد میں ایک فرد میں بھی تھا...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس لبوں سے

نکلنے والا ایک ایک لفظ ابھی تک میرے کانوں میں گونج رہا ہے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

«لَيَمُوتَنَّ رَجُلٌ مِّنْكُمْ بِفَلَاةٍ مِّنَ الْأَرْضِ يَشْهَدُهُ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ»

''یقیناً تم میں سے ایک شخص ویران علاقے میں فوت ہوگا، اس کے جنازے میں مسلمانوں کی ایک جماعت شریک ہوگی۔''

اُس محفل میں موجود میرے سارے ساتھی ایک ایک کر کے اپنے اپنے ان آباد علاقوں میں فوت ہو گئے جہاں لوگوں کا ہجوم تھا...... اب تنہا میں ہی وہ شخص ہوں جس کی زندگی کا چراغ اس بے آب و گیاہ صحرا میں گُل ہونے والا ہے......تم سُن رہے ہو نا......؟

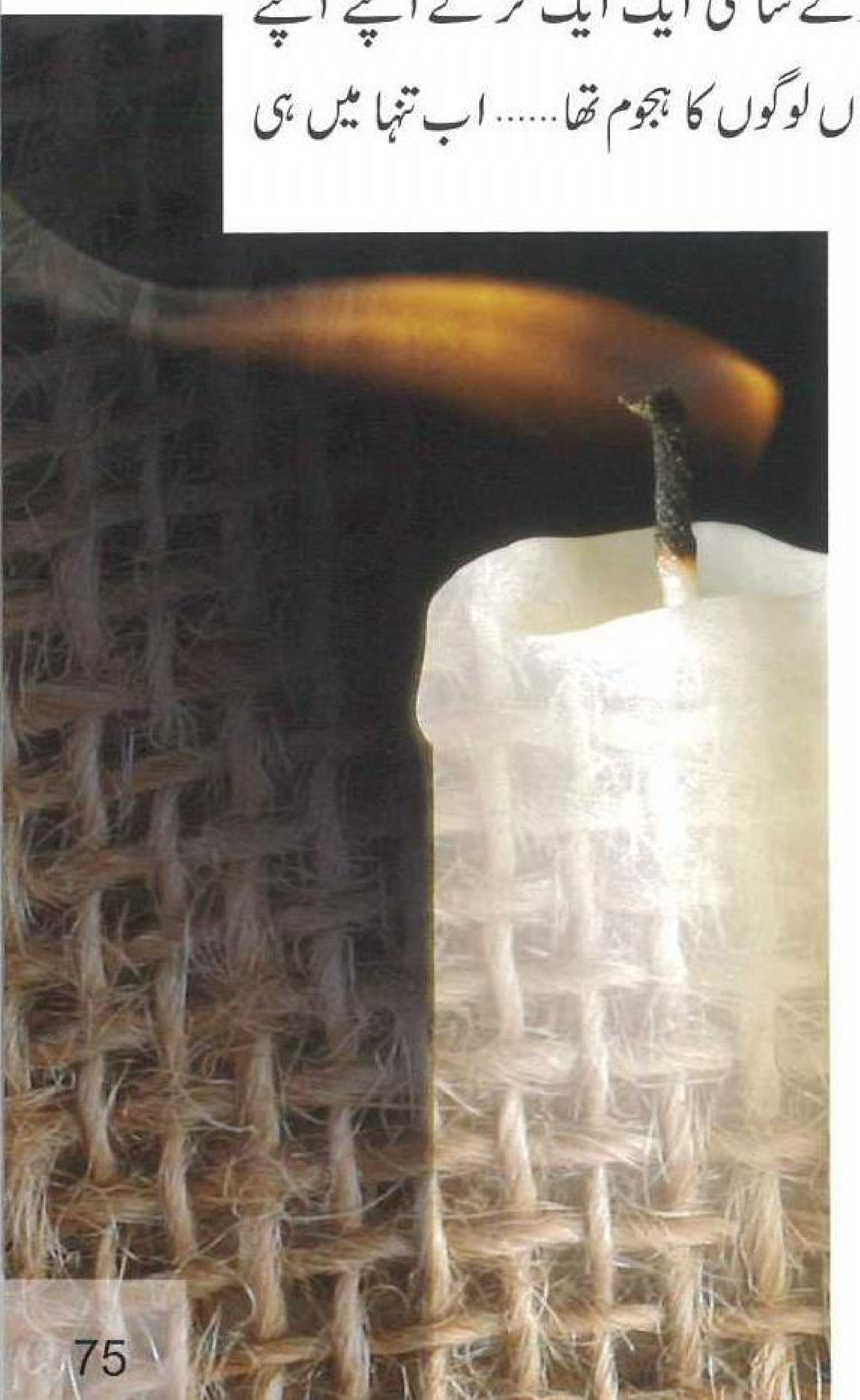

اگر میرے پاس یا میری بیوی کے پاس کپڑے کا اتنا سا ٹکڑا بھی ہوتا جس سے میرا وجود ڈھانپا جا سکتا تو میں آپ کے سامنے کبھی یہ ضرورت ظاہر نہ کرتا...... تمھیں میری ڈوبتی ہوئی آواز سنائی دے

www.KitaboSunnat.com

رہی ہے نا......؟

میں تمھیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ تم میں سے مجھے کوئی ایسا شخص کفن نہ دے جو کسی قوم کا لیڈر ہو، جرنیل ہو یا پیام رساں ہو...... یا کسی قبیلے کا چودھری یا نگران ہو......

انھوں نے اپنے ساتھیوں پر نظر دوڑائی...... ان میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جو ان عہدوں میں سے کسی نہ کسی عہدے پر فائز نہ ہو...... ہاں، ایک انصاری تھا...... اُس نے ابھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تھا...... اس نے کہا: چچا جان! میں آپ کو کفن دوں گا...... آپ نے جتنے بھی مناصب بیان فرمائے ہیں، میں ان میں سے کسی بھی منصب پر فائز نہیں ہوں...... میں آپ کو اپنی چادر اور سُوت کے اُن دو کپڑوں میں کفن دوں گا جو میری ماں نے میرے لیے بُنے تھے......

ابوذر رضی اللہ عنہ ابھی اپنے کفن دفن ہی کی ہدایات دے رہے تھے کہ یکا یک اُنھوں نے آخری ہچکی لی اور اللہ کو پیارے ہو گئے...... انھی لوگوں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے کفن دفن کی تیاری کی...... اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اچانک اُسی وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ میں مقیم اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے گزرے...... اور ان لوگوں کو دیکھ کر رک گئے...... انھوں نے پوچھا: یہ کیا معاملہ ہے؟

جواب ملا: یہ ابوذر رضی اللہ عنہ کا جنازہ ہے...... جونہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام سُنا ان کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے...... کہنے لگے: ارے ہاں! واقعی ہمارے رہبر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا:

«يَرْحَمُ اللّٰهُ أَبَاذَرٍّ...... يَمْشِي وَحْدَهُ...... وَيَمُوتُ وَحْدَهُ...... وَيُبْعَثُ وَحْدَهُ»

”اللہ ابوذر پر رحم کرے...... یہ اکیلا چلا آ رہا ہے...... اکیلا ہی فوت ہو گا...... اور اکیلا ہی روز محشر اٹھایا جائے گا۔“ [1]

یہ کہہ کر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سواری سے نیچے اترے...... ان کی نماز جنازہ پڑھائی...... اور اپنے ہاتھوں سے انھیں منوں مٹی کے نیچے دفن کر دیا۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین

1 السيرة النبوية لابن كثير: 15/4، والخصائص الكبرىٰ: 453/1، و مسند أحمد: 166/5.

www.KitaboSunnat.com

اللہ کو تمھاری مہمان نوازی بھا گئی

ایک اجنبی مسافر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا...... کہنے لگا: یا رسول اللہ! بھوک سے نڈھال ہوں......

اس کے چہرے پر بھوک کے آثار نمایاں تھے...... یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کئی دنوں سے بھوکا ہے......

آپ ﷺ نے اپنی ایک اہلیہ محترمہ کو پیغام بھیجا: کیا تمھارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟

انھوں نے جواب دیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میرے پاس پانی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے...... آپ ﷺ نے دوسری اہلیہ محترمہ کی طرف پیغام بھیجا: تمھارے پاس کوئی چیز ہے: روٹی، کھجور یا دودھ؟

انھوں نے بھی وہی جواب دیا جو پہلی اہلیہ محترمہ نے دیا تھا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میرے پاس پیاس بجھانے کے لیے صرف پانی ہے اور کچھ نہیں...... آپ نے اور کی طرف بھیجا...... پھر اور کی طرف بھیجا...... غرضیکہ آپ نے یہ پیغام یکے بعد دیگرے تمام ازواجِ مطہرات کو بھیجا...... سب نے یہی جواب دیا: ہمارے پاس صرف پانی ہے اور کچھ نہیں......

اب آپ ﷺ نے اپنے جان نثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: آج کی شب جو اس مہمان کی مہمان نوازی کرے گا میں اسے رحمت الٰہی کا مستحق بننے کی ضمانت دیتا

ہوں...... اللہ اس پر اپنی رحمتیں نچھاور کرے گا......

آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی انھی حالات سے دوچار تھے جن کا سامنا آپ ﷺ کر رہے تھے...... اکثر صحابہ کی حالت یہ تھی کہ اُنھیں صبح کا کھانا میسر ہوتا تو شام کو کھانے کے لیے کچھ نہ ملتا...... اگر شام کو مل جاتا تو صبح کے لیے کچھ بھی نہ ہوتا......

صحابہ رضی اللہ عنہم خاموش رہے...... اس مسافر کو بھوک ستائے جا رہی تھی...... وہ مہمان نوازی کے انتظار میں امید بھری نظروں سے ایک ایک صحابی کا منہ تک رہا تھا...... بالآخر ایک انصاری لبیک کہتے ہوئے اٹھا: یا رسول اللہ! آپ کے مہمان کو میں کھانا کھلاؤں گا......

پھر وہ مہمان کو ساتھ لے کر اپنے گھر چل دیا...... اندر داخل ہوئے...... بیوی کو آواز دی، پوچھا: کھانے کے لیے کچھ ہے؟ وہ بولیں: کچھ نہیں...... صرف بچوں کے لیے تھوڑا سا کھانا بچا ہوا ہے...... بے چارے کل سے بھوکے ہیں...... صبح بھی ان کے کھانے کے لیے کچھ نہیں تھا...... دن بھر میں صرف ایک دفعہ کھانا میسر آیا ہے اور جو اس وقت موجود ہے وہ بھی کفایت نہیں کرے گا...... بہت تھوڑا ہے......

یہ مشکل ترین گھڑی تھی جو اس صحابی رضی اللہ عنہ کے لیے کڑی آزمائش بن گئی؟ حقیقتاً یہی وہ موقع تھا کہ اُسے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کر کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اپنی محبت و عقیدت کا

www.KitaboSunnat.com

ثبوت دینا تھا......

اس نے اپنی بیوی سے کہا: بچے بھوکے رہتے ہیں تو رہنے دو...... لیکن میں اپنے ہادی و رہبر حضرت محمد ﷺ کے مہمان کو بھوکا واپس نہیں بھیج سکتا...... تم کسی اور طرح بچوں کا دل بہلاتی رہو حتیٰ کہ کھانا کھائے بغیر ہی ان کی آنکھ لگ جائے......

آہ! جن کی گزشتہ شب بھی فاقے کی حالت میں کٹی تھی اور دن بھی بھوک کی حالت میں گزرا تھا...... آج رات انھیں پھر بہلا کر بھوکا سُلایا جا رہا ہے...... قربان جاؤں ایسے جاں نثاروں پر جو رسول اللہ ﷺ کے ایک اشارے پر اپنے بچوں کی مامتا بھی قربان کر دیتے تھے...... وہ ماں جو خود بھوکی رہ کر اپنے بچوں کو کھلاتی ہے...... خود پیاسی رہ کر اپنے بچوں کو پلاتی ہے...... وہ آج رات اپنے دو دن سے بھوکے جگر کے ٹکڑوں کو مہمان رسول ﷺ کی خاطر بہلاتی ہے اور سلا دیتی ہے...... اور ایک ہم ہیں جو اپنے بچوں کو دنیا میں ہر قسم کا آرائش و آرام دینے کے لیے حلال و حرام کی تمیز سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں...... اور اپنے بچوں کو سود کا مال کھلا کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اعلانِ جنگ کو بخوشی قبول کر لیتے ہیں......

جب صحابہ اس قدر جاں نثاری کے عملی مظاہرے کریں تو اللہ تعالیٰ دنیا ہی

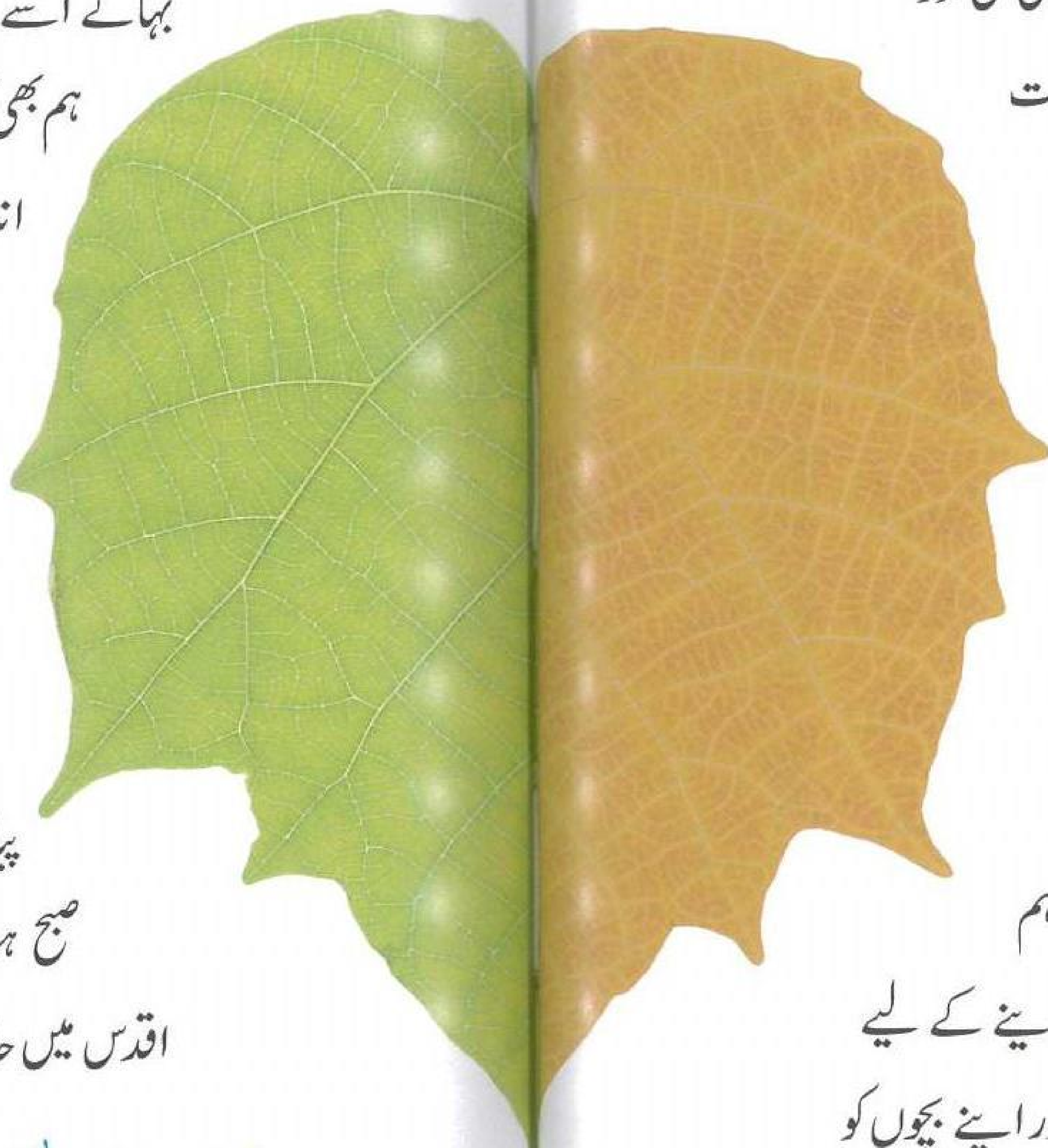

میں انھیں جنت کے ٹکٹ کیوں نہ دے...... معاملہ صرف اتنا ہی نہ تھا کہ ان مثالی میاں بیوی نے اپنے بچوں کو بھوکا سلا کر رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی میزبانی کی...... اب اس سرگزشت کا اگلا حصہ سنیے: انصاری صحابی نے اہلیہ کو ہدایت دی کہ جب ہمارا مہمان کھانا کھانے بیٹھ جائے تو تم چراغ کی لو ٹھیک کرنے کے بہانے اسے بجھا دینا...... تاکہ اُسے یوں محسوس ہو کہ اس کے ساتھ ہم بھی کھانا کھا رہے ہیں...... چنانچہ ایسا ہی ہوا...... گھٹا ٹوپ اندھیرے میں وہ دونوں مہمان کے قریب دسترخوان پر بیٹھ گئے...... مہمان بھوک کی شدت کی وجہ سے کھانا کھاتا جا رہا تھا اور وہ دونوں میاں بیوی اپنی زبان نمائشی طور پر چلائے جا رہے تھے...... یہاں تک کہ کھانا ختم ہو گیا...... اور رسول اللہ ﷺ کا مہمان وہاں سے رُخصت ہوا تو ہشاش بشاش تھا...... کیونکہ اس کی پیاس بجھ چکی تھی اور شکم سیر ہو چکا تھا......

صبح ہوئی تو وہ انصاری میزبان رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا...... اُسے دیکھتے ہی آپ ﷺ نے فرمایا:

«قَدْ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ صَنِيعِكُمَا بِضَيْفِكُمَا اللَّيْلَةَ»

”تم دونوں میاں، بیوی نے اپنے مہمان کے لیے جو قربانی دی ہے، اللہ اس سے بہت خوش ہوا ہے۔“ [1]

www.KitaboSunnat.com

یہ وہ اطلاع تھی جو عرش معلّٰی سے آئی تھی اور ساتوں آسمانوں کو پھلانگتی ہوئی رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئی تھی کہ آپ کے ایک جاں نثار صحابی نے آپ کا ایسا اکرام کیا ہے کہ قیامت تک اس کی نظیر ناپید رہے گی۔

نوٹ: یہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات کی پہلی لڑی تھی جو ہم نے آپ کے گوش گزار کی...... اس بات میں کسی شک و شبہ کی ہرگز گنجائش نہیں کہ یہ وہ انکشافات تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعۂ وحی مطلع فرمایا تھا...... ورنہ اس حقیقت سے تو ہم سب آگاہ ہیں کہ اللہ کے علاوہ مشرق سے لے کر مغرب تک......شمال سے لے کر جنوب تک......آسمان کی بلندیوں سے لے کر تحت الثریٰ کی گہرائیوں تک...... چاہے انسان ہوں...... چاہے جن ہوں...... چاہے ملائک ہوں......آفاق کائنات میں بسنے والا کوئی فرد غیب کا علم نہیں جانتا...... وہ تنہا دانائے آشکار ونہاں ہے...... چنانچہ اس مالک ارض وسماء نے فرمایا:

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۙ﴾

”(وہی) غیب (کی باتیں) جاننے والا ہے، پس کسی پر اپنے غیب کو

ظاہر نہیں کرتا، مگر جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے، تو بے شک وہ اس (رسول) کے آگے اور اس کے پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے (جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں اور وحی الٰہی کے ذریعے اس تک خبریں پہنچاتے رہتے ہیں۔)“ [2]

خود اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ لوگوں کو صاف صاف بتا دو کہ میں غیب کا علم نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ۧ﴾

”(اے پیغمبر!) آپ (ان لوگوں کو آگاہ) فرما دیں: میں اپنی جان کے لیے (بھی) نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے، اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں تو صرف ڈرانے والا ہوں (ان لوگوں کو جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بغاوت کرتے ہیں) اور ان لوگوں کو خوشخبری سنانے والا ہوں جو ایمان لاتے ہیں۔“ [3]

www.KitaboSunnat.com

اس کے علاوہ اور بھی بے شمار آیات اور احادیث ہیں جو یہ حقیقت اُجاگر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کائنات کا کوئی شخص، چاہے نبی ہو یا ولی غیب کا علم نہیں جانتا...... اور رسول اللہ ﷺ کا کسی خبر کے بارے میں مطلع ہونا...... یا آپ ﷺ کا اپنی عدم موجودگی میں وقوع پذیر ہونے والے حادثے کے بارے میں سو فیصد صحیح اطلاع دے دینا...... درحقیقت آپ کی نبوت کی صداقت کی ایک نشانی ہے...... یہ علم غیب نہیں ہے...... کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝﴾

’’بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، اور وہی بارش برساتا ہے، اور وہی جانتا ہے جو (ماؤں کے) پیٹوں میں ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ خوب جاننے والا، خوب باخبر ہے۔‘‘ [4]

کائنات کا کوئی بھی شخص ہو...... اسے اس جسارت کی اجازت نہیں ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ میرے لیے غیبی خبروں کا انکشاف ہوتا ہے...... یا میں مستقبل کے حالات میں جھانک لیتا ہوں...... کسی کا کسی بھی شخص کے بارے میں یہ بتانا کہ اُس کے آئندہ شب و روز کس طرح بسر ہوں گے...... اور اُسے کن حادثات کا سامنا کرنا پڑے گا...... یہ سب کچھ بالکل جھوٹ، افتراء پردازی، عیاری اور

مکاری پر مبنی ہے...... بلکہ غیب کی خبریں بتانے والے کاہنوں...... یا علم نجوم کے ماہروں...... یا ہاتھ دیکھ کر مستقبل کی قسمت اور تقدیر بتانے والوں کی تصدیق کرنا...... انھیں اپنا ہاتھ دکھانا...... اور ان سے مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات و حادثات کے بارے میں پوچھنا بالکل حرام اور شرک ہے...... اور شرک کے مرتکب کے لیے روز محشر معافی کا قطعاً کوئی امکان نہیں۔

1 صحیح مسلم، حدی ث: 2054. 2 الجن 27,26/72. 3 الأعراف 188:7.
4 لقمٰن 34:31.

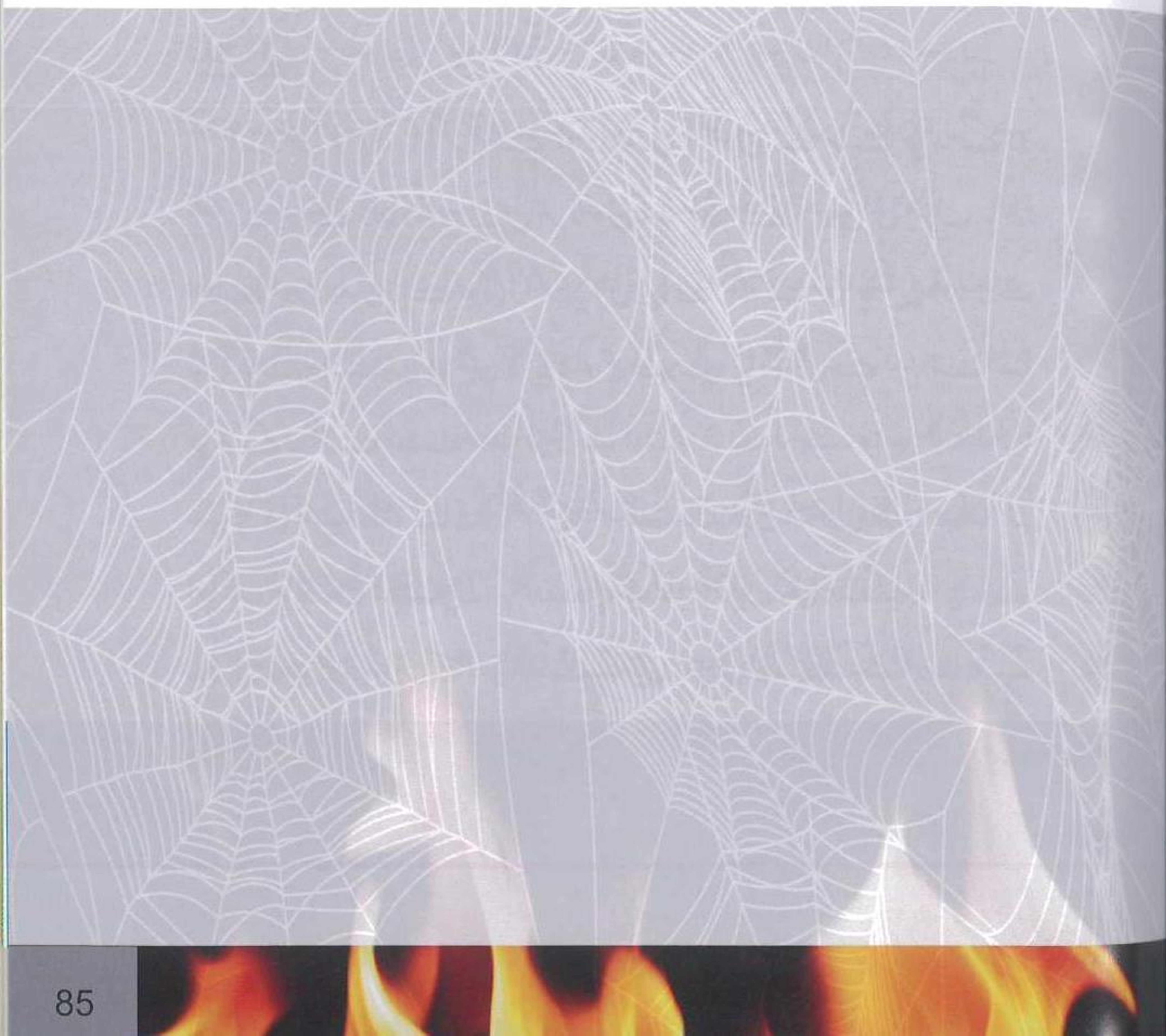

www.KitaboSunnat.com

نظام کائنات میں رسول اللہ ﷺ کے معجزات

چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے

رسول اللہ ﷺ نے کفار کو دعوت الی اللہ دینے کے لیے ہر طرح کے طریقے اختیار فرمائے...... لیکن وہ عاقبت نااندیش آپ کو جھٹلانے کی کوشش کرتے رہے...... آپ ﷺ نے انھیں دین حق کے واضح دلائل دیے مگر وہ حقائق سمجھنے کی بجائے آپ ﷺ سے معجزے دکھانے پر اصرار کرتے رہے...... حتی کہ ایک دن کہنے لگے:

اے محمد! (ﷺ) اگر تم سچے ہو تو ہماری آنکھوں کے سامنے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھاؤ...... یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور دعا کی: اے مولیٰ! اگر یہ اسی بہانے جہنم سے بچ جائیں اور جنت میں جانے والے بن جائیں تو یہ کام تیرے لیے کیا مشکل ہے...... اے اللہ! چاند کے دو ٹکڑے کر دے......

جونہی آپ ﷺ نے دُعا ختم کی چشم فلک نے یہ محیر العقول نظارہ دیکھا کہ اچانک چاند میں شگاف پڑا...... اور وہ پھٹ کر دو ٹکڑوں میں بٹ گیا......

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے ہجرت کرنے

سے پہلے میں نے مکہ میں اپنی نظروں سے چاند کو دیکھا کہ وہ دو ٹکڑوں میں بٹ گیا ہے...... ایک ٹکڑا جبلِ ابی قبیس پر تھا اور دوسرا ٹکڑا سویداء مقام پر چمک رہا تھا۔ [1]

کافروں کی نظریں جب چاند کے دو الگ الگ ٹکڑوں پر پڑیں تو وہ انگشت بدنداں رہ گئے...... مارے حیرت کے ان کی آنکھیں پتھرا گئیں...... لیکن اس بہت بڑے معجزے کے باوجود شیطان نے انھیں اپنے شکنجے میں جکڑ لیا...... وہ کہنے لگے: یہ تو جادوگر ہے...... اس نے اپنے جادو کے ذریعے لوگوں کو مسحور کر دیا ہے...... پھر اپنے ذہنی انتشار، قلبی اضطرار اور نفسانی تذبذب سے نکلنے کے لیے کہنے لگے: اچھا ایسا کرتے ہیں کہ جو لوگ دور دراز کے علاقوں سے سفر کر کے آئیں گے...... ہم ان سے اس واقعے کی تصدیق طلب کریں گے...... اگر انھوں نے بھی ہماری طرح اپنے گھروں میں بیٹھ کر چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہوگا...... پھر تو واقعی محمد (ﷺ) سچے ہیں...... کیونکہ بیک وقت کائنات کے کونے کونے میں بسنے والے تمام لوگوں پر جادُو کر دینا تو اس کے بس کی بات نہیں...... اور اگر دور دراز کے رہنے والے یہ کہیں گے کہ ہم نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتا نہیں دیکھا تو پھر یہ ہمارے سامنے جو کچھ ہوا ہے یقیناً جادو ہی ہے......

جب مسافروں کے اولین قافلے مکہ پہنچے تو قریش ان سے یہ معاملہ پوچھنے کے لیے دوڑے اور کہا کہ کیا تم نے چاند کے دو ٹکڑے ہوتے دیکھے ہیں؟

نو وارد مسافر کہنے لگے: ہاں ہاں! ہم نے فلاں رات اپنی آنکھوں سے دیکھا

www.KitaboSunnat.com

تھا کہ چاند واقعی ٹوٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے......

پھر اور مسافر آئے...... انھوں نے بھی یہی جواب دیا...... قریش نے سوچا: اب ہم یہ معجزہ مان لیں تو پھر اس کی نبوت کا اقرار اور اس کی غلامی قبول کرنی پڑے گی...... بہتر یہی ہے کوئی بہانہ ڈھونڈ کر جان چھڑا لیں...... چنانچہ ہٹ دھرمی، ضد، بغض، عناد اور غرور میں آ کر ان بدنصیبوں نے اپنی آنکھوں سے صریح معجزہ دیکھنے کے باوجود آپ ﷺ کی نبوت کو تسلیم نہیں کیا...... بلکہ نہایت ڈھٹائی سے کہنے لگے: اس نے سب لوگوں پر جادو کر دیا ہے۔[2]

اللہ نے اس معجزے کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح فرمایا ہے:

﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ○ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ○ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ○ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ○ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ○ ﴾

''قیامت بہت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر وہ (مشرک) کوئی معجزہ دیکھیں تو منہ موڑتے اور کہتے ہیں کہ (یہ) ہمیشہ سے چلا آتا ہوا جادو ہے۔ اور انھوں نے (اسے) جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی، اور ہر کام کا وقت مقرر ہے۔ اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس وہ خبریں آ چکی ہیں جن میں تنبیہ و نصیحت ہے۔ کمال کو پہنچی ہوئی حکمت، پھر (بھی) تنبیہات فائدہ نہیں دیتیں۔ لہٰذا (اے نبی!) ان سے منہ موڑ لیجیے، (یاد کریں) جس دن بلانے والا نہایت ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ان کی نگاہیں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے یوں نکلیں گے جیسے وہ منتشر ٹڈی دل ہوں۔''[3]

[1] صحيح البخاري، حديث: 3636 مختصراً. [2] عيون الأثر: 1/149. [3] القمر 54:1-7.

www.KitaboSunnat.com

12

بادل آئے، ٹوٹ کے برسے

چشم فلک نے رسول اللہ ﷺ کی نگاہ کی یہ تاثیر بھی دیکھی کہ آپ ﷺ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تو وہ بھی اللہ کے حکم سے سرِ تسلیم خم ہو گیا...... ہُوا یوں کہ زمانۂ نبوت میں ایک دفعہ بڑی مدت تک بارش نہیں ہوئی...... زمینیں بنجر ہو گئیں...... کھیتیاں اُجڑ گئیں...... باغ ویران ہو گئے...... ہر جگہ خزاں کی وحشت برسنے لگی...... جمعہ کا دن تھا...... جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے...... منبر پر کھڑے ہو گئے اور خطبہ ارشاد فرمانے لگے...... ایک شخص نے مسجد کی چار دیواری میں قدم رکھا...... رسول اللہ ﷺ بدستور خطبہ دے رہے تھے...... وہ شخص مسجد میں آکر سیدھا آپ ﷺ کے روبرو پہنچا اور تن کر کھڑا ہو گیا...... اس نے ذرا بھی انتظار نہ کیا...... نبی کریم ﷺ کو خطبہ دیتے دیتے ٹوکا اور اونچی آواز سے چلّانا شروع کر دیا...... وہ کہہ رہا تھا: اے اللہ کے رسول! مال تباہ ہو گئے...... کھیتیاں ویران ہو گئیں...... سڑکیں ٹوٹ گئیں...... خدارا! اللہ کا دروازہ کھٹکھٹائیے تاکہ وہ ہم پر بارانِ رحمت نازل فرمائے......

وہ آدمی بے حد رنجیدہ تھا اور سانس لیے بغیر بس بولے

ہی چلا جا رہا تھا...... خشک سالی کی مصیبت نے اسے مضمحل کر دیا تھا...... اس کے بچے بھوک سے بلک رہے تھے...... جانور ہلاک ہو گئے تھے...... زمینیں بے آباد ہو گئی تھیں...... سڑکیں ٹوٹ گئی تھیں...... بارش سے محروم پیاسی زمین پر کسی کو کسی کل چین نہیں تھا...... ان آزمائشوں نے اس کا پیمانۂ صبر لبریز کر دیا تھا...... اور رحمت عالم ﷺ کو اپنے جاں نثاروں کا دکھ، درد میں مبتلا ہونا کیسے برداشت ہو سکتا تھا؟ اس کے درد بھرے الفاظ سن کر آپ ﷺ نے ذرا بھی توقف نہ کیا...... اسی وقت آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا دیے...... پھر آپ ﷺ نے آہ وزاری کر کے چشمِ پُرنم سے گڑگڑا کر رب کریم کی بارگاہ میں التجا کی:

«اَللّٰهُمَّ! اسْقِنَا...... اَللّٰهُمَّ! اسْقِنَا...... اَللّٰهُمَّ! اسْقِنَا»

”اے اللہ! ابرِ رحمت برسا...... اے اللہ! بارانِ رحمت نازل فرما...... اے اللہ! اپنے کرم کی جھڑی لگا دے!“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بھی نمازیوں میں شامل تھے...... جب ان کی نگاہ رسول اللہ ﷺ کے مقدس چہرے پر پڑی تو انھوں نے دیکھا کہ رسولِ رحمت ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت سوز و گداز اور دردمندی سے بارش کی دعا مانگ رہے ہیں...... انس نے نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائیں...... وہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس وقت آسمان پر دور دور تک بادل کا نام ونشان بھی نہ تھا...... آسمان صاف شفاف شیشے کی طرح چمکتا نظر آرہا تھا...... اس وقت پہاڑوں کی چوٹیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں...... ہمارے اور پہاڑوں کے مابین کوئی گھر نہیں تھا...... ساری فضا صاف شفاف تھی...... اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ابھی آپ ﷺ کے ہاتھ دعا کے لیے بلند ہی تھے کہ اچانک آسمان پر پہاڑوں کی طرح بڑے بڑے بادل نمودار ہوئے...... اور آپ ﷺ منبر سے نیچے اترنے بھی نہ پائے تھے کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی ریشِ مبارک سے بارش کی بوندوں کی لڑیاں جاری ہیں...... پھر تو آسمان پورے زور سے برسا...... اس روز بھی برسا...... اس سے اگلے روز بھی برسا...... اس سے اگلے روز بھی برسا...... پھر اس سے اگلے روز بھی برسا...... اتنا برسا، اتنا برسا کہ مسلسل سات دن تک بارش نے تھمنے کا نام نہ لیا...... ہر طرف جل تھل ہو گیا...... بنجر زمینیں سیراب ہوگئیں...... پیاسے مویشیوں کی پیاس بُجھ گئی...... اس لگاتار بارش کے ہوتے ہوئے ہی دوسرا جمعہ آگیا...... آپ خطبہ دینے کے لیے تشریف لائے، منبر پر پہنچے...... ایکا ایکی ایک شخص مسجد کے اسی دروازے سے داخل ہوا جس سے پچھلے جمعے داخل ہوا تھا...... وہی تھا یا کوئی اور ہوگا......

آپ ﷺ پورے وقار سے کھڑے تھے...... خطبہ ارشاد فرما رہے تھے...... وہ شخص آیا اور آپ ﷺ کے روبرو کھڑا ہو گیا...... کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! مال تباہ ہو گئے...... مکان گر گئے...... سڑکیں ٹوٹ پھوٹ گئیں...... فصلیں ڈوب گئیں...... اب اللہ سے دعا کریں کہ بارش تھم جائے...... رسول رحمت ﷺ نے دوبارہ دستِ دُعا بلند کیا اور اللہ تعالیٰ سے التجا کی:

«اَللّٰهُمَّ! حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ! عَلَى الْآكَامِ، وَالظِّرَابِ، وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ، وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ»

”الٰہی! ہم پر نہیں بلکہ ہمارے اردگرد بارش برسا۔ اے اللہ! ٹیلوں پر، پہاڑوں پر، وادیوں میں اور افزائش پانے والے درختوں پر بارش برسا۔“

پھر آپ ﷺ لمحہ بھر کے لیے رُکے اور اپنے دستِ مبارک سے چھائی ہوئی گھٹاؤں کو دُور ہٹنے کا اشارہ کرنے لگے...... انس کہتے ہیں: آپ ﷺ جس طرف بھی اشارہ کرتے تھے اسی وقت بادلوں میں شگاف پڑ جاتا تھا اور بادل کا

ٹکڑا پھٹ کر دُور نکل جاتا تھا...... حتی کہ میں نے دیکھا کہ پورے مدینے سے بادل چھٹ گئے ہیں...... وہ صاف شفاف جزیرے کی طرح نظر آرہا ہے...... مدینہ منورہ کے آس پاس موسلا دھار بارش ہو رہی تھی...... مگر اب مدینے میں بارش کی ایک بوند کا بھی نام ونشان موجود نہ تھا......

وادیٔ قنات میں ایک ماہ تک بارش کا پانی بہتا رہا...... باہر سے جو راہ گیر بھی مدینے آرہا تھا...... اس کے لبوں پر یہی الفاظ تھے:

ارے! مدینے کے باہر تو بڑی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے......[1]

یہ سب کچھ آپ ﷺ کی اِس دعا کا نتیجہ تھا:

«اَللّٰهُمَّ! حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا......»

یہ بات تو یقیناً ہر شک و شبہے سے بالاتر ہے کہ آپ ﷺ کے ادنیٰ سے اشارے پر بادلوں نے جو سر تسلیم خم کیا...... وہ صرف اللہ کے حکم اور اُسی کی قدرت کا مرہونِ منت تھا...... اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بادلوں پر یہ تصرف اُسی طرح عطا کیا جس طرح اللہ کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوڑھ اور برص کی بیماری میں مبتلا لوگوں کو صحت یاب اور مُردوں کو قُمْ بِإِذْنِ اللّٰهِ! کہہ کر زندہ کر دیتے تھے...... اگر اللہ چاہے تو ایسے اختیارات کسی کو بھی نہ دے...... نہ نبی کو...... نہ غیر نبی کو...... لیکن اللہ تعالیٰ کسی حکمت کے پیش نظر اپنے بعض انبیاء کو بسا اوقات ایسی مافوق الاسباب قوت سے نوازتا تھا...... اور ایسی حکمت صرف اللہ جل جلالہ ہی کے ارادے اور مشیئت پر موقوف ہوتی ہے۔

[1] صحيح البخاري، حديث: 933و1013.

www.KitaboSunnat.com

13

حیوانات پر تصرف

عرصۂ دراز سے خشک دودھ والی بکری کے تھنوں سے دودھ کی دھاریں

جب قریش نے مکہ میں مسلمانوں کا جینا دوبھر کر دیا...... تو مسلمان رفتہ رفتہ دوسرے علاقوں کی طرف ہجرت کرنے لگے...... بالآخر رسول اللہ ﷺ نے بھی ایک دن اپنے وطن عزیز ''مکہ'' سے ہجرت فرمائی...... آپ ﷺ نے ایک رات ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا، مکہ کو الوداع کہا اور مدینہ کی جانب چل پڑے...... ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ بھی ان کے ساتھ تھے...... عبداللہ بن اریقط لیثی راستے کی نشاندہی کرتے جا رہے تھے...... قریش نے اعلان کر دیا کہ جو بھی محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کو پکڑ کر لائے گا اسے نہایت قیمتی انعامات دیے جائیں گے...... انعام کے لالچ میں کچھ لوگ آپ ﷺ کی تلاش میں نکلے...... ناکہ بندی کر دی گئی...... گلی گلی، کوچہ کوچہ ہر جگہ چھان ماری مگر انھیں ناکامی کے سوا کچھ نہ ملا...... اُدھر آپ ﷺ کا قافلہ سوئے منزل رواں دواں تھا...... دورانِ سفر زاد راہ ختم ہو گیا...... آپ ﷺ ایک عرب خاتون ''ام معبد خزاعیہ'' کے خیموں کے

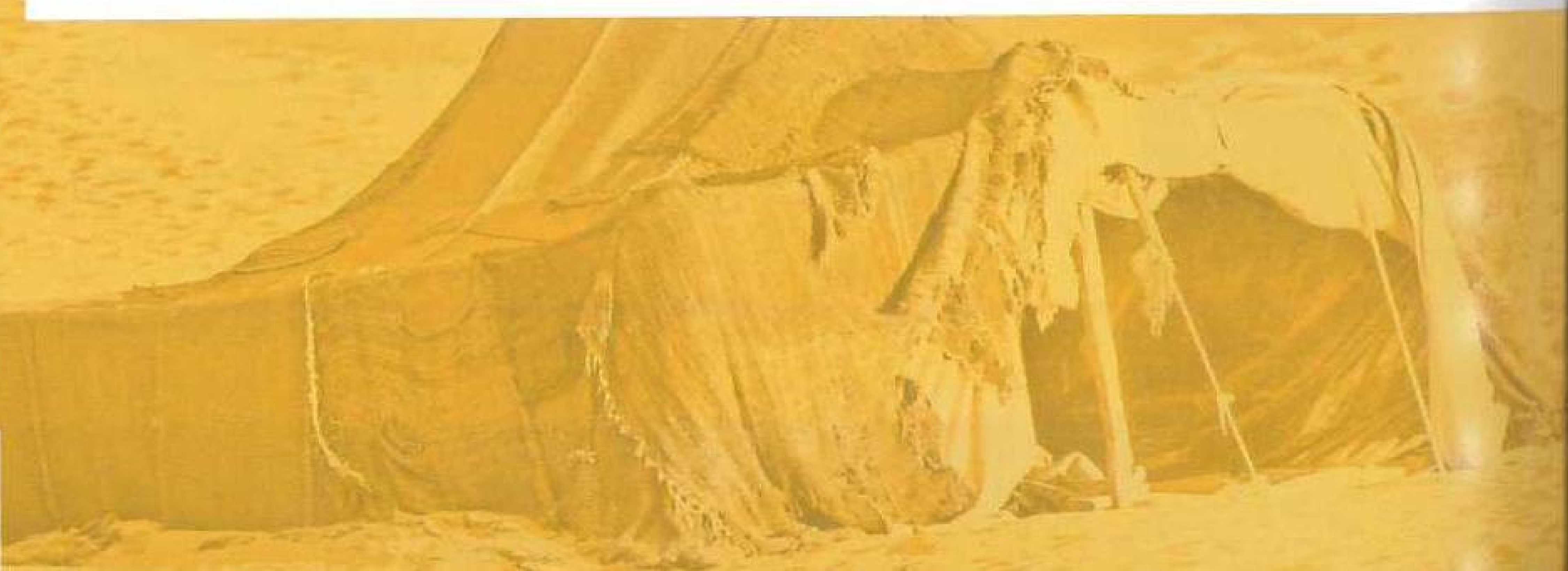

www.KitaboSunnat.com

پاس سے گزرے...... ام معبد بہت بے باک اور جرأت مند عورت تھیں...... وہ اپنے خیمے سے باہر نکل کر دروازے کے قریب بیٹھا کرتی تھیں...... اکثر اوقات وہاں سے گزرنے والے مسافروں کو پانی پلاتی تھیں...... کھانا موجود ہوتا تو کھانا بھی کِھلا دیتی تھیں...... جب نبیِ کریم ﷺ کی نگاہ ان پر پڑی تو دریافت فرمایا: محترمہ! کیا آپ کے پاس گوشت یا دودھ ہے؟ ہم خریدنا چاہتے ہیں......

ام معبد کے پاس گوشت تھا نہ دودھ...... انھوں نے معذرت کی اور کہا: اگر کوئی چیز موجود ہوتی تو میں آپ کی مہمان نوازی میں کوئی کسر نہ چھوڑتی...... آپ ﷺ کی نظر اردگرد پڑی...... وہ واقعی بہت غریب، مسکین اور قحط زدہ لوگوں کا ٹھکانا معلوم ہوتا تھا...... زمینیں بنجر اور بے آباد تھیں...... جانور مریل اور کمزور تھے...... آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھوک بڑی شدت سے ستا رہی تھی......

آپ نے نگاہ اٹھائی تو خیمے کے کونے میں ایک لاغر بکری دکھائی دی...... آپ نے پوچھا: محترمہ! یہ بکری کیسی ہے؟

ام معبد نے جواب دیا: جناب والا! یہ اِس قدر مریل، مضمحل اور نڈھال بکری ہے کہ دوسری بکریوں کے ساتھ چرنے کے لیے بھی نہ جا سکی...... اس لیے اِدھر ہی رہ گئی ہے......

آپ ﷺ نے پوچھا: کیا یہ دودھ دیتی ہے؟

عرض کی: جناب والا! اس کا دودھ خشک ہوئے عرصۂ دراز بیت گیا ہے...... یہ بے چاری قدم اٹھا کر چلنے سے بھی قاصر ہے...... دودھ کیا دے گی......

فرمایا: کیا آپ مجھے دودھ دوہنے کی اجازت دیں گی؟

انھوں نے جواب دیا: اگر آپ کو اس بکری سے دودھ مل جائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں...... آپ ﷺ نے فرمایا: بکری لے آؤ...... بکری آگئی تو آپ نے اللہ کا مبارک نام لیا اور اس پر ہاتھ پھیرا...... پھر اللہ کا مبارک نام لیا اور اس کے تھنوں کو ہاتھ لگایا...... اور ایک بڑا برتن لانے کا حکم دیا...... یکایک بکری کے تھن پھول گئے...... اور بکری اپنی ٹانگیں چوڑی کر کے دودھ دینے کے لیے تیار ہو گئی......

آپ ﷺ نے برتن نیچے رکھا...... دودھ دوہنا شروع کیا تو بکری کے تھنوں سے دودھ کی دھاریں اس طرح برسنے لگیں جیسے وہ مدتوں سے اسی مقدس مسافر کے انتظار میں کھڑی تھی کہ وہ آئیں گے تو دودھ دوں گی ورنہ تھنوں کو چُھونے بھی نہ دوں گی...... بکری نے اس قدر دودھ دیا کہ برتن بھر گیا...... آپ ﷺ نے یہ دودھ ام معبد کو مرحمت فرمایا...... انھوں نے پیا...... پھر صحابہ نے پیا...... سب پی

www.KitaboSunnat.com

کر سیر ہو گئے ...... تو پھر آپ ﷺ نے خود پیا...... اور پھر دوبارہ اسے دوہنا شروع کر دیا...... برتن دوبارہ بھر گیا تو ام معبد کے حوالے فرمایا اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے...... ام معبد تو بس دیکھتی ہی رہ گئیں...... وہ ابھی ان حیران کن بابرکت لمحات میں کھوئی ہوئی تھیں کہ ان کا خاوند ابو معبد کمزور، ناتواں اور خالی پیٹ بکریاں ہانکتا ہوا آن پہنچا...... بکریاں بھوکی تھیں...... انھیں چرنے کو کچھ نہیں ملا تھا...... اس نے جب دودھ دیکھا تو ششدر رہ گیا...... بولا: ام معبد! ہمارے گھر میں تو دودھ دینے والا کوئی جانور ہی نہیں...... بکری تو موجود ہے مگر اس کا دودھ مدت سے خشک ہو چکا ہے...... پھر یہ دودھ کہاں سے آ گیا؟ وہ بولیں: اللہ کی قسم! آج یہاں سے ایک برکتوں کا پیکر گزرا ہے...... اس نے تو کمال کر دکھایا...... ایسا کمال جو انسانی سوچ سے بھی ماورا ہے...... ام معبد نے ساری سرگزشت سنا ڈالی...... ابو معبد سنتا جارہا تھا اور دشتِ حیرت میں گم ہوتا جارہا تھا...... وہ بولا: مجھے اُس شخص کا حُلیہ بتاؤ...... اللہ کی قسم! مجھے لگتا ہے یہ وہی شخص ہے جس کی تلاش میں قریش مارے مارے پھر رہے ہیں......

ام معبد نے جناب رسول اللہ ﷺ کے حلیۂ مبارک کا یوں نقشہ کھینچا:

رنگ چمکتا ہوا...... بناوٹ میں حسن کا نظارہ...... چہرہ تابناک...... نہ پیٹ بڑھا ہوا کہ عیب دار لگے...... نہ سر پہ بالوں کی کمی کا عیب...... مسکراتا ہوا حسین و جمیل مکھڑا...... سُرمگیں آنکھیں...... لمبی لمبی پلکیں...... رعب دار آواز...... سرمہ لگا ہوا...... باریک اور دراز ابرو...... گھنی بھنویں...... صراحی دار گردن...... گھنی داڑھی جس کے بالوں میں ہلکا سا خم ...... خاموش رہیں تو نہایت پُروقار...... لبوں کو

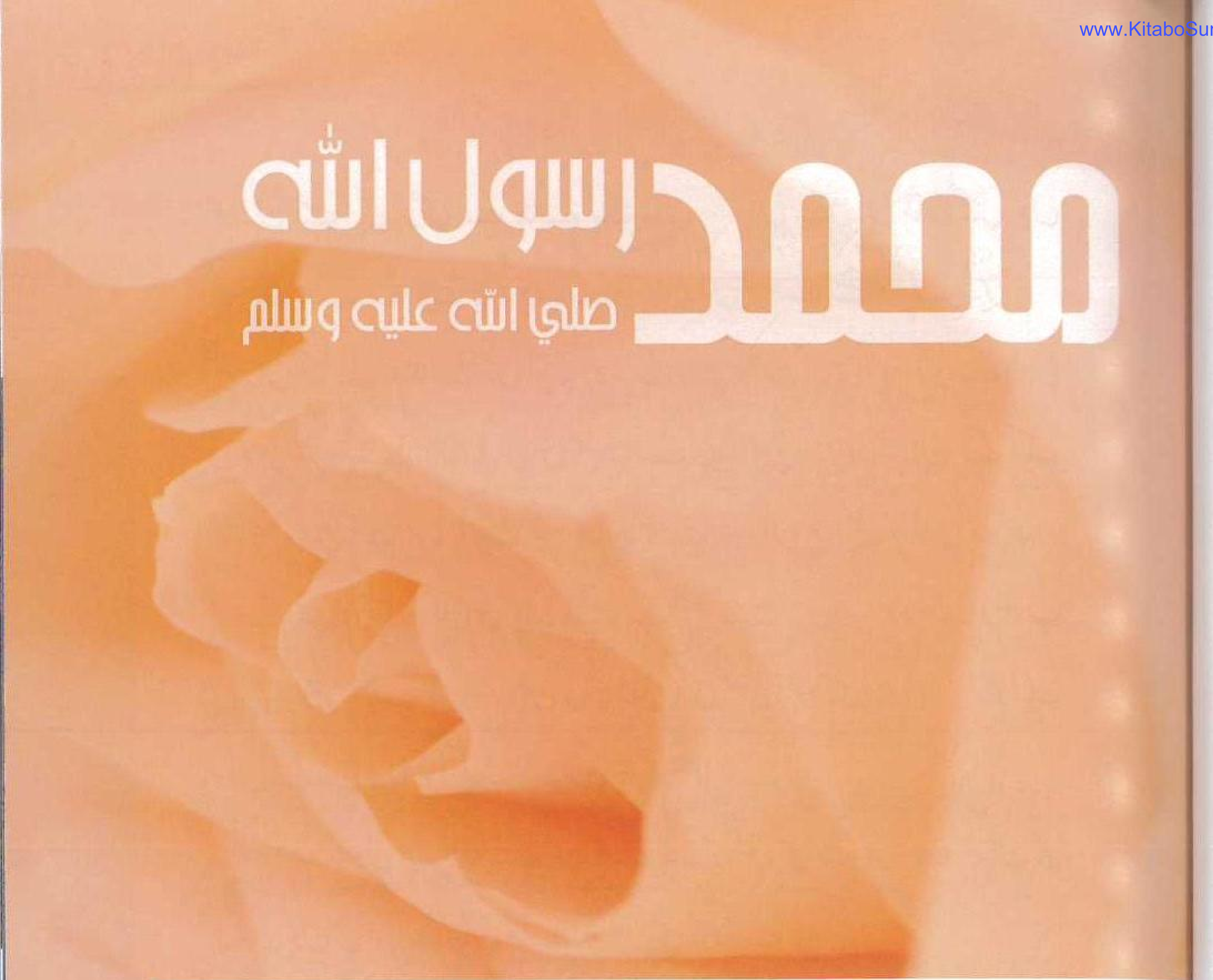

جنبش دیں تو آواز بلند و بالا، پُرکشش اور شیرینی میں گندھی ہوئی...... ٹھہر ٹھہر کر واضح اور دوٹوک جملے بولتے تھے...... نامکمل جملوں، غیر ضروری اختصار اور فضول گوئی سے پرہیز...... گفتگو فرمائیں تو یوں لگتا جیسے موتیوں بھری لڑی سے موتی جھڑ رہے ہیں...... دور سے دیکھیں تو سب سے بڑھ کر دلکش و باکمال...... قریب سے دیکھیں تو نہایت بارونق و پرجمال...... درمیانہ قد...... نہ اتنا لمبا کہ معیوب دکھائی دے...... نہ اتنا چھوٹا کہ برا لگے...... بالکل برابر جیسے دوشاخوں کے درمیان ایک شاخ ہو...... جو دیکھنے میں سب سے بڑھ کر شاداب معلوم ہوتی ہے...... قد کے اعتبار سے حسن و جمال کا پیکر...... اعضاء ایسے خوبصورت اور

www.KitaboSunnat.com

متوازن جیسے اپنی مرضی سے بنائے گئے ہوں...... اُن کے جاں نثار انھیں یوں گھیرے ہوئے تھے جیسے چاند کو ستارے...... بولیں تو سب سننے کو لپک پڑیں...... حکم دیں تو اُسے بجالانے میں ایک دوسرے سے سبقت کریں...... اُن کے دلوں کی دھڑکنیں آپ (ﷺ) ہی کی محبت سے پیدا ہوتی ہیں...... ان کے ایک اشارۂ ابرو پر کٹ مرنا باعث فخر سمجھا جاتا ہے...... ان پر اپنی جانوں کو نچھاور کرنے والے ہر آن ان کی پلک جھپکنے کے منتظر رہتے ہیں...... وہ مشک و گلاب ہیں...... گوہرِ نایاب ہیں...... اُن کی پیشانی کبھی شکن آلود نہیں ہوتی...... جو ایک باراُن کے رخِ زیبا کو دیکھ لے، زندگی بھر نہ بُھلا پائے......

ام معبد رسول اللہ ﷺ کے گُن گاتے گاتے تھکتی ہی نہ تھی...... وہ حیران تھی کہ کون کون سی صفات بیان کرے اور کون سی چھوڑے......

اتنے میں ابو معبد بول اُٹھا: اُوہ! اللہ کی قسم! یہی وہ شخص ہیں جنھیں قریش تلاش کرتے پھر رہے ہیں...... اگر زندگی نے میرا ساتھ دیا تو میں انھیں ضرور ڈھونڈ نکالوں گا...... اور ان کے قدموں کو چھونے اور چومنے والی مٹی کو اپنے ماتھے کا جھومر بناؤں گا...... اور اپنی ساری زندگی ان کی غلامی میں بسر کردوں گا...... جب تک میرے سانسوں کی آمدورفت جاری رہے گی اور جب تک میرے وجود میں خون کی ایک بوند بھی گردش کرے گی...... اس وقت تک میں ان کے قدموں کے نشانات پر انھیں تلاش کرتا رہوں گا۔ [1]

1 دلائل النبوة للبيهقي:276/1، والمستدرك للحاكم: 10,9/3، حديث:4274، وإسناده حسن.

14

سرکش اونٹ رسول اللہ ﷺ کے قدموں پر جھک گیا

ایک انصاری خاندان کے پاس ایک اونٹ تھا...... اہلِ خاندان اس اونٹ سے بار برداری کا کام لیتے تھے...... وہ کنویں سے پانی نکالتے تھے اور اس اونٹ پر لاد کر لایا کرتے تھے...... ایک دن اونٹ سرکش ہوگیا...... اس نے کام کرنے سے انکار کر دیا...... وہ اس پر سامان لادتے تو بیٹھ جاتا تھا اور پھر اٹھنے کا نام نہیں لیتا تھا...... وہ بالکل برانگیختہ ہو چکا تھا...... وہ لوگ اس کو نہ تو کسی کام میں استعمال کر سکتے تھے، نہ اس پر سواری کر سکتے تھے...... ان کا سارا کاروبار ٹھپ ہو گیا تھا...... بے چارے غریب لوگ تھے، دوسرا اونٹ خریدنے کی سکت نہ تھی...... بہت پریشان ہوئے...... مجبور ہوکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے، عرض کیا:

یا رسول اللہ! ہمارے پاس صرف ایک ہی اونٹ ہے...... اس پر ہم پانی بھر کے لایا کرتے تھے...... وہ سرکش ہو گیا ہے...... اپنی پیٹھ پر کوئی چیز رکھنے ہی نہیں

www.KitaboSunnat.com

دیتا...... ہماری فصلیں اور کھجوریں خشک ہوگئی ہیں......

آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: اٹھو!...... سب اٹھے اور آپ ﷺ کے ساتھ چل پڑے...... باغ میں قدم رکھا تو دیکھا کہ اونٹ ایک کنارے پر الگ تھلگ کھڑا ہے...... آپ ﷺ اس کی جانب چل پڑے...... خوف کے مارے انصاریوں کے دل دھڑکنے لگے مبادا اونٹ آپ ﷺ کو نقصان پہنچا دے...... وہ گھبرا کر چلّائے: اے اللہ کے رسول! یہ اونٹ تو باؤلے کتے کی طرح وحشی ہو چکا ہے...... آپ پر حملہ کر دے گا......

آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں...... آپ ﷺ اس کی طرف بڑھتے چلے جارہے تھے...... جونہی اونٹ کی نگاہ آپ ﷺ پر پڑی اس نے آپ کی طرف دوڑنا شروع کر دیا...... یہ دیکھ کر صحابۂ کرام کی گھبراہٹ اور خطرناک حد تک بڑھ گئی...... مگر وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہوگئے کہ وہ اونٹ آپ ﷺ کے قریب پہنچ کر سجدہ کر کے آپ کے قدموں میں گر پڑا...... آپ ﷺ نے اُسے پیشانی سے پکڑا...... اونٹ آپ کے سامنے نہایت عاجزی سے سرنگوں ہوگیا...... آپ نے اطمینان سے اس کی ناک میں نکیل ڈالی، پھر اسے باندھ دیا......

صحابہ رضی اللہ عنہم کو بڑی حیرت ہوئی...... انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! نادان ہونے کے باوجود ایک بے سمجھ جانور آپ کے سامنے سجدہ کرنے کے لیے گر پڑا ہے...... ہم تو انسان اور صاحبِ عقل و دانش ہیں...... ہمیں تو بالاولی آپ کے حضور سربسجود ہو جانا چاہیے......

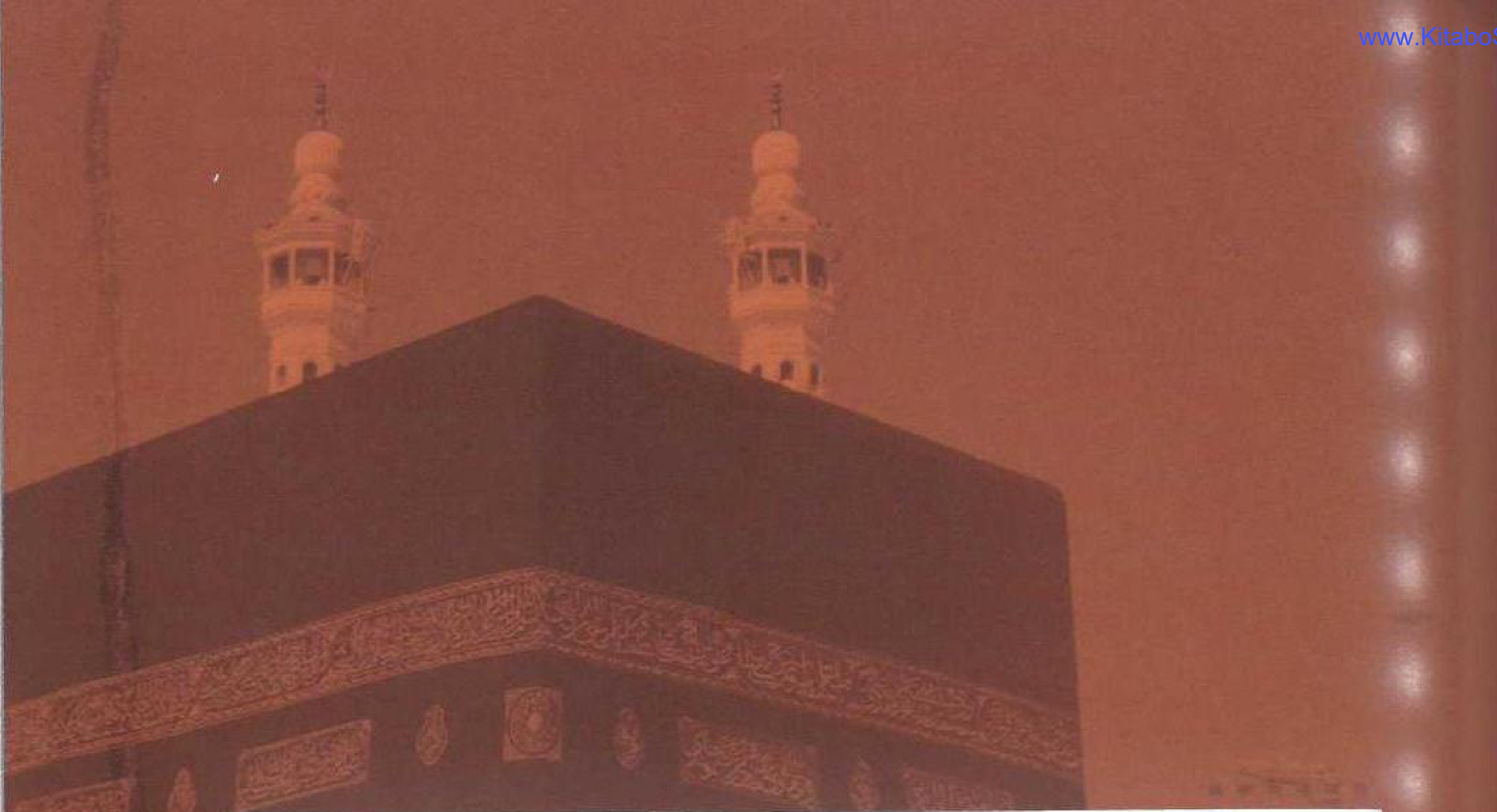

آپ ﷺ نے معًا فرمایا:

«لَا يَصْلُحُ لِبَشَرٍ أَنْ يَّسْجُدَ لِبَشَرٍ وَّلَوْ صَلُحَ لِبَشَرٍ أَنْ يَّسْجُدَ لِبَشَرٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا مِنْ عِظَمِ حَقِّهِ عَلَيْهَا»

”کسی انسان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی پیشانی کسی بشر کے آگے جھکائے، اگر کسی انسان کو کسی انسان کے لیے سجدے کی اجازت ہوتی تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کے سامنے سربسجود ہو جائے، اس لیے کہ خاوند کے بیوی پر بہت سے حقوق ہیں۔“ [1]

ابونعیم کہتے ہیں: یہ اور اس جیسے اور واقعات کا پس منظر دو باتیں ہوسکتی ہیں: اولاً یہ کہ جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ وہ پرندوں کی زبان سے آشنا تھے...... اسی طرح آپ ﷺ کو بھی جانوروں کی بولی سکھائی گئی......

www.KitaboSunnat.com

ثانیاً یہ کہ اس بات سے آپ ﷺ کو بذریعۂ وحی روشناس کرا دیا گیا تھا...... اور ان دونوں میں سے جو بھی پس منظر ہو وہ بہر حال عمیق گہرائی پر مشتمل ایک عظیم الشان معجزے و برہان سے ماوراء نہیں ہے......[2]

نادان حیوان میں آپ ﷺ کا یہ تصرف اور اختیار صرف اللہ کے حکم، اس کے ارادے اور مشیت کا مرہون منت تھا...... ورنہ بسا اوقات آپ کسی جانور کو مسخر کرنا بھی چاہتے تو ناکام ہو جاتے تھے...... جس طرح صلح حدیبیہ سے پہلے آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر عمرے کی نیت سے مکہ آرہے تھے کہ چلتے چلتے اچانک اونٹنی نے گھٹنے ٹیکے اور بیٹھ گئی...... آپ نے اسے چلانا چاہا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی...... لوگ چلّا اٹھے: قصواء باغی ہو گئی ہے...... آپ ﷺ نے فرمایا: ''قصواء باغی نہیں ہوئی، نہ ایسا کرنا اس کے اختیار میں ہے بلکہ اسے اس ذاتِ عالی نے روکا ہے جس نے ہاتھی والے ''ابرہہ اور اس کے حواریوں کو'' مکہ میں حملہ آور ہونے سے روکا تھا۔''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج قریش مجھ سے صلہ رحمی پر مشتمل جن شرائط پر بھی صلح کریں گے میں ان شرائط پر صلح کے لیے تیار ہوں۔''

چنانچہ پھر آپ ﷺ کے اور قریش کے درمیان صلح حدیبیہ طے پائی جو مشہورِ زمانہ سرگزشت ہے...... اس کے بعد آپ ﷺ واپس مدینہ منورہ تشریف لے گئے......[3]

[1] مسند أحمد: 159,158/3، و دلائل النبوة لأبي نعيم: 385/2، حديث: 287. [2] دلائل النبوة لأبي نعيم: 386/2. [3] صحيح البخاري، حديث: 2732,2731، والسنن الكبرى للبيهقي: 219/9، وسنده صحيح.

15

مریضوں کی شفایابی

جذبۂ محبتِ رسول ﷺ سے لبریز صحابی کی حیرت آفرین داستان

ابو رافع سلام بن ابی حقیق یہودیوں کا رئیس تھا...... وہ اکثر رسول اللہ ﷺ کی دل آزاری کرتا تھا اور آپ ﷺ کو تکلیف پہنچاتا تھا...... وہ مشرکین مکہ کو آپ ﷺ کے قتل کے منصوبوں پر اکساتا تھا...... یہ شخص مدینہ سے دور اور خیبر کے قریب ایک قلعے میں رہتا تھا...... آپ ﷺ نے ابو رافع یہودی کی طرف قبیلۂ خزرج کے چند انصاری نوجوان روانہ کیے اور عبداللہ بن عتیک کو ان نوجوانوں کا امیر بنا دیا...... ابو رافع رسول اللہ ﷺ پر کیچڑ اچھالتا اور جو بھی آپ ﷺ پر طعن و تشنیع کے تیر برساتا اور آپ ﷺ پر دست درازیاں کرتا تھا، یہ اس کی مدد کرنے میں پیش پیش ہوتا تھا...... اس نے قبیلۂ غطفان کی بھی مدد کی تھی...... اور رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے منصوبے میں مشرکین عرب کو بھی خطیر مالی امداد دی...... اس نے ان لوگوں کو یہ کہہ کر بہت اُکسایا کہ تم محمد (ﷺ)

www.KitaboSunnat.com

کے خلاف جتنا بھی سرمایہ خرچ کرو گے اس کا ذمہ دار میں ہوں...... وہ مشرکین مکہ کے پاس جا کر انھیں برانگیختہ کرتا تھا: آؤ، محمد (ﷺ) کا خاتمہ کر دیں...... حیف ہے تم پر! کہ تم اتنے جنگجو اور طاقتور ہو اس کے باوجود محمد (ﷺ) ابھی تک زندہ ہے! اٹھو اور اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکو......

غزوۂ خندق کے موقع پر تمام دشمنان اسلام کو مسلمانوں کے خلاف اکٹھا کرنے کے لیے اس نے دن رات ایک کر دیا...... یہی تھا جس نے تمام مشرکین کو جمع کیا اور انھیں مسلمانوں کے پاؤں متزلزل کرنے اور انھیں شکست سے دوچار کرنے کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کے سپاہیوں کے روبرو لا کھڑا کیا...... یہی تھا جس نے بنوقریظہ کے یہودیوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے تمام وعدوں اور معاہدوں کو توڑ کر آپ ﷺ کو دھوکا دینے پر آمادہ کیا...... اسی کی بدولت وہ آپ ﷺ سے خیانت اور بغاوت پر تُل گئے...... اس نے کیا کچھ نہیں کیا؟

ابو رافع کی سرکشی جب حد کی دیواریں پھلانگ چکی تو اس فتنے کو نیست و نابود کرنے کے لیے عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر تشکیل دیا گیا...... اس میں عبداللہ بن عتبہ اور عبداللہ بن انیس بھی ان کے ہم رکاب تھے...... یہ تینوں غروب آفتاب سے پہلے ہی مدینے سے روانہ ہو گئے...... ابو رافع اپنے قلعے میں موجود تھا...... جب یہ قریب پہنچے تو سورج ڈوب چکا تھا......

جس قلعے میں ابو رافع رہتا تھا وہ بہت بلند اور مضبوط تھا...... اُسے عبور کرنا انتہائی دشوار بلکہ ناممکن تھا...... باہر آنے کے لیے اس کا ایک ہی دروازہ تھا......

یہ صبح کے وقت کھلتا تھا...... جب کسان اور بکریوں کے چرواہے نکل جاتے تھے پھر اسے تالا لگ جاتا تھا...... اس کے بعد یہ شام کو غروب آفتاب کے وقت کھلتا تھا تاکہ باہر گئے ہوئے لوگ اندر آ جائیں اور پھر اسے بند کر دیا جاتا تھا......

عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم لوگ یہیں بیٹھو...... میں دربان کے پاس جاتا ہوں...... اُسے باتوں باتوں میں بہلاتا ہوں...... ہوسکتا ہے وہ میری باتوں میں آ جائے اور مجھے اندر جانے دے...... عبداللہ رضی اللہ عنہ چل پڑے...... دروازے کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ دربان بڑا باریک بین، دور اندیش اور چالاک ہے...... جو بھی دروازے کے اندر جاتا ہے وہ اسے گھور گھور کے دیکھتا ہے اور پہچان لیتا ہے کہ یہ کون ہے؟...... عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ دروازے میں گھسنے کی تاک میں تھے...... سورج ڈوبنے کو تھا...... لوگ اپنے جانوروں اور بکریوں کو ہانکتے ہوئے چراگاہ سے واپس آ گئے اور اپنے مویشی قلعے میں پہنچانے لگے...... اچانک انھیں معلوم ہوا کہ چراگاہ میں ہمارا ایک گدھا گم ہو گیا ہے...... آفتاب غروب ہو چکا تھا...... ہرسُو اندھیرا چھا رہا تھا...... وہ آگ کا شعلہ لے کر اپنا گدھا ڈھونڈنے نکلے...... وہ گدھے کی تلاش میں سرگرداں تھے...... اِدھر عبداللہ رضی اللہ عنہ قلعے کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے...... اچانک انھیں خوف محسوس ہوا...... مبادا مجھے کوئی پہچان لے...... انھوں نے اپنا سر ڈھانپ لیا تاکہ لوگ سمجھیں کہ کوئی شخص رفع حاجت کے لیے بیٹھا ہے...... یہودیوں کو گم شدہ گدھا مل گیا وہ قلعے کی طرف لوٹ آئے...... دربان نے زور سے صدا لگائی: جسے قلعے میں جانا ہے جلدی سے آ جائے...... اس نے عبداللہ کو دیکھا، وہ سمجھا

www.KitaboSunnat.com

شاید یہ بھی ہمارے ہی قلعے کا کوئی آدمی ہے...... اس نے عبداللہ کو آواز دی اور کہا: تجھے اندر جانا ہے تو جلدی سے آجا، میں نے دروازہ بند کرنا ہے......عبداللہ فوراً کھڑے ہو گئے اور چپکے سے یہودیوں کے قلعے میں گُھس گئے...... اندر گئے، اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی...... کہیں چھپنے کی جگہ نظر نہ آئی...... دروازے کے قریب انھیں گدھے باندھنے کی جگہ دکھائی دی...... وہ اسی جگہ چھپ گئے...... سب لوگ اندر آ گئے تو عبداللہ نے بڑے غور سے تاک لگائی کہ دربان قلعے کی چابیاں کہاں رکھتا ہے...... دربان نے چابیاں ایک محفوظ جگہ پر رکھ دیں...... عبداللہ کچھ دیر چھپے رہے...... جب سب بے خبر ہو گئے اور چراغ بجھا دیے گئے تو عبداللہ فوراً اُٹھے...... دربان نے جہاں چابیاں رکھی تھیں وہاں جا پہنچے...... چابیاں پاتے ہی انھوں نے قلعے کے دروازے کا تالا کھول دیا...... چودھویں کا چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا......چھٹکی ہوئی چاندنی میں ہر چیز صاف نظر آ رہی تھی...... جلدی ہی وہ لوگوں کے گھروں کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں باہر سے بند کرتے گئے...... چلتے چلتے ابو رافع کے گھر تک جا پہنچے......اُس کا مکان دوسری منزل پر تھا...... جہاں سیڑھیوں کے بغیر پہنچنا ناممکن تھا......

عبداللہ کو ابو رافع کی آواز سنائی دی...... وہ اپنے ساتھیوں سے باتیں کر رہا تھا...... رات کو وہ بیٹھ کر اپنے اہداف مقرر کرتے تھے اور سازشوں کے تانے بانے بُنتے تھے......عبداللہ اوٹ میں بیٹھ گئے اور ان کی مجلس ختم ہونے کا انتظار کرنے لگے...... اُدھر ابو رافع اپنے ساتھیوں سے باتوں ہی میں مشغول رہا...... جب رات ڈھلنے لگی تو ابو رافع کے ساتھی اٹھے اور اپنے اپنے گھروں کو چل دیے...... جب عبداللہ نے دیکھا کہ سب لوگ جا چکے ہیں......تو انھوں نے ابو رافع کی طرف بڑھنا شروع کر دیا...... وہ احتیاط سے دروازے کھولتے گئے اور دبے پاؤں ابو رافع کے کمرے کی طرف بڑھتے چلے گئے...... وہ جو دروازہ کھولتے تھے اسے اندر سے بند کرتے جاتے تھے......تاکہ اگر چوکیدار ان کی آمد سے باخبر ہو بھی جائیں تو انھیں عبداللہ تک پہنچنے کے لیے کوئی راستہ نہ ملے...... عبداللہ خاموشی سے سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہوئے اوپر چڑھتے گئے...... جب ابو رافع کے کمرے کے دروازے پر پہنچے تو وہ ہلکی سی جُنبش سے کھل گیا...... وہ فوراً اندر گُھس گئے...... چراغ بجھ چکا تھا......اور کمرے میں اندھیرے کی حکومت تھی......مؤرخین کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عتیک ؓ کی نگاہ بھی کمزور تھی......

وہ یہ نہ جان سکے کہ ابو رافع کہاں ہے؟ ایک تو نگاہ کمزور...... اُوپر سے ہر سو اندھیرا ہی اندھیرا!......عبداللہ سوچنے لگے اب کیا ترکیب کی جائے...... چند لمحوں کے بعد انھوں نے آواز دی: ابو رافع!...... یہ آواز سن کر ابو رافع چونک پڑا...... کپکپاتی ہوئی آواز سے بولا: کون ہے؟......

جس طرف سے آواز آئی عبداللہ بجلی کی طرح اُسی جانب بڑھے اور ابو رافع

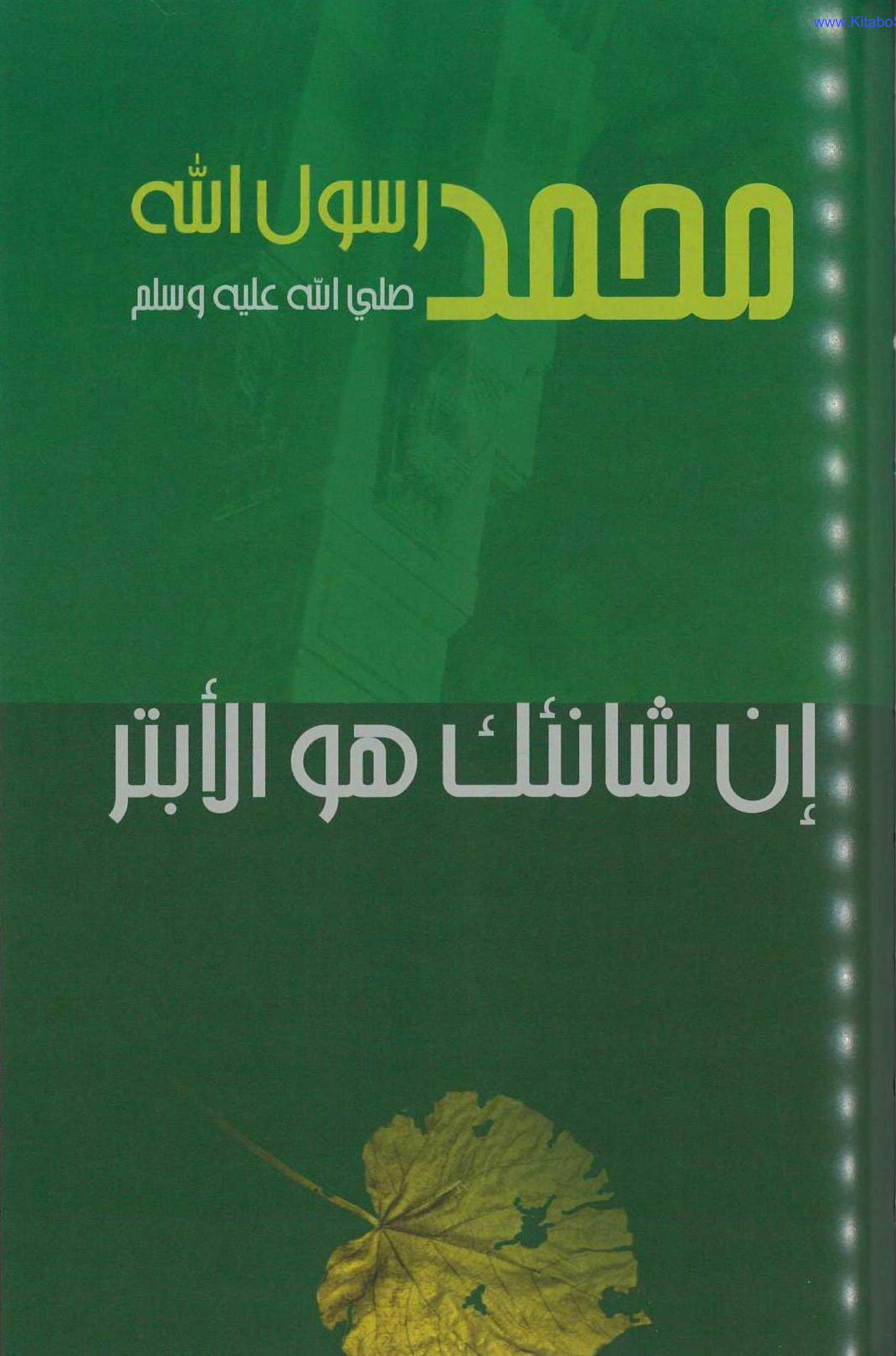

www.KitaboSunnat.com

پر پوری قوت سے تلوار کا وار کیا...... ابو رافع بدحواس ہو گیا...... لیکن عبداللہ کی تلوار کا وار صحیح نشانے پر نہیں پڑا...... اس لیے ابو رافع بچ گیا...... اور خوف کے مارے بڑے زور سے چلایا...... عبداللہ کی یہ کوشش ناکام رہی...... وہ جلدی سے باہر بھاگے...... جب دروازے کے قریب پہنچے تو ابو رافع کی آواز پھر سنائی دی...... وہ بُری طرح کراہ رہا تھا...... اب عبداللہ سمجھے کہ یہ بدبخت تو ابھی تک زندہ ہے!

عبداللہ الٹے پاؤں واپس آئے اور پہرے دار کا روپ دھار لیا...... کمرے میں گھپ اندھیرا تھا...... عبداللہ نے اپنی آواز بدل کر کہا: ابو رافع! کیا ہوا؟...... ابورافع گھگھیا کر بولا: ادھر گھر میں کوئی شخص آ گھسا ہے...... اُس نے مجھے تلوار ماری ہے...... عبداللہ فوراً ابورافع کی آواز کی جانب لپکے...... پھر جُھک کر ابورافع پر ایک اور وار کیا...... تلوار اس کے بدن میں اُتر گئی اور خون کے فوارے پھوٹ پڑے...... لیکن وہ اِس کاری وار سے بھی نہ مر سکا اور نہایت بھیانک آواز سے چیخنے لگا...... عبداللہ فوراً دروازے کی طرف بھاگ گئے...... گھر میں کھلبلی مچ گئی...... پہرے دار جاگ اٹھے...... ابو رافع شدید زخمی ہونے کی وجہ سے آہیں بھر رہا تھا...... عبداللہ ایک بار پھر واپس آئے...... اور آواز بدل کر پھر پوچھا: ابو رافع! کیا ہوا؟...... یہ کہتے ہوئے وہ ابو رافع کی طرف جھکے...... اور اس کے پیٹ میں پوری قوت سے تلوار گھونپ دی...... یہ اس قدر کاری وار تھا کہ تلوار اس کی انتڑیاں کاٹتی ہوئی کمر سے باہر نکل آئی......

عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب میں نے اس کی کمر کی ہڈیوں کی چرچراہٹ سُنی

www.KitaboSunnat.com

تو مجھے یقین ہو گیا کہ اب اسلام کے اس دشمن کا کام تمام ہو گیا ہے...... اب عبداللہ ؓ پیچھے ہٹ کر گھپ اندھیرے میں دروازہ ڈھونڈنے لگے...... پہرے دار متحرک ہو چکے تھے...... لوگوں میں ہلچل مچ گئی تھی...... دروازہ ٹٹولتے ہی عبداللہ نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ، بس پوری تیز رفتاری سے دوڑ لگا دی...... وہ ایک ایک کر کے دروازہ کھولتے گئے اور آگے بھاگتے گئے...... آخر کار سیڑھیوں تک پہنچ گئے...... جلدی جلدی نیچے اترنے لگے...... ابھی وہ فرش سے بہت سی سیڑھیاں اوپر ہی تھے کہ تاریکی کے باعث انھیں غلط فہمی ہوئی...... انھوں نے یہ سمجھ کر کہ شاید سیڑھیاں ختم ہوگئی ہیں وہیں سے قدم آگے بڑھا دیا...... اس غلط فہمی کے نتیجے میں وہ دھڑام سے فرش پر گر پڑے...... انھیں اتنی شدید ضرب آئی کہ اُن کی پنڈلی ٹوٹ گئی...... انھوں نے اپنی پگڑی اتاری اور پنڈلی پر کس کر باندھ لی...... اب ایک ٹانگ پر لڑکھڑاتے ہوئے وہ قلعے کے دروازے کی طرف چل پڑے...... قلعے سے نکلے تو وہ لنگڑے ہو چکے تھے...... وہ بڑی جدوجہد سے اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچے...... جو بڑی دیر سے اُن کے منتظر تھے...... وہاں پہنچتے ہی فوراً بولے: میں نے ابو رافع کا کام تمام کر دیا ہے...... تم جا کر رسول اللہ ﷺ کو یہ خوشخبری سناؤ...... میں تو اُس وقت تک یہاں سے نہیں کھسکوں گا...... جب تک اپنے کانوں سے ابو رافع کی موت کا اعلان نہ سن لوں......

دورِ جاہلیت میں یہ روایت تھی کہ جب قوم کا کوئی معزز شخص یا رئیس فوت ہو جاتا تھا تو ایک آدمی صبح صبح کسی بلند مکان کی چھت پر چڑھ کر لوگوں میں اس کی موت کا اعلان کرتا تھا...... اور اس کی تعریف میں چند اشعار بھی پڑھتا تھا...... عبداللہ ؓ چاہتے تھے کہ جب انھیں بخوبی تسلی ہو جائے گی کہ واقعی ابو رافع

مر چکا ہے تب ہی وہ واپس مدینے جائیں گے...... چنانچہ ان کے ساتھیوں نے ان کے لیے ایک سواری چھوڑی اور وہاں سے چل دیے......

جوں ہی رات کی طویل گھڑیاں ختم ہوئیں اور صبح کو سورج کا شہزادہ نمودار ہوا، ایک شخص بلند عمارت پر چڑھا...... عبداللہ ؓ قلعے کے باہر سے اسے دیکھ رہے تھے...... اس شخص نے اعلان کیا: اے لوگو! اہل حجاز کا تاجر ابو رافع ہلاک ہو گیا ہے...... عبداللہ ؓ نے یہ اعلان سنا تو خوشی سے باغ باغ ہو گئے...... انھوں نے فوراً اپنی سواری تیار کی اور اپنے ساتھیوں کے پیچھے چل دیے...... ان کے ساتھی ابھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے بھی نہیں تھے کہ عبداللہ ؓ ان سے جا ملے...... ان کے ساتھی بہت خوش ہوئے...... عبداللہ ؓ نے کہا: جلدی چلو...... اللہ نے ابو رافع کو انجام تک پہنچا دیا ہے...... پھر بارگاہِ رسالت میں پہنچے اور رسول اللہ ﷺ کو ابو رافع کے قتل کی خوشخبری سنائی...... عبداللہ کی پنڈلی ٹوٹی ہوئی تھی...... وہ لنگڑا کر چل رہے تھے...... رسول اللہ ﷺ نے ان کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی دیکھی تو ارشاد فرمایا: عبداللہ! ٹانگ سیدھی کرو...... عبداللہ ؓ نے ٹانگ آگے پھیلا دی...... آپ ﷺ نے اُن کے زخم پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا...... ابھی آپ ﷺ نے ان کی پنڈلی سے ہاتھ بھی نہ اُٹھایا تھا کہ ان کا زخم ٹھیک ہو گیا اور عبداللہ ؓ اتنی بے تکلفی سے اُٹھ کھڑے ہوئے جیسے انھیں کبھی ضرب ہی نہیں آئی تھی [1]...... یہ معجزہ رسول اللہ ﷺ کی بے داغ سچائی کا ثبوت ہے۔

1 صحيح البخاري، حديث: 4040,4039، عن البراء بن عازب ؓ.

www.KitaboSunnat.com

16

لعابِ مبارک سے آنکھیں ٹھیک ہوگئیں

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ غزوۂ خیبر کے لیے روانہ ہوئے...... وہاں پہنچ کر خیبر کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا...... محاصرہ طویل ہوگیا...... لیکن فتح کے آثار نظر نہ آئے...... آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے خطاب کیا اور ارشاد فرمایا:

کل صبح میں یہ جھنڈا ایسے شخص کے ہاتھ میں تھماؤں گا جس کے سر پر اللہ تعالیٰ فتح کا سہرا سجائے گا...... جو سر سے لے کر پاؤں تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کی محبت سے سرشار ہوگا...... اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بھی اسے اپنے دامنِ محبت میں لپیٹ رکھا ہوگا...... صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اس رات کی طویل گھڑیاں کاٹنا مشکل ہوگیا...... وہ سوچوں میں کھو گئے...... اس نامعلوم شخص کے نصیب پہ رشک کرتے رہے...... جسے صبح ہوتے ہی اس شرفِ عظیم سے نوازا جائے گا...... ہر شخص نے اس توقع اور تمنا میں اپنے دل کو تسلیاں دیتے دیتے رات بسر کی کہ کاش! یہ شرف مجھی کو حاصل ہو جائے...... اسی سوچ بچار میں رات ڈھل گئی...... صبح کی کرنیں نمودار ہوئیں...... صحابۂ کرام آپ ﷺ کے اردگرد جمع ہو گئے...... صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں کہ دیکھیے جناب رسول اللہ ﷺ کسے جھنڈا مرحمت فرمائیں گے...... چند ہی لمحوں بعد رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا:

«أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ»

''علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟''

لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! علی رضی اللہ عنہ تو آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں...... اُن کی آنکھیں سُوج گئی ہیں...... درد کی شدت کی وجہ سے انھوں نے آنکھوں پر کپڑا لپیٹ لیا ہے...... اس لیے انھیں کچھ نظر نہیں آرہا...... آپ ﷺ نے حکم دیا: اُنھیں بُلا کر لاؤ......

حضرت علی رضی اللہ عنہ دو افراد کے سہارے آئے...... دونوں افراد نے ان کے ہاتھ تھام رکھے تھے...... حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر بیٹھ گئے...... رسول اللہ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک بڑھایا...... ان کی آنکھیں کھولیں...... ان میں اپنا لعاب دہن ڈالا...... اور بارگاہِ الٰہی میں دعا کے لیے ہاتھ پھیلا دیے...... بس یہی عمل کرنے کی دیر تھی کہ پلک جھپکتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ

کی آنکھیں اس طرح شفایاب ہوگئیں جیسے وہ زندگی بھر کبھی دُکھی ہی نہیں تھیں......

پھر آپ ﷺ نے ان کے ہاتھوں میں جھنڈا تھما دیا...... سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں یہودیوں کی گردنوں پر اس وقت تک تلوار چلاتا رہوں جب تک وہ ہمارے جیسے (مسلمان) نہ ہو جائیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: سیدھے چلتے جاؤ...... ان کی آبادی (قلعوں) تک پہنچ کر انھیں اسلام کی دعوت دو...... اُنھیں اللہ تعالیٰ کے اس حق کے بارے میں آگاہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے ان پر واجب کیا ہے...... اللہ کی قسم! تمھاری تبلیغ کی بدولت اگر اللہ تعالیٰ کسی ایک شخص کو بھی راہِ حق پر گامزن فرما دے...... تو یہ تمھارے لیے عرب کے سب سے قیمتی سرمائے، سرخ اونٹوں سے بھی بڑھ کر گراں قدر ہوگا۔ [1]

1 صحيح البخاري، حديث:3701.

www.KitaboSunnat.com

17

درختوں پر تصرف

کھجور کا تنا رسول اللہ ﷺ کی جدائی پر رو پڑا

پرانے زمانے میں لوگ اپنی عمارتوں کی بنیادیں کھجوروں کے تنوں، مٹی اور پتھروں پر رکھا کرتے تھے...... مسجد نبوی بھی کھجور کے تنوں سے بنائے ہوئے ستونوں اور اُن کے اوپر کھجور کی چھڑیوں سے بنائی ہوئی چھت پر مشتمل تھی...... نبیِ اکرم ﷺ کی عادت مبارک یہ تھی کہ خطبۂ جمعہ کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کرتے تھے...... جب آپ ﷺ تھک جاتے تھے تو مسجدِ نبوی میں گڑے ہوئے کھجور کے ایک تنے سے ٹیک لگا لیتے تھے...... ایک انصاری عورت نے پیش کش کی: اے اللہ کے رسول! میرا ایک غلام بڑھئی ہے...... کیا میں اس سے آپ کے لیے ایک منبر نہ بنوا دوں؟

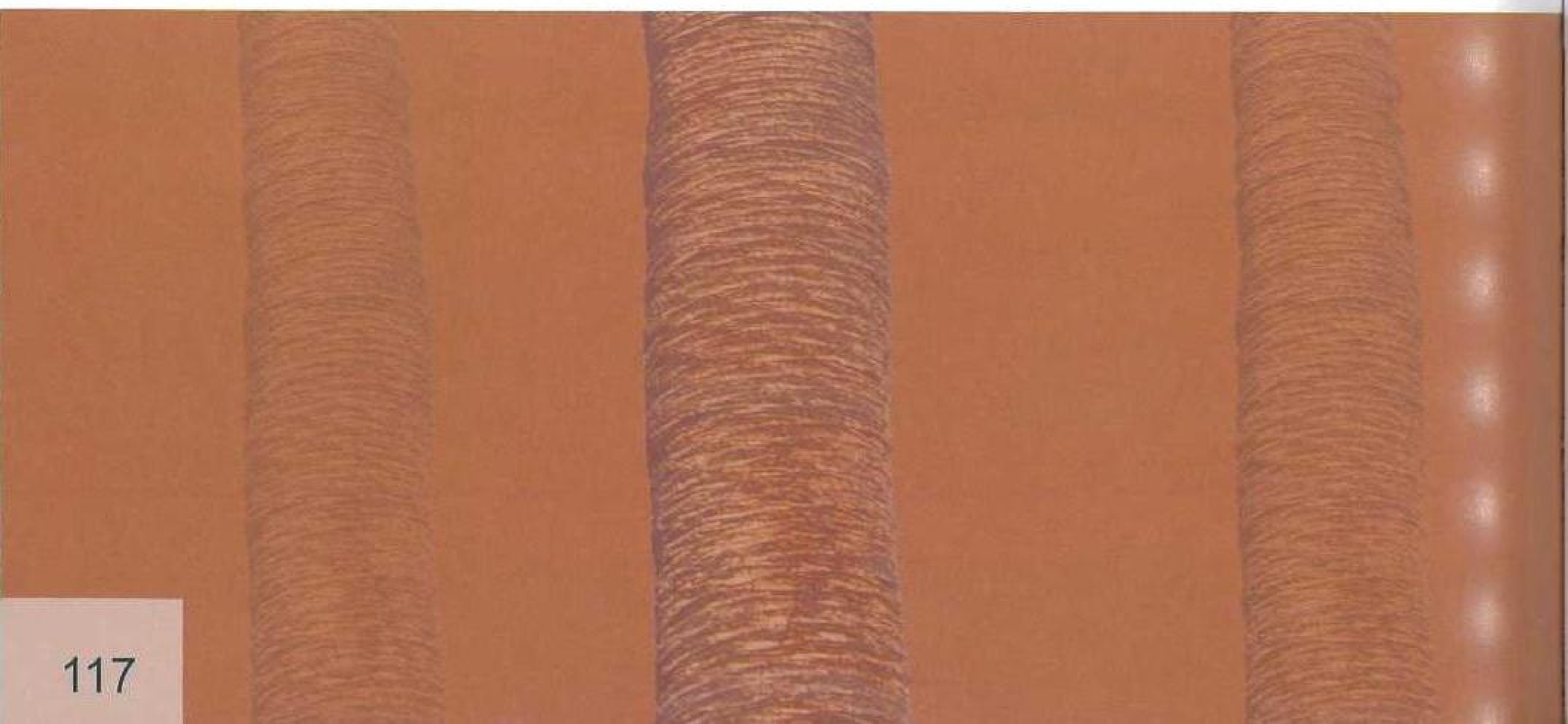

آپ ﷺ نے فرمایا: جیسے تمھاری مرضی......

اس عورت نے اپنے غلام کو حکم دیا...... اس نے تعمیل کی، منبر تیار کیا اور اسے مسجد نبوی کی زینت بنا دیا...... جمعہ کا دن آیا...... رسول اللہ ﷺ تشریف لائے...... منبر پر قدم رکھا...... حاضرین کو سلام کیا اور منبر پر تشریف فرما ہو گئے...... بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دینی شروع کی...... اسی دوران صحابہ کرام کو رونے اور سسکیاں بھرنے کی آواز سنائی دی، پھر یہ آواز بیل کی چیخوں جیسی شکل اختیار کر گئی...... صحابہ رضی اللہ عنہم نے نگاہیں اٹھائیں...... تو دیکھا کہ کھجور کے تنے سے رونے اور چیخنے کی آوازیں آرہی ہیں...... اس کی آہوں اور سسکیوں سے مسجد گونج اٹھی...... رسول اللہ ﷺ منبر سے اترے...... کھجور کے تنے کی طرف تشریف لائے اور اسے گلے سے لگا لیا...... کھجور کا تنا اس طرح ہچکیاں لینے لگا جس طرح چھوٹے بچے کو دلاسہ دیا جائے تو وہ ہچکیاں لیتا ہے...... وہ تنا روتے روتے بالآخر خاموش ہو گیا...... آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: یہ کھجور کا تنا وعظ و نصیحت سے محروم ہونے کی وجہ سے رویا ہے......

قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اگر میں اس کو گلے لگا کر دلاسہ نہ دیتا تو یہ روز محشر تک اسی طرح روتا رہتا۔[1]

[1] صحيح البخاري، حديث: 3585,3584، وصحيح ابن خزيمة: 140/3، حديث: 1777.

www.KitaboSunnat.com

18

درخت پردہ پوشی کا ذریعہ بن گئے

نبی کریم ﷺ کی حج کی سرگزشت کے بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک طویل قصہ منقول ہے، وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں سفر پر روانہ ہوئے...... راستے میں ایک وسیع و عریض وادی میں پڑاؤ ڈالا...... رسول اللہ ﷺ رفع حاجت کی غرض سے نکلے...... میں پانی کا برتن لے کر آپ ﷺ کے ساتھ چل پڑا...... رسول اللہ ﷺ نے اطراف و اکناف میں نگاہ دوڑائی...... لیکن کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جو پردے کا کام دیتی...... دور وادی کے کنارے دو درخت دکھائی دیے...... آپ ﷺ ان میں سے ایک درخت کی طرف چل پڑے...... اس کی ٹہنی سے پکڑ کر فرمایا:

«اِنْقَادِي عَلَيَّ بِإِذْنِ اللّٰهِ»

''اللہ کے حکم سے میرے نقش قدم پر چل!''

وہ آپ ﷺ کے پیچھے اس طرح چل پڑا جس طرح وہ اونٹ جس کی ناک میں نکیل پڑی ہوئی ہو، اپنے مالک کے

www.KitaboSunnat.com

پیچھے پیچھے سرِ تسلیم خم کر کے تن بہ تقدیر چل پڑتا ہے...... وہ درخت گھسٹتا گھسٹتا آپ کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا...... آپ اسے لے کر دوسرے درخت کے پاس پہنچے...... اس کی ٹہنی پکڑی اور فرمایا:

«اِنْقَادِي عَلَيَّ بِإِذْنِ اللّٰهِ»

"اللہ کے حکم سے میرے قدموں کے نشانات پر چل پڑ!"

وہ بھی آپ ﷺ کے قدموں کو چومنے والی خاک پر اپنی جڑوں کو رگڑتا ہوا آپ ﷺ کے پیچھے ہو لیا...... جب دونوں درخت درمیان میں آ پہنچے...... آپ ﷺ نے ان دونوں کو یکجا کر کے انھیں حکم دیا:

«اِلْتَئِمَا عَلَيَّ بِإِذْنِ اللّٰهِ»

"اللہ کے حکم سے میرے سامنے ڈھال بن جاؤ۔"

یہ سنتے ہی وہ آپس میں اس طرح جڑ کر جھک گئے کہ کوئی شگاف باقی نہ رہا......

میں یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا...... اچانک میرا دل دھڑکا...... مجھے یہ خوف محسوس ہوا کہ میرے شرم و حیا کے پیکر آقا مجھے قریب سمجھ کر رفعِ حاجت کے لیے دور نہ چلے جائیں...... یہ خوف لاحق ہوتے ہی میں وہاں سے چپکے سے کھسک گیا اور دور جا کر بیٹھ گیا...... سوچنے لگا کہ ہمارے آقا ﷺ کتنے عظیم المرتبت ہیں جن کی حیا کی پاسداری کے لیے درخت بھی اپنی جڑ سے اکھڑ کر پردہ بن

جاتے ہیں...... میں ابھی اسی سوچ میں گم تھا کہ اچانک کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی...... میں نے نگاہ اٹھائی تو میرے سامنے سید البشر حضرت محمد ﷺ جلوہ افروز تھے...... میں نے درختوں پر نظر ڈالی تو وہ بھی اپنی اپنی جگہ یوں جا کھڑے ہوئے جیسے انھوں نے اپنی جگہ سے کبھی جنبش ہی نہیں کی......[1]

[1] صحیح مسلم، حدیث: 3012.

www.KitaboSunnat.com

19

اشیائے خوردونوش میں برکت

پانی میں برکت دیکھ کر ایک خاتون اپنی قوم سمیت مسلمان ہوگئی

رسول اللہ ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک سفر پر روانہ ہوئے...... شدید گرمی...... چلچلاتی دھوپ...... اوپر سے سورج کی تپش...... نیچے زمین پر تپتی ہوئی ریت ...... سفر بہت طویل تھا...... حق کے راہی اپنی دُھن میں چلے جا رہے تھے...... پینے کے لیے پانی نہیں تھا اور نہ ہی راستے میں کوئی کنواں تھا......

صحابہ رضی اللہ عنہم نے پیاس سے نڈھال ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! شدید پیاس لگ رہی ہے...... کڑی دھوپ اور تپتی ہوئی ریت پر چلنا دشوار ہو گیا ہے...... اس صورتِ حال کا کوئی حل نکالیے۔ آپ ﷺ نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا...... حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا:

"تم دونوں جاؤ اور پانی ڈھونڈ کر لاؤ۔"

وہ چل پڑے...... پانی ڈھونڈتے ڈھونڈتے انھیں ایک راہ گیر عورت ملی......

اُس نے اپنے اونٹ پر پانی کی دو مشکیں لاد رکھی تھیں...... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: کیا تمھیں معلوم ہے پانی کہاں ہے؟

وہ بولی: پانی اتنی دور ہے کہ کل میں اسی وقت وہاں سے پانی لے کر چلی تھی، آج یہاں پہنچی ہوں اور ہمارے قبیلے کے مرد لوگ پیچھے رہ گئے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: آؤ، ذرا تم ہمارے ساتھ چلو......

اجنبی عورت: کہاں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ: جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں!

اجنبی عورت: وہی جنھیں باپ دادا کے دین سے منحرف یعنی صابی کہا جاتا ہے؟......

مشرکینِ مکہ کی خباثتوں میں سے ایک خباثت یہ تھی کہ وہ باہر سے آنے والے لوگوں کو نبی کریم ﷺ سے دُور رکھنے کے لیے آپ ﷺ کو "صابی" کہہ کر پکارا کرتے تھے...... حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی نے اس عورت سے طویل گفتگو کرنا مناسب نہ سمجھا، فوراً کہا: ہاں! ہاں! انھی کے پاس چلو جن کا تم تذکرہ کر رہی ہو......

وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوئی اور ان کے ساتھ چل پڑی...... جب یہ عورت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے اس سے پانی کے بارے میں دریافت فرمایا...... اس نے اپنی ساری سرگزشت سنائی اور عرض کیا: میں غریب ہوں، تنگدست ہوں...... میرے بچے یتیم ہیں......

نبی کریم ﷺ نے اس سے پانی کی مشکیں طلب فرمائیں...... ان پر دستِ

www.KitaboSunnat.com

مبارک پھیرا...... پھر ایک برتن منگوایا، اس میں ان مشکوں کے دہانے کھول کر پانی انڈیلنا شروع کر دیا اور تمام صحابۂ کرام سے فرمایا:

آؤ! خود بھی پانی پی لو اور اپنے اپنے برتنوں میں بھی بھر لو...... تمام صحابہ اپنے اپنے برتن اور مشکیزے لے کر آ گئے...... سب نے خوب جی بھر کے پانی پیا...... پھر سب نے اپنے اپنے برتن اور مشکیزے بھی پانی سے بھر لیے...... سب سیراب ہو گئے...... سب کے مشکیزے اور برتن پانی سے لبریز ہو گئے...... جس نے جتنا چاہا پانی پیا اور جس کے جتنے ظروف تھے وہ سب بھر کے لے گیا...... یہ منظر دیکھ کر وہ عورت ہکا بکا ہو گئی...... وہ حیرت کے مارے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی کہ اس کے دو مشکیزوں میں اتنا پانی کہاں سے آ گیا کہ مسلمانوں کا سارا لشکر سیراب ہو گیا اور سب کے مشکیزے بھی لبالب بھر گئے...... پھر وہ یہ دیکھ کر دانتوں میں انگلیاں دینے لگی کہ اس کے دونوں مشکیزے پانی سے بدستور بھرے ہوئے ہیں...... ان میں سے پانی کی ایک بوند بھی کم نہیں ہوئی...... بلکہ ایسے لگتا تھا جیسے پانی پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا ہے......

اب رحمت عالم ﷺ نے اس عورت پر احسان فرماتے ہوئے اعلان کیا: اس عورت کے لیے کچھ مال جمع کرو...... یہ اعلان سنتے ہی صحابہ کرام عطیات پیش کرنے لگے...... کوئی عجوہ کھجور لایا...... کوئی آٹا لایا...... کوئی ستو لے کر حاضر ہوا...... غرض جس کے پاس جو کچھ تھا وہ اس نے بخوشی پیشِ خدمت کر دیا...... دیکھتے ہی دیکھتے کھانے پینے کی چیزوں کا ڈھیر لگ

گیا...... جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سامان کو ایک گٹھڑی میں باندھ دیا...... وہ عورت اونٹ پر سوار ہو گئی تو اسے یہ گٹھڑی مرحمت فرما کر اس کے اونٹ پر رکھوا دی...... اب جناب رسول اللہ ﷺ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا: اے خاتون! تم اچھی طرح جانتی ہو کہ ہم نے تمھارے پانی کا ایک قطرہ بھی کم نہیں کیا...... ہمیں تو قادر مطلق اللہ وحدہ لاشریک نے پانی پلایا ہے...... عورت نے اپنے اونٹ کی باگیں موڑیں اور واپس چلی گئی...... رسول اکرم ﷺ کے مبارک الفاظ اس کے کانوں میں گونج رہے تھے...... وہ خاصی تاخیر سے اپنے قبیلے کے لوگوں کے پاس پہنچی...... انھوں نے تاخیر کا سبب پوچھا...... وہ بولی: یہ ایک بہت ہی حیرت انگیز داستان ہے...... میں اپنی اونٹنی پر سوار تھی...... راستے میں اچانک دو آدمی مل گئے...... وہ مجھے اس شخص کے پاس لے گئے جسے لوگ صابی کہتے ہیں...... میں وہاں پہنچی تو میں نے ایسے حیرت انگیز واقعات دیکھے کہ میں ششدر رہ گئی...... اللہ کی قسم! دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہے یا تو وہ جادوگری میں لاثانی ہیں...... ورنہ پھر یہ بات حق ہے کہ بے شک وہ اللہ کے سچے رسول ﷺ ہیں...... اس واقعے سے متأثر ہو کر وہ عورت اپنی پوری قوم سمیت مسلمان ہو گئی۔ [1]

1 صحيح البخاري، حديث: 344، بألفاظ مختلفة.

www.KitaboSunnat.com

سکون سے پیو...... کوئی پیاسا نہیں رہے گا

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ حالت سفر میں تھے...... صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی ساتھ تھے...... دوران سفر پانی ختم ہو گیا...... رسول اکرم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ایک دن اور ایک رات مسلسل چلتے رہو...... ان شاء اللہ کل صبح طلوع ہونے والا سورج تمھیں پیاسا نہیں، سیراب و شاداب دیکھے گا...... اس کی کرنیں تم پر اس وقت پڑیں گی جب تم پانی کے پاس پہنچ چکے ہو گے......

کارواں چلتا رہا...... سفر طویل ہو گیا...... پیاس کی شدت سے صحابۂ کرام کے ہونٹ اور حلق خشک ہو گئے...... وضو کے لیے بھی پانی نہیں تھا...... یہ صورتِ حال دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے پانی کا چھوٹا مشکیزہ منگوایا...... مشکیزہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا...... وہ اسے لے آئے...... اس میں تھوڑا سا پانی تھا...... آپ ﷺ نے اس سے وضو کیا، پانی نوش فرمایا، پانی پھر بھی بچ گیا...... آپ ﷺ نے ابوقتادہ کو حکم دیا: یہ مشکیزہ محفوظ رکھو...... اس سے عنقریب ایک عجوبہ ظہور میں آئے گا...... کارواں پھر روانہ ہو گیا...... چلتے چلتے سورج سر پہ

آ گیا...... دوپہر کا وقت تھا اور چلچلاتی دھوپ...... گرمی شباب پر تھی...... صحرا کی ریت آگ اُگل رہی تھی...... ہر چیز تپ رہی تھی...... لوگ فریاد کرنے لگے: یا رسول اللہ! ہم ہلاک ہو گئے...... پیاس نے ستیاناس کر دیا ہے...... کچھ دیر اور پانی نہ ملا تو لوگ نڈھال ہو کر گر پڑیں گے...... رسول اللہ ﷺ نے تسلی دی: «لَا هُلْكَ عَلَيْكُمْ» ”کسی کو کچھ بھی نہیں ہو گا۔“ پھر فرمایا: میرے وضو کا برتن لاؤ...... برتن آ گیا تو ابوقتادہ کو حکم دیا: مشکیزہ لے آؤ! ابوقتادہ نے مشکیزہ پیش خدمت کر دیا...... اس میں بہت کم پانی تھا...... رسول اللہ ﷺ نے مشکیزہ اپنے دست مبارک میں تھام لیا...... اس کا منہ کھولا...... پھر اسے الٹا کر کے اپنے وضو کے برتن میں پانی ڈالنا شروع کر دیا...... صحابۂ کرام کی نگاہ پانی پر پڑی تو ان کا ہجوم پانی کے گرد اکٹھا ہو گیا...... ہجوم اس قدر بڑھ گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو تاکید فرمانی پڑی:

«أَحْسِنُوا الْمَلَأَ، كُلُّكُمْ سَيَرْوَى»

”سکون سے پیو، کوئی پیاسا نہیں رہے گا۔“

www.KitaboSunnat.com

آپ برتن میں پانی ڈالتے جاتے تھے...... ابوقتادہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو پلاتے جاتے تھے...... سب نے جی بھر کے پیا...... جن کے پاس برتن تھے انھوں نے برتن بھی بھر لیے...... اب ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی نہ تھا جس نے سیر ہو کر پانی نہ پیا ہو...... ہجوم چھٹ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے پھر برتن میں پانی اُنڈیلا اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا «اِشْرَبْ» ”تم بھی پی لو۔“

ابوقتادہ نے عرض کیا: میرے آقا! پہلے آپ نوش فرمائیں...... بعدازاں میں پیوں گا...... میں آپ سے پہلے نہیں پی سکتا......

آپ ﷺ نے فرمایا: پلانے والا ہمیشہ آخر میں پیا کرتا ہے...... ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں نے پانی پیا...... میرے بعد رسول اللہ ﷺ نے پانی نوش فرمایا...... تین سو (300) صحابۂ کرام میں سے ایک بھی پیاسا نہیں رہا...... سب سیراب ہو گئے۔[1]

1 صحیح مسلم، حدیث:681، ومسند أحمد:5/298.

21

غزوۂ تبوک میں پیاس کی شدت

غزوۂ تبوک کا ہر پہلو نہایت حیرت انگیز حالات و حوادث کا آئینہ دار ہے...... اس سفر میں مسلمانوں کو شدید بھوک، پیاس اور مشقت کا سامنا کرنا پڑا...... ایک تو مسافت طویل تھی...... مزید برآں مسلمانوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی...... رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے پڑھی...... پھر مغرب اور عشاء کی نماز بھی جمع کر لی...... بعدازاں صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا:

ان شاء اللہ کل تم تبوک کے چشمے پر جا پہنچو گے...... اس وقت آفتاب سر پر آ چکا ہو گا...... جو بھی وہاں پہنچ جائے وہ اس وقت تک چشمے کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے جب تک میں نہ پہنچوں...... کارواں چلتا رہا...... جب رسول اللہ ﷺ چشمے پر پہنچے تو آپ سے پہلے دو افراد وہاں پہنچ چکے تھے...... چشمے میں پانی بہت تھوڑا تھا...... نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کو دیکھا، دریافت فرمایا: کیا تم نے یہاں سے پانی پیا ہے؟

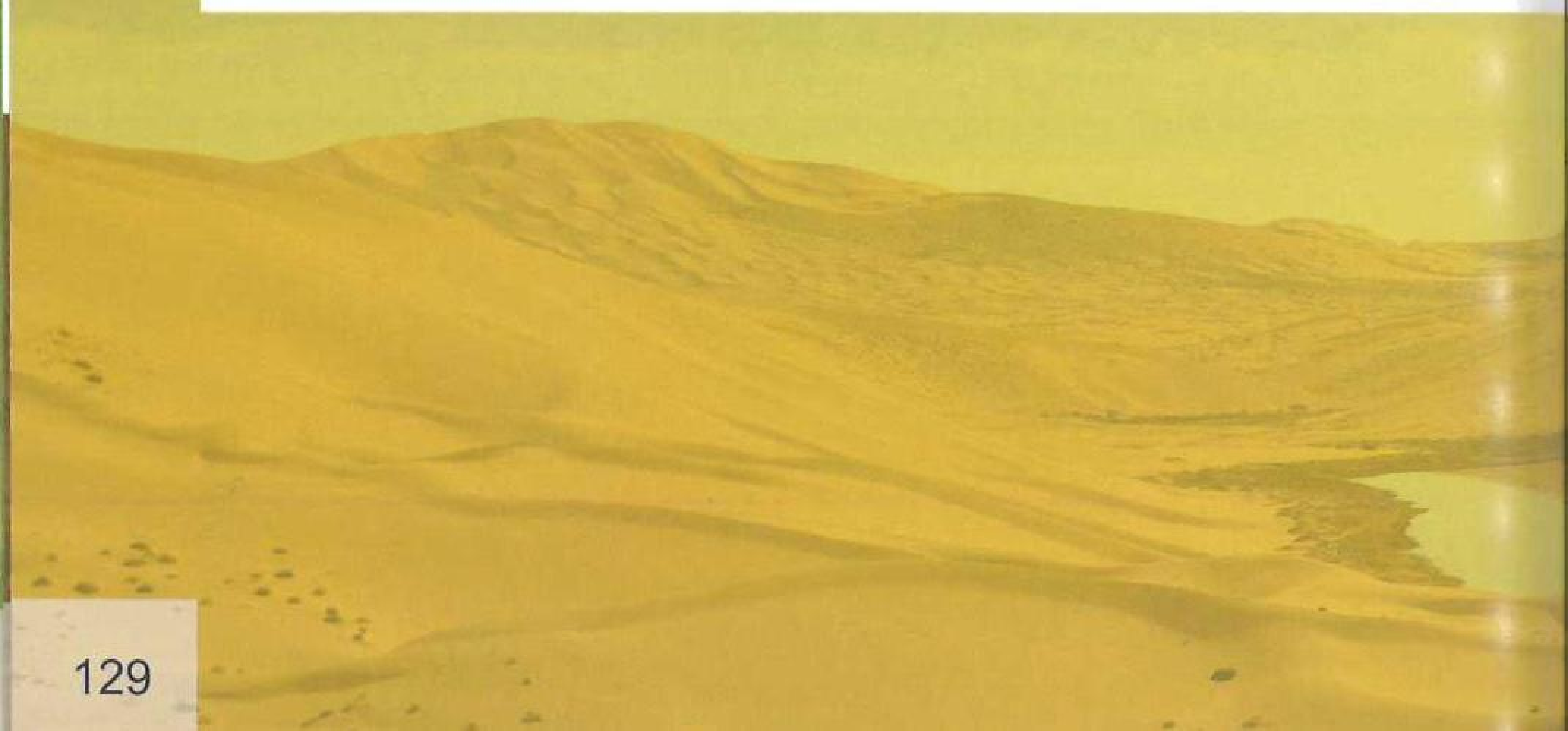

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے کہا: جی، ہاں......

آپ ﷺ ان پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں نے بذریعہ اعلان سب لوگوں کو پانی پینے کی ممانعت کر دی تھی......پھر تم نے پانی کیوں پیا؟ پھر جو اللہ نے چاہا آپ ﷺ نے انھیں کہہ دیا...... صحابہ کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی...... آپ ﷺ نے بعض صحابہ کو حکم دیا تو وہ ایک چھوٹے سے برتن میں چشمے سے پانی نکال لائے...... رسول اللہ ﷺ نے اس سے اپنے ہاتھ اور چہرۂ مبارک دھویا...... پھر وہ پانی چشمے میں ڈال دیا...... جونہی یہ مبارک پانی اس چشمے میں مِلا تو چشمے سے پانی کے فوارے پھوٹ پڑے...... لوگوں نے خوب پانی پیا...... اپنے برتن بھی بھر لیے...... پھر وضو بھی کیا...... رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: معاذ! اگر اللہ تعالیٰ نے تمھیں طویل زندگی دی تو تم دیکھو گے کہ اس چشمے کا پانی اس قدر وافر ہو جائے گا کہ کھیتیوں اور باغات کو سیراب کرے گا۔ [1]

1 صحیح مسلم، حدیث:706، بعد حدیث:2281.

22

خندق والو! جابر نے تمھارے لیے کھانا تیار کیا ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن ہم خندق کھود رہے تھے...... کھودتے کھودتے اچانک ایک سنگلاخ چٹان نکل آئی...... صحابہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے...... عرض کیا کہ ایک سخت پتھر رکاوٹ بن گیا ہے...... آپ ﷺ نے فرمایا: آؤ! میں خود تمھارے ساتھ چلتا ہوں...... آپ ﷺ اٹھے اور صحابہ کے ساتھ چل پڑے...... شدید بھوک کی وجہ سے آپ ﷺ نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے...... تین دن سے ہم نے ایک لقمہ بھی نہیں کھایا تھا...... آپ نے اسی حالت میں کدال پکڑ لی اور سنگلاخ چٹان پر ضرب لگائی...... وہ ریزہ ریزہ ہوگئی...... میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے گھر جانے کی اجازت دیجیے...... آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرما دی...... میں اپنے گھر پہنچا...... بیوی سے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس قدر شدید بھوک کی حالت میں دیکھا ہے کہ اُن کی یہ حالت میری برداشت سے باہر ہے......

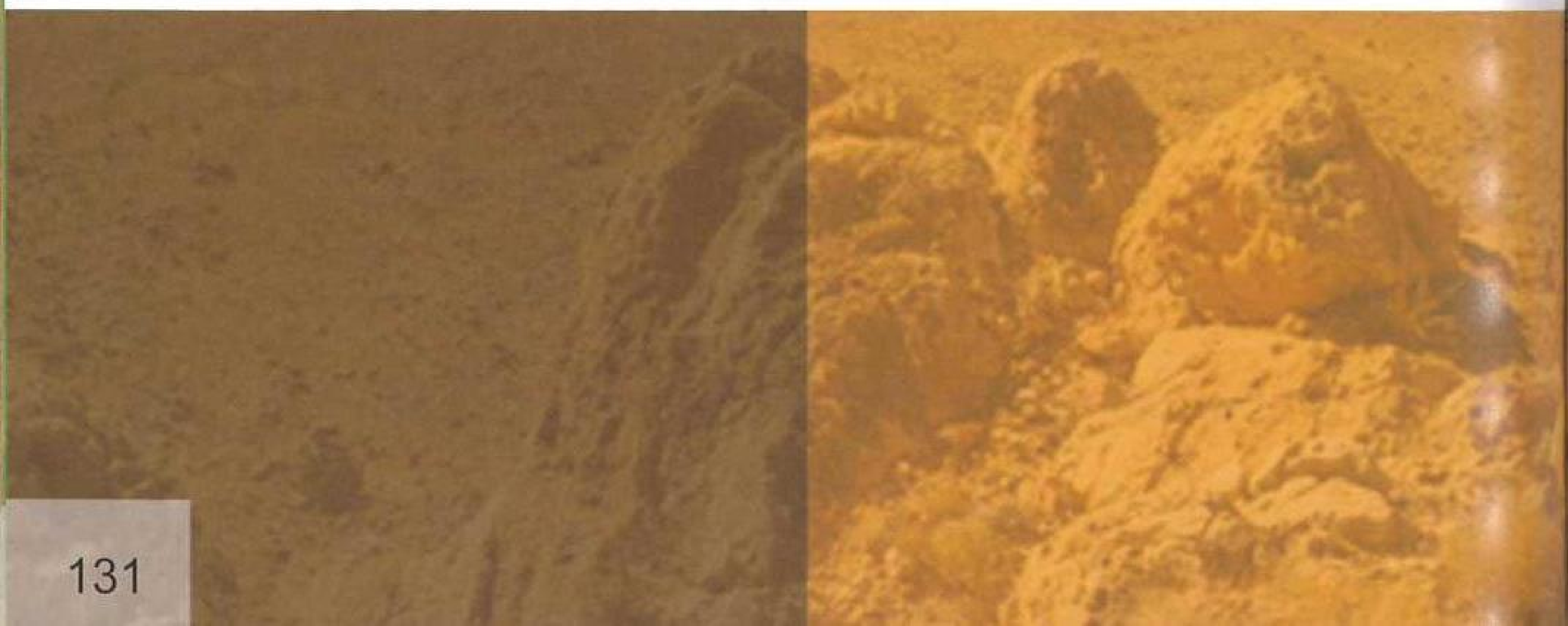

www.KitaboSunnat.com

بیوی نے کہا: گھر میں ایک صاع (دو کلو اور سو گرام) جَو اور ایک بکری کا بچہ ہے...... میں نے فوراً وہ بچہ ذبح کیا...... اتنے میں بیوی نے آٹا گوندھ لیا...... میں نے گوشت ہانڈی میں ڈال دیا اور تیزی سے رسول اللہ ﷺ کی طرف جانے لگا...... میری بیوی کہنے لگی: رسول اللہ ﷺ کو سب کے سامنے دعوت دے کر مجھے رسوا نہ کرنا...... میں جلدی جلدی گیا اور سب سے چھپ کر نہایت آہستہ آواز میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! تھوڑا سا کھانا تیار ہے...... آپ ایک دو ساتھی لے کر میرے ساتھ تشریف لے چلیں اور کھانا تناول فرما لیں...... آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کھانا کتنا ہے؟ میں نے آپ کو کھانے کی مقدار بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: بہت ہے...... پھر آپ نے بلند آہنگی سے اعلان فرمایا: خندق والو! جابر نے تمھارے لیے کھانا تیار کیا ہے...... آؤ......! سب آجاؤ......!!

پھر مجھ سے فرمایا: اپنی بیوی سے کہنا: جب تک میں نہ آجاؤں اس وقت تک وہ چولہے سے ہانڈی اتاریں نہ تندور سے کوئی روٹی نکالیں...... رحمت عالم ﷺ کا اعلان سننے کی دیر تھی کہ تمام مہاجرین اور انصار اٹھ کھڑے ہوئے...... اور رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جابر رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف چل دیے...... اِدھر جابر رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: اے نیک بخت! رسول اللہ ﷺ تو اپنے تمام ساتھیوں سمیت تشریف لا رہے ہیں...... وہ بولیں: اللہ تمھیں عقل دے! یہ تم نے کیا کیا؟......

وہ کہنے لگے: اللہ کی بندی! میں نے تو اسی طرح کیا تھا جیسے تو نے کہا تھا......

مگر جناب رسول اللہ ﷺ نے سب صحابہ کو دعوتِ ضیافت پر مدعو فرما لیا...... جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے آٹا نکالا...... تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی...... پھر آپ ﷺ ہانڈی کی طرف بڑھے، آپ ﷺ نے اس میں بھی لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی......

پھر فرمایا: روٹیاں پکانے والی کو بلاؤ، وہ روٹیاں پکائے...... تم ہانڈی چولہے پر ہی پڑی رہنے دو اور اس میں سے گوشت نکال کر پیالوں میں ڈالتے جاؤ...... ہانڈی نیچے نہ اتارنا!...... ایک ہزار صحابہ کرام تھے...... اللہ کی قسم! تمام صحابہ نے خوب جی بھر کے کھانا کھایا اس کے باوجود کھانا بچ گیا...... ہماری ہنڈیا ابھی تک سالن سے لبریز تھی اور اُسی طرح ابل رہی تھی جس طرح آپ ﷺ کے آنے سے پہلے اُبل رہی تھی...... اُدھر روٹیاں پکانے والی بھی بدستور روٹیاں پکا رہی تھی...... نہ آٹے میں کچھ کمی آئی نہ سالن میں۔ [1]

1 صحيح البخاري، حديث:4101,4102.

www.KitaboSunnat.com

ابو ہریرہ! اور پی لو

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! میں اپنے اکتساب معاش کا خیال کیے بغیر شب و روز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چمٹا رہتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ کوئی بات کہیں اور میں اس سے محروم ہو جاؤں...... کبھی کبھی مجھے بھوک بہت ستاتی تھی...... حتی کہ بعض دفعہ میں نڈھال ہو کر مسجد نبوی کے ستونوں کے پاس گر پڑتا تھا...... کوئی گزرنے والا وہاں سے گزرتا تو کہتا کہ ابو ہریرہ کو دورہ پڑ گیا ہے...... مگر اللہ کی قسم! مجھے دورہ نہیں پڑا ہوتا تھا ...... بلکہ خالی پیٹ اور خشک آنتوں پر جسم سنبھالنا دشوار ہو جاتا تھا...... بھوک کی شدت کی وجہ سے میں اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا......

ایک دن میری بھوک انتہائی شدت اختیار کر گئی اور میں صحابہ کرام ؓ کی گزرگاہ پر بیٹھ گیا...... ابو بکر ؓ گزرے...... میں کھڑا ہو گیا اور انھیں روک

لیا...... پھر قرآن مجید کی اس آیت کے بارے میں پوچھا جس میں بھوکوں کو کھانا کھلانے کا ذکر ہے ...... میرا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ مجھے ساتھ لے جائیں اور کھانا کھلائیں...... لیکن وہ میرا مقصد نہ سمجھ پائے اور آگے بڑھ گئے...... میں ناامید ہو کر بیٹھ گیا...... تھوڑی دیر بعد عمر ؓ گزرے...... میں نے ان سے بھی یہی آیت پوچھی...... میرا مطلب یہی تھا کہ وہ میرا مقصد سمجھ جائیں اور مجھے کھانا کھلانے کے لیے ساتھ لے چلیں...... لیکن وہ بھی نہ سمجھ سکے اور آگے چل پڑے...... میں پھر مایوس ہو کر بیٹھ گیا...... تھوڑی ہی دیر میں ابو القاسم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے...... جوں ہی آپ ﷺ کی نگاہِ مبارک مجھ پر پڑی آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس پر دلآویز مسکراہٹ پھیل گئی......

جو کچھ میرے چہرے سے عیاں تھا اور جو کچھ میرے دل میں تھا، آپ ﷺ ساری صورت حال فوراً بھانپ گئے ...... آپ ﷺ نے مجھے بلایا: اے ابو ہریرہ!...... میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! ارشاد فرمایا: آؤ چلیں...... اتنا کہہ کر آپ چل دیے...... میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ہو لیا...... آپ اپنے

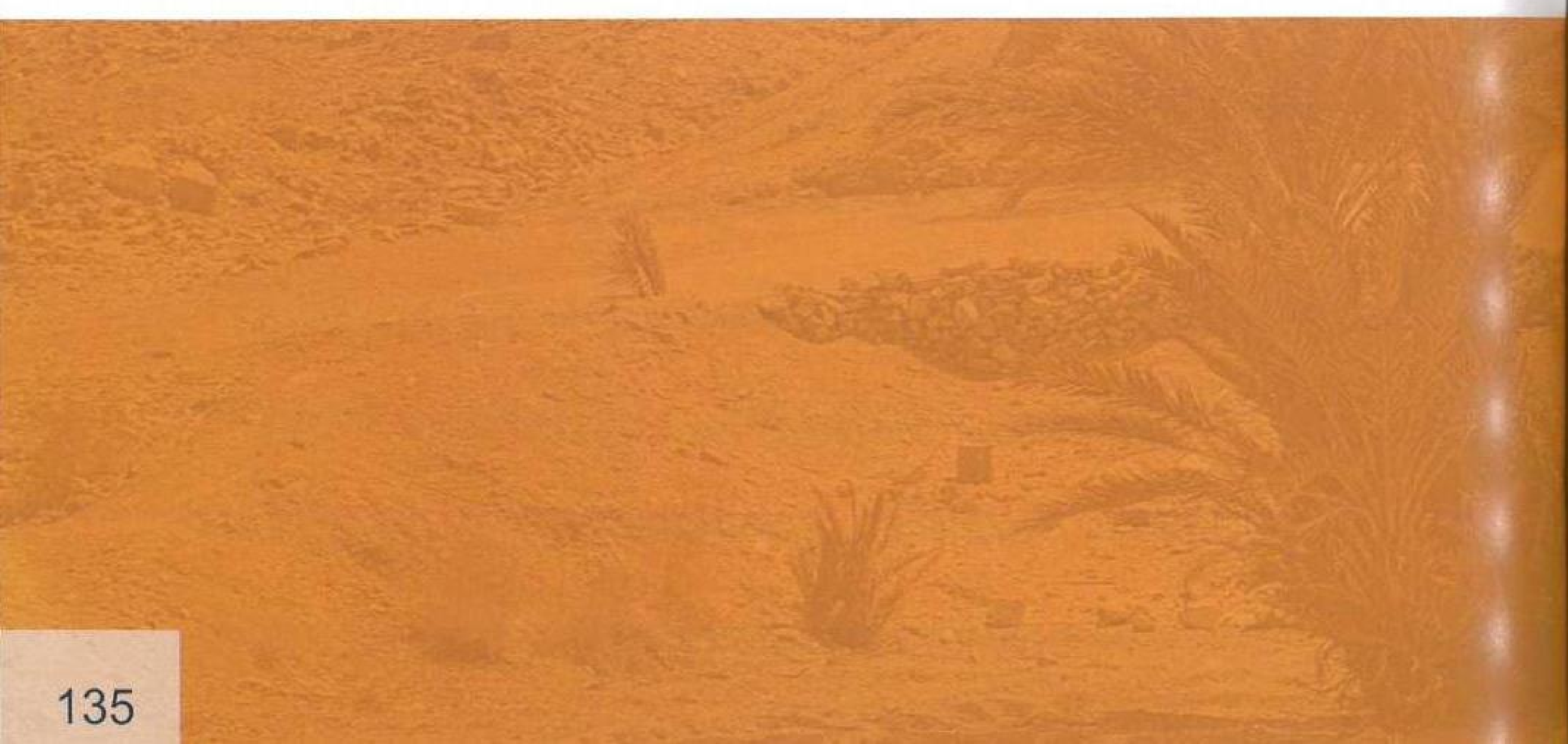

www.KitaboSunnat.com

گھر میں داخل ہوئے...... میں نے بھی اجازت مانگی...... آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی تو میں اندر چلا گیا...... آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ پیش کیا گیا...... دریافت فرمایا: یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ جواب ملا: کسی نے آپ کو ہدیہ پیش کیا ہے...... فرمایا: اے ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! فرمایا: اصحاب صفہ کے پاس جاؤ اور انھیں بلا لاؤ......

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اصحابِ صفہ اسلام کے مہمان تھے...... وہ دور دراز کے علاقوں سے اسلام کی تعلیمات سیکھنے آئے تھے...... یہاں ان کا کوئی اہل و عیال تھا نہ مال و متاع...... جب آپ ﷺ کے پاس صدقے کا مال آتا تو آپ وہ سارے کا سارا اصحاب صفہ کو بھیج دیتے تھے...... خود کچھ بھی نہ لیتے تھے...... اور جب کوئی ہدیہ پیش کرتا تو آپ ﷺ اصحابِ صفہ کو بلا بھیجتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر ماحضر تناول فرماتے...... جب آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ تو میرے چھکے چھوٹ گئے...... میں نے دل میں سوچا کہ یہ ایک مختصر سا دودھ کا پیالہ ہے اور اصحاب صفہ خاصی تعداد میں ہیں...... بھلا ہم سب کا اتنے سے دودھ سے کیا بنے گا؟ مناسب تو یہی تھا کہ تنہا میں ہی یہ سارا دودھ ایک ہی گھونٹ میں پی لیتا...... اس طرح میرے کمزور بدن میں کچھ تو جان آجاتی...... اصحاب صفہ آجائیں گے اور رسول اللہ ﷺ مجھے حکم دیں گے: چل ابو ہریرہ! ان سب کو دودھ پلانا شروع کر دے تو میں ایک ایک کر کے سب کو دیتا جاؤں گا...... اس طرح میری باری آنے تک پیالے میں دودھ کا ایک قطرہ بھی باقی نہیں بچے گا...... مگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کے سوا کوئی

چارہ نہیں...... میں اٹھا، اصحاب صفہ کے پاس گیا...... میرے بلانے پر وہ سب چلے آئے...... آپ ﷺ سے گھر آنے کی اجازت مانگی...... آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی...... سب آ کر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے...... آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! فرمایا: پیالہ لو اور سب کو پلانا شروع کر دو...... میں نے پیالہ اُٹھایا اور پلانا شروع کر دیا...... پہلے کو دیا، اس نے خوب پیا، سیر ہو گیا تو پیالہ مجھے لوٹا دیا...... میں نے دوسرے کو دیا، اس نے بھی جی بھر کے پیا اور پیالہ لوٹا دیا...... پھر تیسرے کو دیا، اس نے بھی خوب پیا اور پیالہ مجھے واپس دے دیا...... دودھ پلاتے پلاتے میں رسول اللہ ﷺ تک پہنچا...... تمام اہل صفہ اچھی طرح جی بھر کے دودھ پی چکے تھے......

اب آپ ﷺ نے پیالہ اپنے دستِ مبارک میں تھام لیا...... میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: اے ابوہریرہ! میں نے کہا: لبیک یا رسول اللہ! فرمایا: اب صرف میں اور تم بچ گئے ہو......

www.KitaboSunnat.com

باقی سب نے پی لیا ہے...... میں نے کہا: صَدَقْتَ یَارَسُولَ اللّٰہ! اللہ کے رسول! آپ نے سچ فرمایا...... ارشاد ہوا: چلوتم بھی بیٹھ جاؤ اور دودھ پی لو...... میں نے بیٹھ کر پینا شروع کر دیا ...... جب میرا جی بھر گیا تو پیالہ واپس دینے لگا، فرمایا: ابو ہریرہ! اور پی لو...... میں نے اور پیا...... فرمایا: ابو ہریرہ! اور پی لو...... میں نے اور پی لیا...... آپ ﷺ اس طرح فرماتے رہے: ابو ہریرہ! اور پی لو...... ابو ہریرہ! اور پی لو...... حتی کہ میں نے عرض کیا: بس! یا رسول اللہ! قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! بس!...... اب میرے پیٹ میں ایک گھونٹ کی گنجائش بھی نہیں...... آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا! اب مجھے دے دو...... میں نے وہ پیالہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا...... آپ ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور بسم اللہ پڑھ کر باقی بچا ہوا دودھ نوش فرمایا۔ [1]

[1] صحيح البخاري، حديث: 6452. وَالْفَاظُهُ مُخْتَلِفَةٌ، وشعب الإيمان للبيهقي: 386/7.

24

فرشتوں کے ذریعے غیبی نصرت

فرشتے باڈی گارڈ بن گئے

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جنگ احد کے دن میں نے رسول اللہ ﷺ کے دائیں اور بائیں دو سفید پوش جواں مرد دیکھے...... وہ آپ ﷺ کے دفاع میں ناقابل تسخیر طوفان کی طرح لڑ رہے تھے...... میں نے انھیں اس دن سے پہلے کبھی دیکھا نہ اس دن کے بعد کبھی دیکھا...... وہ جبریل اور میکائیل علیہما السلام تھے۔ [1]

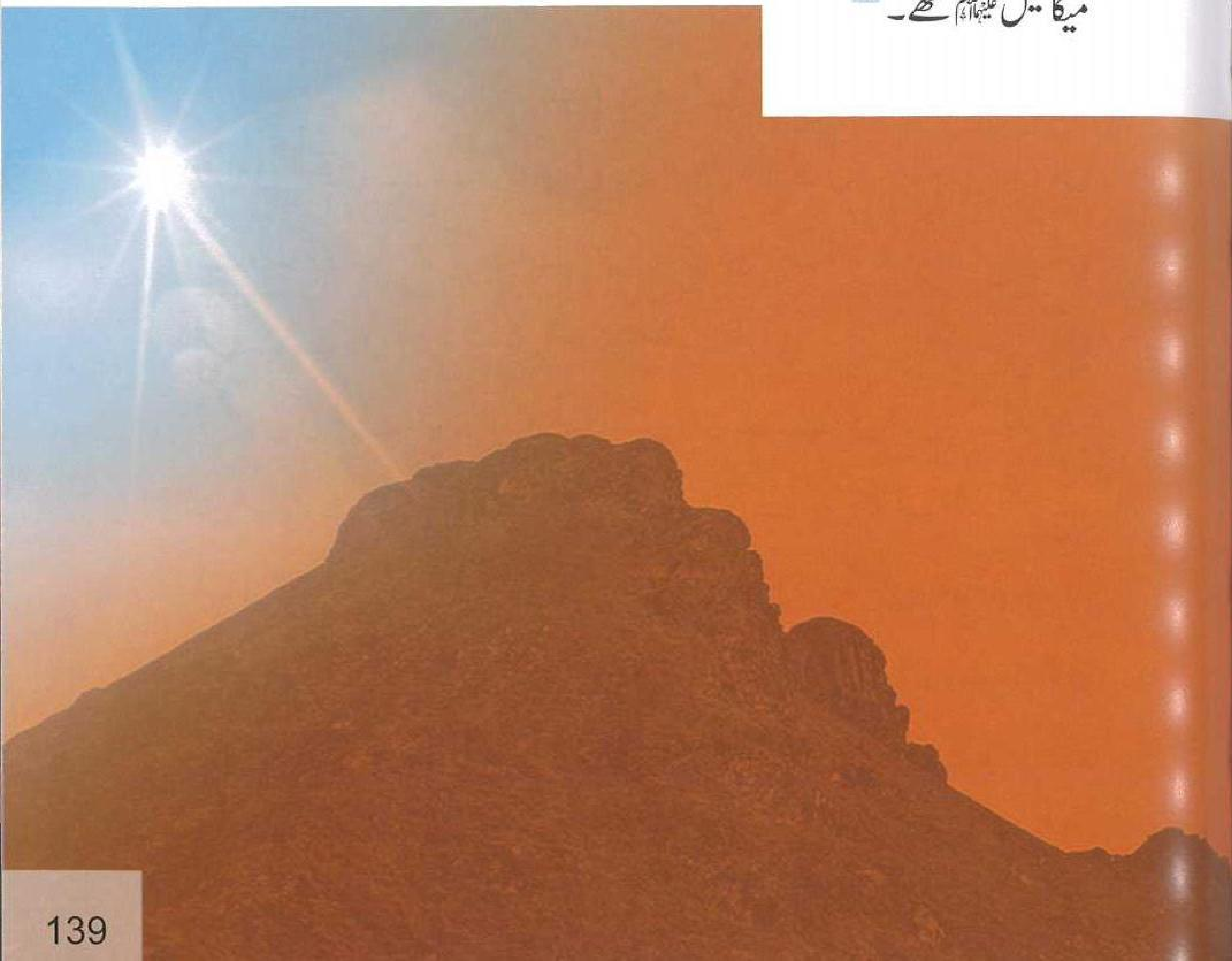

www.KitaboSunnat.com

ہم آپ کا مذاق اڑانے والوں کے لیے کافی ہیں!

گستاخانِ ناموسِ رسالت کا عبرت ناک انجام!

کفارِ قریش کے بدکردار لوگوں کا ایک گروہ تھا...... یہ مذموم لوگ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے، آپ کا مذاق اڑانے اور آپ ﷺ کو ایذائیں پہنچانے میں سب سے پیش پیش تھے......ان کے نام یہ ہیں:

1 ولید بن مغیرہ 2 اسود بن مطلب 3 اسود بن عبد یغوث
4 حارث بن عیطل 5 عاص بن وائل سہمی۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے...... آپ نے متذکرہ افراد کی تکلیفوں سے تنگ آ کر جبریل سے ان کی شکایت کی...... کچھ دیر بعد وہاں سے ولید گزرا...... جبریل علیہ السلام نے اس کی انگلی کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: میں اس کے لیے کافی ہوں...... پھر اسود بن مطلب نظر آیا...... جبریل علیہ السلام نے اس کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: میں اس کے لیے کافی ہوں...... پھر اسود بن عبد یغوث سامنے آیا...... جبریل علیہ السلام نے اس کے سر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: میں اس کے لیے کافی ہوں...... پھر حارث بن عیطل دکھائی دیا...... جبریل علیہ السلام نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: میں اس کے لیے کافی ہوں پھر عاص بن وائل وہاں سے گزرا...... جبریل علیہ السلام نے اس کے پاؤں کے

تلوے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: میں اس کے لیے کافی ہوں......

چند دن ہی بیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لینا شروع کر دیا......ان پر اسی طرح مصیبتیں نازل ہونے لگیں جس طرح جبریل علیہ السلام نے بیان کی تھیں......

ولید سڑک پر جا رہا تھا...... وہ خزاعہ قبیلے کے ایک شخص کے پاس سے گزرا جو اپنا تیر کمان ٹھیک کر رہا تھا...... اچانک اس کے ہاتھ سے تیر چھوٹ گیا اور ولید کی انگلی پر جا لگا...... اس کی انگلی کٹ گئی...... وہ چند دن اسی زخم کی تکلیف سے تڑپتا رہا اور مر گیا۔

اسود بن مطلب اندھا ہو گیا...... ہوا یوں کہ ایک دن وہ اپنے بچوں کے ساتھ درخت کے نیچے بیٹھا تھا...... اچانک وہ چیخنے لگا: میرے بچو! مجھے بچا لو! میں مر جاؤں گا...... اس کے بیٹوں نے کہا: ہمیں تو کوئی نظر نہیں آ رہا...... اس نے پھر کہا: میں ہلاک ہو جاؤں گا...... اسے روک لو...... وہ میری آنکھوں میں کانٹے چبھونے لگا ہے...... وہ اسی طرح چلّاتا اور فریاد کرتا رہا...... اس کے بچے یہی جواب دیتے رہے کہ ہمیں تو کوئی فرد دکھائی نہیں دے رہا...... بالآخر اس کی آنکھیں بینائی سے محروم ہو گئیں ...... اور وہ اسی حالت میں تڑپ تڑپ کر مر گیا......

اسود بن عبد یغوث کے سر میں بڑے بڑے پھوڑے نکل آئے...... اور سارا سر زخموں کی آماجگاہ بن گیا...... وہ اسی مرض میں مبتلا رہ کر ہلاک ہو گیا......

حارث بن عیطل کے پیٹ میں زرد رنگ کا پانی بھر گیا......اس کا پیٹ پھول

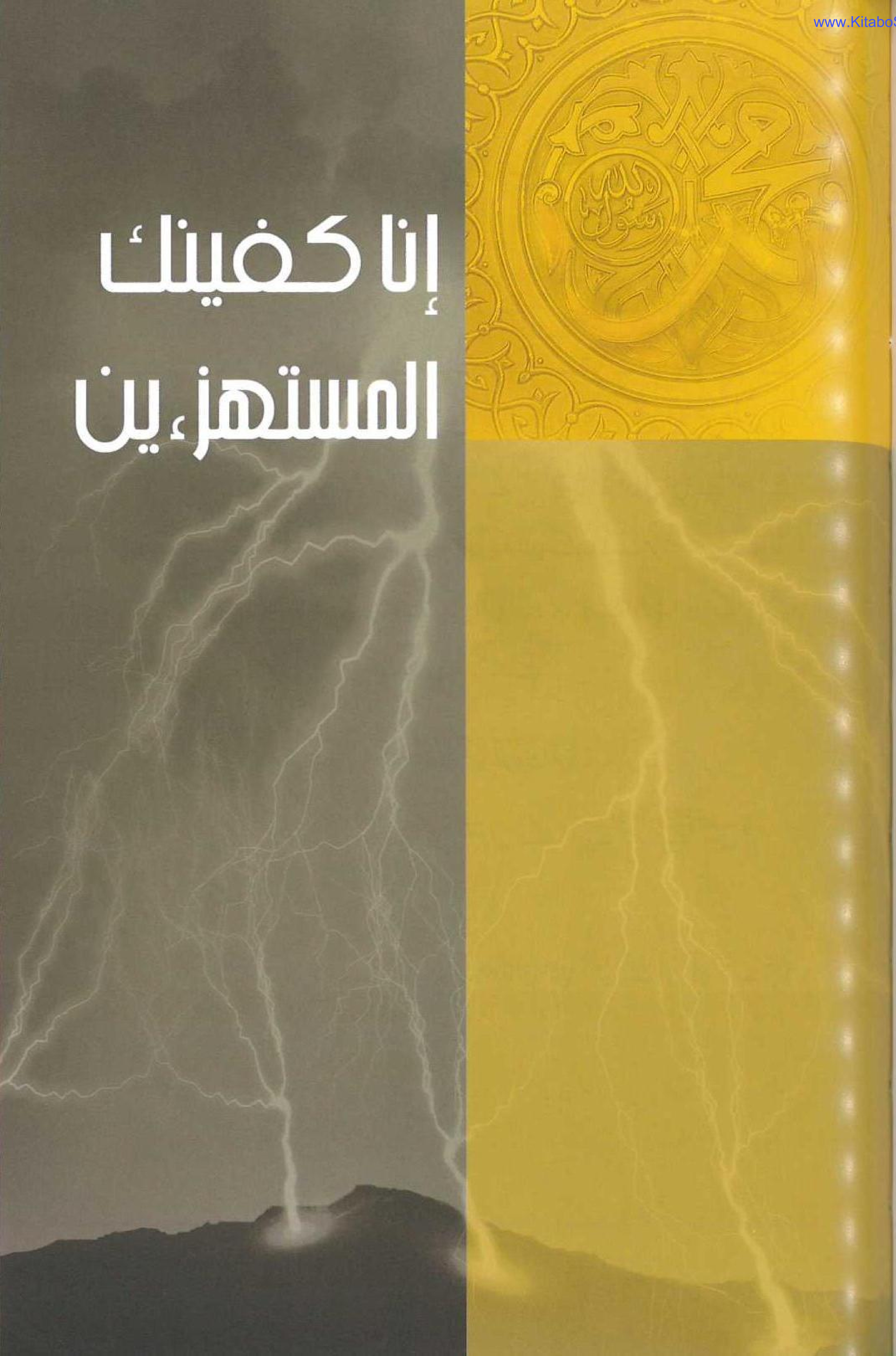

www.KitaboSunnat.com

کر کُبڑا ہو گیا...... اور اس کا پاخانہ اس کے منہ سے نکلنے لگا...... وہ بھی اسی بیماری کو جھیلتے جھیلتے ہلاک ہو گیا......

باقی بچا عاص بن وائل تو اس کا قصہ یہ ہے کہ ایک دن وہ گدھے پر سوار ہو کر طائف جا رہا تھا...... اچانک اس کے گدھے نے ایک کانٹے دار جھاڑی پر اپنے گھٹنے ٹیک دیے...... وہاں اُس کے پاؤں میں ایک بہت بڑا کانٹا چُبھ گیا...... وہ اِسی کانٹے کے زہر سے تڑپ تڑپ کر مر گیا۔[2]

یوں ایک ایک کر کے سبھی گستاخ اپنے عبرتناک انجام تک جا پہنچے...... اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

﴿ إِنَّا كَفَيْنَٰكَ الْمُسْتَهْزِءِينَ ﴾

”بلاشبہ ہم ٹھٹھا کرنے والوں کے مقابلے میں آپ کے لیے کافی ہیں۔“[3]

---

[1] صحيح مسلم، حديث: 2306. [2] السنن الكبرىٰ للبيهقي: 8/9، نحوهٗ. [3] الحجر 95:15.

www.KitaboSunnat.com

26

کفار کے گروہوں پر آندھیاں اور طوفان

جنگِ احزاب میں ہزاروں کفار جمع ہو گئے...... یہ لوگ مسلمانوں کے دشمن تھے؟ اور مدینہ منورہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے ناپاک ارادے سے آئے تھے...... رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے کفار کو ناکام بنانے کے لیے حتی المقدور اقدامات کیے اور جو کچھ بس میں تھا کر گزرے...... یقیناً اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اپنے دوستوں کی مدد فرماتا ہے اور ان کے دشمنوں کو ان کے ناپاک عزائم سمیت پیوندِ زمین کر دیتا ہے...... نہ ان کی موت پہ آسمان آنسو بہاتا ہے اور نہ ان کے غم میں زمین سسکیاں بھرتی ہے...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ ﴾

''پھر ہم نے ان پر آندھی اور (فرشتوں کے) ایسے لشکر بھیجے جنھیں تم نے نہیں دیکھا۔'' [1]

جنگِ احزاب میں اللہ نے کفار پر ایسا طوفان بھیجا جس نے ان کی آگ بجھا دی...... ان کی ہانڈیاں الٹ دیں...... ان کے خیمے اور جھونپڑیاں اکھاڑ ڈالیں...... ان کی عمارتوں کو کھنڈر بنا دیا...... ان کے گھوڑوں کو بھگا دیا...... ان کے اونٹ منتشر کر دیے...... اور اس رب ذوالجلال نے ان پر اپنے فرشتوں کا اتنا بڑا لشکر دوڑا دیا جنھیں آنکھیں نہیں دیکھ سکتی تھیں...... اُن کے مقابلے میں آنے

والے بڑے بڑے لشکروں کے قدم اکھڑ جاتے تھے...... اُنھوں نے اُن دشمنانِ اسلام پر حملہ کر کے انھیں ہلا ڈالا...... ان کا شیرازہ بکھیر دیا...... انھیں کہیں کا نہ چھوڑا...... وہ جہاں سے آئے تھے وہیں بھاگنے پر مجبور ہو گئے...... مدینہ طیبہ سے ان کا گھیراؤ ختم ہو گیا...... اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان جتلاتے ہوئے اس داستان کا تذکرہ اس طرح فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱذْكُرُوا نِعْمَةَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝ ﴾

''اے ایمان والو! تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے فضل کو یاد رکھو کہ جب تم پر فوجیں چڑھ دوڑیں تو ہم نے ان پر شدید آندھی بھیجی۔ فوجیں بھی بھیجیں جو تمھیں نظر نہیں آئیں۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے۔'' [2]

1 الأحزاب 9:33. 2 الأحزاب 9:33.

www.KitaboSunnat.com

بارش کے ذریعے نُصرت

غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑا کرم فرمایا...... اس موقع پر اللہ کے حکم سے بڑے حیران کردینے والے معجزے اور مبہوت کر دینے والی کرامتیں ظہور میں آئیں......

اس جنگ میں مسلمان مجاہدین کی تعداد بھی بہت کم تھی......جنگی سازوسامان اور جملہ ہتھیار بھی بہت تھوڑے تھے...... کسی کے پاس زرع تھی تو تلوار نہیں تھی......کسی کے پاس تلوار تھی تو دشمن سے بچاؤ کے لیے ڈھال نہیں تھی...... اس کے برعکس مشرکینِ مکہ تعداد اور ہتھیاروں میں مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھے...... وہ جنگ و جدل کے حربوں میں بھی بڑے ماہر تھے......لڑائی کا فن اُن کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا......

جب مشرکین بدر کے مقام پر پہنچ گئے تو انھوں نے پختہ اور ہموار زمین پر ڈیرے ڈال دیے......مسلمان وہاں پہنچے تو انھیں وہ علاقہ میسر آیا جہاں مٹی اور ریت کے اتنے بڑے بڑے ڈھیر تھے کہ پاؤں اندر دھنس جاتے تھے...... مسلمان بہت پریشان ہوئے......مگر اللہ تعالیٰ نے اسی وقت بارش نازل فرما دی......اس طرح جس زمین پر مسلمان تھے، اس کی مٹی جم گئی اور زمین پختہ ہو گئی...... یوں مسلمانوں کے قدم جم گئے اور ان کے دل سے شیطان کے ڈالے

ہوئے وسوسے نکل گئے ...... مسلمانوں نے جی بھر کے پانی پیا......غسل کیا...... اس طرح وہ بالکل تروتازہ اور ہشاش بشاش ہو گئے...... بارش مسلمانوں کے لیے رحمت اور مشرکین کے لیے زحمت بن گئی...... دشمنانِ اسلام کے قدم لڑکھڑانے لگے......کیونکہ جس زمین پر وہ قابض تھے وہ شور والی زمین تھی...... وہ پانی پڑتے ہی کیچڑ بن گئی...... انھیں شدید مشقت اور دشواری کا سامنا کرنا پڑا...... جبکہ مسلمانوں کی زمین بارش کا پانی پی کر بہت مضبوط اور خوشنما بن گئی...... اور یہاں گردوغبار کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا...... اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

﴿إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ﴾

”اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تمھیں چین دینے کے لیے اپنی طرف سے تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا اور تم پر آسمان سے بارش برسا رہا تھا تاکہ اس کے ذریعے تمھیں پاکیزگی عطا فرمائے۔ اور تمھارے (دل) سے شیطان کے وسوسے دور کر دے تاکہ اس طرح تمھارے دل مضبوط کر دے اور تمھارے قدم جما دے۔“ [1]

1 الأنفال 8:11.

www.KitaboSunnat.com

28

اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا انگ انگ نوچ لیتے

اللہ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ کی حفاظت، نبوت کی سچائی کی دلیل ہے۔ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری خود اٹھائی ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ○ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ○ ﴾

”پس (اے نبی!) تمھیں جو حکم ملا ہے اُسے آشکارا طور پر سنا دو اور مشرکوں سے اعراض کرو۔ ہم ان مذاق اڑانے والوں سے جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود شریک کرتے ہیں تمھاری طرف سے نمٹنے کے لیے کافی ہیں۔ سو وہ عنقریب جان لیں گے۔“ [1]

اس کی ایک مثال وہ واقعہ ہے جو اس امت کے فرعون ابوجہل کے ساتھ پیش آیا...... ابوجہل انتہائی درجے کا متکبر، ظالم اور سرکش تھا...... ایک دن وہ اپنے ساتھیوں کے پاس کعبہ پہنچا اور ان سے کہنے لگا: کیا محمد (ﷺ) اپنا خاک آلودہ چہرہ لے کر تمھارے سامنے نکلتا ہے...... انھوں نے کہا: ہاں! ...... ابوجہل طیش میں آ گیا...... کہنے لگا: قسم ہے لات اور عزیٰ کی! اگر میں نے اس کو یہاں

سے گزرتے ہوئے دیکھا تو میں اسے نیچے گرا کر اس کی گردن پر چڑھ جاؤں گا...... اور اس کی گردن کو روندتا اور کچلتا رہوں گا...... وہ تباہ و برباد ہو جائے کتنا قبیح چہرے والا اور کتنا بد اخلاق ہے...... ابھی وہ یہ خرافات بک ہی رہا تھا کہ نبی کریم ﷺ وہاں سے گزرے...... آپ ﷺ نے اطمینان کے ساتھ کعبہ کے قریب کھڑے ہو کر ”اللہ اکبر“ کہا اور نماز شروع کر دی...... آپ ﷺ نے اپنی پیشانی بارگاہ الٰہی میں ٹکا کر سجدہ کیا اور گڑگڑا کر دُعائیں کرنے لگے......

ابوجہل کے لیے یہ منظر ایک چیلنج تھا...... کیونکہ وہ ابھی ابھی اپنے ساتھیوں کے سامنے قسم کھا کر کہہ چکا تھا کہ میں محمد (ﷺ) کا ایسا حشر کروں گا کہ زندگی بھر یاد رکھے گا...... وہ اکڑ کر اور اپنے پاؤں کو زور سے زمین پر مار کر چلتا ہوا آگے بڑھا...... وہ سمجھتا تھا کہ میں آرام سے محمد (ﷺ) کی گردن پر چڑھ کر انھیں کچل ڈالوں گا...... کیونکہ آپ ﷺ سجدہ ریز تھے...... وہ نبی کریم ﷺ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اچانک چیختا ہوا اور اپنے ہاتھوں کے ذریعے اپنے منہ سے کسی چیز کو پرے ہٹاتا ہوا واپس بھاگا...... وہ ساتھیوں کے پاس پہنچا تو

www.KitaboSunnat.com

سخت پسینے میں شرابور تھا...... اور اس کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا...... اس کے ساتھیوں نے اس کی اُڑی اُڑی رنگت دیکھی تو پوچھا: ابوجہل! کیا ہوا؟

اس نے کتے کی طرح زبان باہر نکال دی اور ہانپتے ہوئے بولا: میرے اور محمد (ﷺ) کے درمیان آگ کی خندق اور پروں والی کوئی دہشت انگیز مخلوق آ گئی...... وہ طوفان کی طرح مجھ پر جھپٹی اور مجھے انتہائی خوفزدہ کر گئی......

نبی کریم ﷺ نے جب اپنی نماز پوری کی تو فرمایا:

«لَوْ دَنَا مِنِّي...... لَاخْتَطَفَتْهُ الْمَلَائِكَةُ...... عُضْوًا...... عُضْوًا»

''اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا انگ انگ نوچ لیتے (اور اس کے ایک ایک عضو کے ٹکڑے کر کے مکہ کی گلیوں میں پھینک دیتے۔)'' [2]

اسی وقت اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۝ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۝ كَلَّا لَىِٕنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝ كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝ ﴾

''کیا آپ نے اسے دیکھا جو منع کرتا ہے۔ ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے؟ بھلا دیکھ تو اگر وہ (بندہ) ہدایت پر ہو۔ یا تقویٰ کا حکم دیتا ہو؟ بھلا دیکھ تو اگر وہ (حق کو) جھٹلاتا اور (اس سے) منہ موڑتا ہو؟ کیا

وہ نہیں جانتا کہ بے شک اللہ دیکھ رہا ہے۔ ہرگز نہیں! اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اسے پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر ضرور گھسیٹیں گے۔ پیشانی جو جھوٹی اور خطا کار ہے۔ چنانچہ اسے چاہیے کہ وہ اپنی مجلس والوں کو بلا لے۔ یقیناً ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔ ہرگز نہیں! آپ اس کی اطاعت نہ کریں اور سجدہ کریں اور اللہ کا قرب حاصل کریں۔'' [3]

[1] الحجر 15:94-96. [2] صحیح مسلم، حدیث: 2797. [3] العلق 96:9-19.

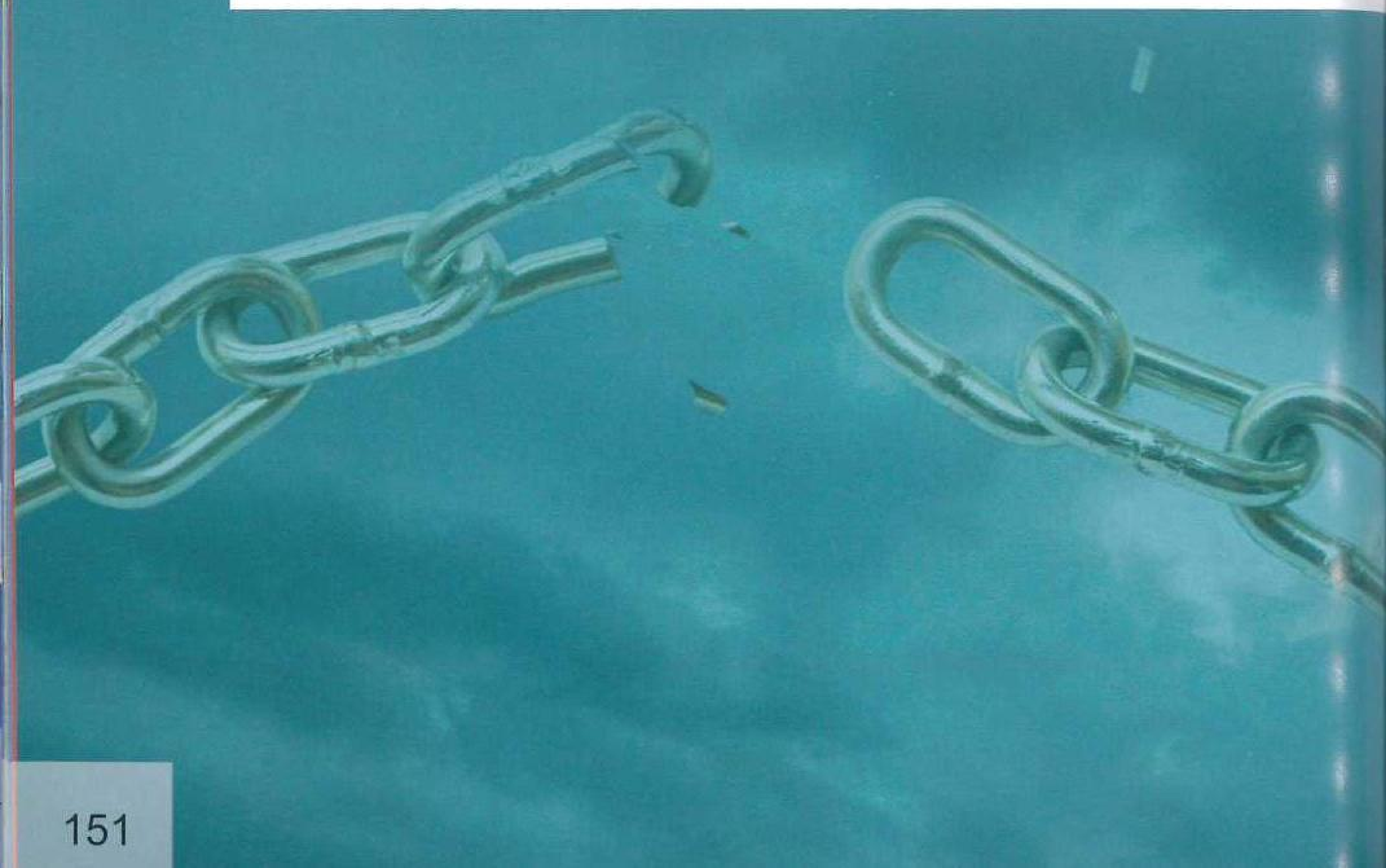

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کو گرفتار کرنے والا خود گرفتار ہو گیا

رسول اللہ ﷺ نے جب ہجرت فرمائی تو اس دوران یہ واقعہ بھی پیش آیا...... قریش نے محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پکڑ لانے والے کے لیے بڑے بڑے گرانقدر انعامات مقرر کر دیے...... بہت سے لوگ دل ہی دل میں ان انعامات کے لالچ میں مبتلا ہو گئے...... چنانچہ کئی افراد آپ ﷺ کے تعاقب میں نکلے...... نکلنے والوں میں سراقہ بن مالک بھی شامل تھا...... وہ آپ ﷺ کی تلاش میں نکلا...... اس نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تک پہنچنے کے لیے ایڑھی چوٹی کا زور لگا دیا...... وہ گھوڑے پر اُڑتا چلا جا رہا تھا اور آپ ﷺ کے قریب تر ہوتا جا رہا تھا...... جب وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم پکڑے گئے...... آپ نے فرمایا:

﴿لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾

”(ابوبکر! پریشان کیوں ہوتے ہو؟) غم نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔“ [1]

پھر رسول اللہ ﷺ نے سراقہ کے لیے بددعا کی...... اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اچانک اس کے گھوڑے کی ٹانگیں زمین میں اس طرح دھنس گئیں کہ اس کے گھوڑے کا پیٹ زمین کی سطح سے جا لگا...... سراقہ نے اس مصیبت سے چھٹکارا

پانے کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے...... مگر وہ ناکام رہا...... پھر اس نے نبی کریم ﷺ سے فریاد کی: میں جانتا ہوں کہ آپ نے میرے لیے بددعا کی ہے...... اپنے رب سے دعا کیجیے کہ وہ مجھے اس مصیبت سے رہائی عطا فرمائے...... اس نے مزید کہا کہ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کی طرف آنے والے ہر طوفان کے سامنے ناقابل تسخیر چٹان بن کر کھڑا ہو جاؤں گا اور آپ تک کسی کو بھی نہیں پہنچنے دوں گا...... آپ ﷺ نے دعا فرمائی...... اللہ نے اسے نجات عطا فرمائی...... سراقہ مکہ کی طرف واپس چلا گیا...... راستے میں اسے جو بھی ملتا تھا، وہ اسے کہہ دیتا تھا کہ ادھر جانے کی ضرورت نہیں، میں دور تک ہو کر آ رہا ہوں، وہاں تمھیں کوئی نہیں ملے گا...... وہ آپ ﷺ کو ڈھونڈنے والے افراد سے یہی کہتا رہا کہ محمد ﷺ کو اِدھر مت ڈھونڈو...... کسی اور طرف چلے جاؤ اور وہاں تلاش کرو۔ [2]

اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو ان کے ناپاک ارادوں سے بچا لیا کیونکہ اس کا

www.KitaboSunnat.com

وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدے میں سچا ہے کہ

﴿وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ﴾

''اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔'' [3]

سراقہ بعد میں ابوجہل سے مخاطب ہو کر یہ شعر پڑھا کرتا تھا:

أَبَا حَكَمٍ! وَاللّٰهِ! لَوْ كُنْتَ شَاهِدًا
لِأَمْرِ جُوَادِيٍّ إِذْ تَسِيخُ قَوَائِمُهُ
عَجِبْتَ وَلَمْ تُشَكِّكْ بِأَنَّ مُحَمَّدًا
نَبِيٌّ وَ بُرْهَانٌ فَمَنْ ذَا يُقَاوِمُهُ
عَلَيْكَ بِكَفِّ النَّاسِ عَنْهُ لِأَنَّنِي
أَرٰى أَمْرَهُ يَوْمًا سَتَبْدُو مَعَالِمُهُ
بِأَمْرٍ يَوَدُّ النَّصْرُ فِيهِ بِإِلْبِهَا
لَوْ أَنَّ جَمِيعَ النَّاسِ طَرًّا يُحَارِبُهُ

''ابو الحکم! اللہ کی قسم! اگر تو اس وقت موجود ہوتا جب میرے تیز رفتار گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے تھے تو تو دریائے حیرت میں ڈوب جاتا...... اور تو اس حقیقت پر کبھی شک نہ کرتا کہ بلاشبہ محمد ﷺ اللہ کے سچے نبی اور اس کی حجت ہیں......تو پھر بھلا کس کی جرأت ہے کہ ان کا مقابلہ کر سکے...... تجھ پر لازم ہے کہ تو لوگوں کو ان کے راستے میں کانٹے بچھانے سے روک دے کیونکہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا

ہوں کہ وہ دن طلوع ہو کر رہے گا جس دن کائنات کے ایک ایک کونے میں ہر طرف حضرت محمد ﷺ کے پرچم لہرا رہے ہوں گے...... ان کی فتح و نصرت کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی...... اگر سب کے سب لوگ جمع ہو کر ان کے ساتھ لڑنے کے لیے تیار ہو جائیں تو مدد خود اپنی جماعت سمیت ان کی نصرت کے لیے آ جائے گی۔'' حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ 8 ہجری میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہو گئے تھے۔ [4]

1 التوبة 40:9. 2 صحيح البخاري، حديث: 3615، بألفاظ مختلفة. 3 المآئدة 67:5. 4 دلائل النبوة للبيهقي: 489/4، وأخبار مكة للفاكهي: 85/4، والإصابة: 36/5.

www.KitaboSunnat.com

تمھیں میرے ہاتھوں کون بچائے گا؟

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک غزوے کے لیے تشریف لے گئے...... واپسی پر راستے میں ایک وادی میں پڑاؤ ڈالا...... لوگ اِدھر اُدھر درختوں کی چھاؤں میں سوگئے...... رسول اللہ ﷺ نے بھی ایک درخت کی ٹہنی پر اپنی تلوار لٹکائی اور اس کے سائے میں آرام فرمانے لگے...... آپ ﷺ خوابیدہ حالت ہی میں تھے کہ اچانک ایک مشرک مسلمانوں کا تعاقب کرتے کرتے رسول اللہ ﷺ تک آپہنچا...... وہ آپ ﷺ کے سرہانے کھڑا ہو گیا...... وہ مسلمانوں سے انتقام لینے کے لیے بے تاب تھا...... اس نے درخت پر لٹکی ہوئی تلوار اتار لی اور رسول اللہ ﷺ کے سر پر تلوار تان کر بولا: اے محمد! تمھیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟...... آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی، دیکھا کہ ایک شخص تلوار سونت کر روبرو کھڑا ہے...... آپ ﷺ کے صحابہ ادھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے...... اِدھر اس مشرک کے چہرے سے غیظ و غضب کی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں...... وہ انتقام کی آگ بجھانے کے لیے سب کچھ کر گزرنے کو تیار تھا...... وہ کسی مہذب گفتگو کا آدمی نہیں تھا...... وحشی تھا...... صلح صفائی کے تصور سے بالکل ناآشنا تھا...... وہ رہ رہ کر یہی کہہ رہا تھا: «مَنْ...... يَّمْنَعُكَ...... مِنِّي؟» ''اب تمھیں میرے ہاتھوں سے کون بچائے گا؟''...... تمھارا کوئی حمایتی ہے تو اسے بلاؤ......

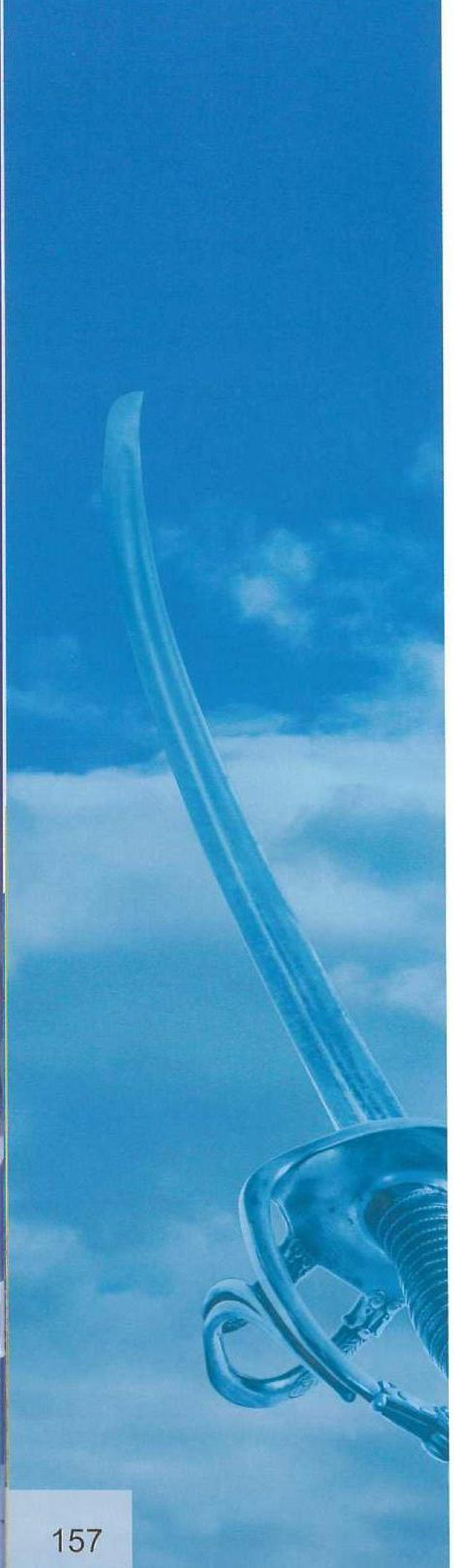

آپ ﷺ نے لیٹے ہی لیٹے نہایت اطمینان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ مجھے بچائے گا...... لبِ مبارک سے ان مقدس الفاظ کے نکلنے کی دیر تھی کہ اُس شخص پر لرزہ طاری ہو گیا...... وہ اس قدر کپکپایا کہ اس کے کانپتے ہوئے ہاتھ سے تلوار گر پڑی...... آپ ﷺ فوراً کھڑے ہو گئے...... تلوار اٹھائی اور فضا میں لہرا کر دریافت فرمایا: «مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّي» ''اب بولو تمھیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟''

مشرک کا رنگ نیلا پیلا ہو گیا...... جب وہ آیا تھا تو جوشِ انتقام سے اُس کا خون کھول رہا تھا...... اب اُسے اپنی رگوں میں خون جمتا ہوا محسوس ہوا...... وہ پسینے میں شرابور ہو گیا...... آنکھیں پتھرا گئیں...... سوچنے لگا کہ اب کیا کہوں؟ لات و عزّٰی کو پکاروں...... مگر اب لات و عزّٰی کہاں بچا سکتے تھے؟ اسے کوئی مددگار نظر نہ آیا تو منت سماجت سے کہنے لگا: آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں بچا سکتا...... آپ ہی مہربانی فرمائیں...... مجھے بخش دیں!......

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تم اسلام قبول کرنے کے لیے تیار ہو؟ وہ بولا: میں مسلمان تو نہیں ہوسکتا..... مگر یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اب آپ کے ساتھ لڑائی کرنے کے لیے کبھی نہیں آؤں گا..... نہ کبھی اس قوم کا ساتھ دوں گا جو آپ کے خلاف لڑے گی..... یہ شخص اپنی قوم کا بادشاہ تھا..... آپ ﷺ نے اسے معاف فرما دیا..... وہ اپنی قوم کی طرف واپس چلا گیا..... پھر چند دن ہی گزرے تھے کہ یہ شخص دائرۂ اسلام میں داخل ہو کر صحابیٔ رسول بن گیا۔ [1]

1 صحيح البخاري، حديث: 2910، وصحيح مسلم، حديث: 843.

31

گستاخِ رسول ﷺ کو قبر نے بھی قبول نہ کیا

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک عیسائی تھا..... اس نے ظاہری طور پر اسلام قبول کر لیا..... اس کے دل میں نفاق تھا، بظاہر اس نے اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا..... اس نے سورۂ بقرہ اور آل عمران پڑھ لی..... یہ شخص پڑھتا بھی تھا اور بسا اوقات قرآن مجید لکھتا بھی تھا..... کچھ دنوں بعد اس نے ظاہری اسلام کو بھی چھوڑ دیا..... عیسائیت اپنا لی اور اہل کتاب سے جاملا..... پھر اس نے نبی کریم ﷺ کی شان کے خلاف گھٹیا الفاظ استعمال کرنے اور قرآن مجید میں شکوک و شبہات پیدا کرنے شروع کر دیے..... وہ کہنے لگا: محمد (ﷺ) صرف وہی کچھ جانتے ہیں جو میں نے ان کے لیے لکھا ہے..... انھیں اور کچھ نہیں آتا..... رسول اللہ ﷺ نے جب اس کی یہ غداریاں دیکھیں تو اللہ سے التجا کی: ”اے اللہ! اسے لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دے.....“

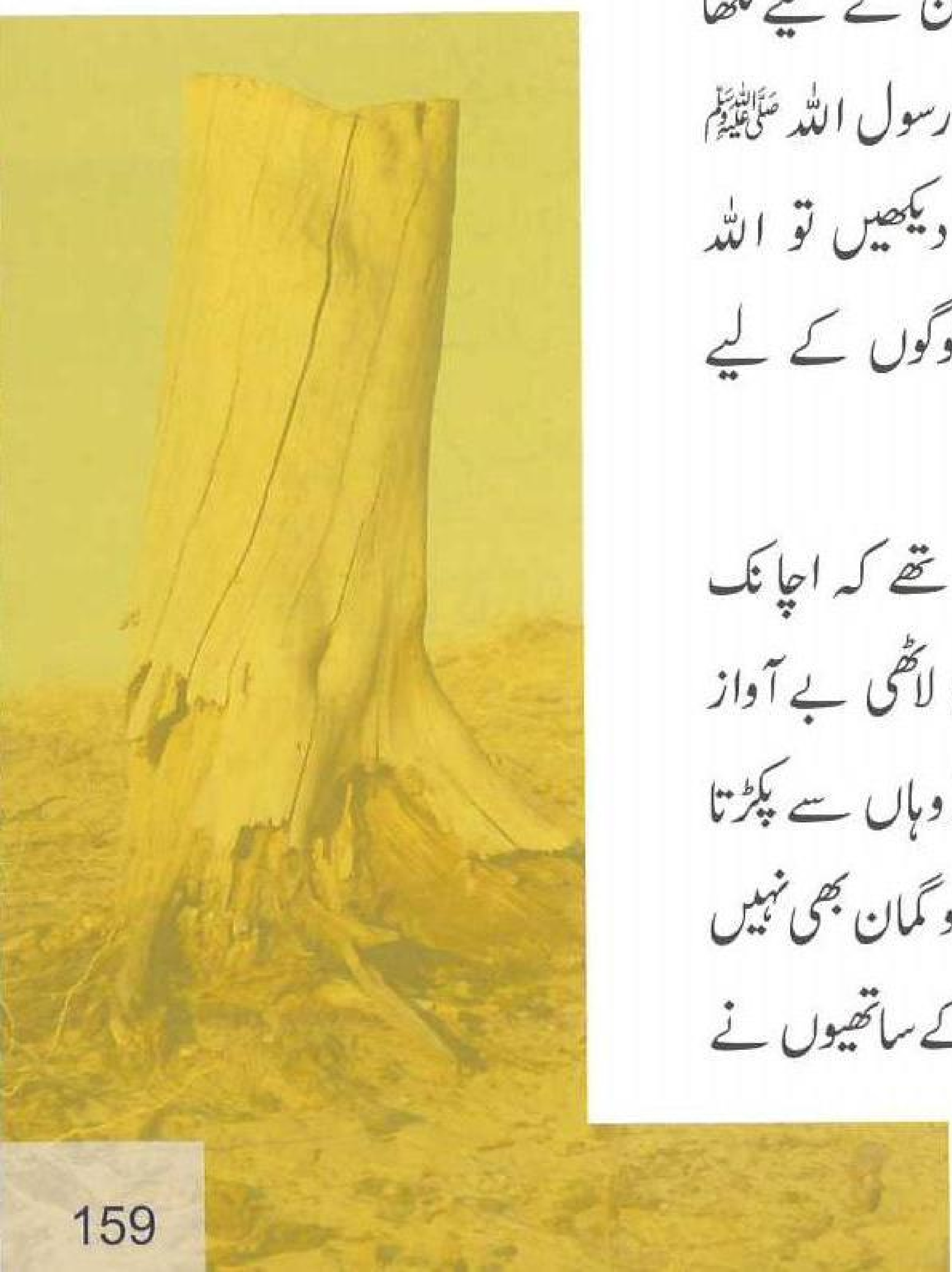

ابھی تھوڑے دن ہی گزرے تھے کہ اچانک موت نے اسے آن لیا..... اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے..... وہ جسے پکڑنے پر آتا ہے تو وہاں سے پکڑتا ہے جہاں سے اُس بندے کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا..... بہر حال وہ مر گیا..... اس کے ساتھیوں نے

www.KitaboSunnat.com

اسے دفن کر دیا...... صبح ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ زمین نے اسے باہر نکال پھینکا ہے...... کہنے لگے: یہ محمد (ﷺ) اور اُن کے ساتھیوں کا کام ہے...... کیونکہ اس نے ان کا مذہب چھوڑ دیا تھا تو اس جرم کی پاداش میں انھوں نے اس کی قبر اکھاڑ دی ہے...... پھر اُنھوں نے پوری طاقت لگا کر گہری قبر کھودی اور اسے دفن کر دیا...... صبح ہوئی...... وہ اس کی قبر پر گئے...... دیکھا کہ اس شخص کی لاش پھر قبر سے باہر بے گوروکفن پڑی ہے...... وہ کہنے لگے: محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں نے اسے پھر قبر سے باہر نکال پھینکا ہے...... اب کی بار انھوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر گہرا گڑھا کھودا اور اس کی لاش کو اچھی طرح دبا کر اوپر سے منوں مٹی کا ڈھیر لگا دیا...... صبح ہوئی...... انھوں نے دیکھا کہ اس کی لاش پھر بے گوروکفن پڑی ہے...... اب انھیں محسوس ہو گیا کہ یہ کسی انسان کا کام نہیں ہے...... چنانچہ وہ اسے اسی طرح بے گوروکفن چھوڑ کر چلتے بنے۔ [1]

پھر اس کی لاوارث لاش کو کتے آ کر سونگھتے اور اس پر پیشاب کرتے رہے...... درندے اس کے بدن کو نوچتے رہے...... اور پرندوں نے اس کی بوٹیاں ریزہ ریزہ کر کے فضا میں اچھال دیں...... اللہ نے سچ فرمایا ہے:

﴿ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِءِينَ ۝ ﴾

”بلاشبہ ہم ٹھٹھا کرنے والوں کے مقابلے میں آپ کے لیے کافی ہیں۔“ [2]

[1] صحیح البخاري، حدیث: 3617. [2] الحجر 95:15.

32

رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی مذموم سازش

مدینے میں یہودیوں کے تین قبیلے تھے: بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع...... نبی کریم ﷺ اور ان قبائل کے درمیان معاہدہ تھا کہ مقتولین کی دیت ادا کرنے اور دیگر مسائل میں ایک دوسرے سے تعاون کریں گے...... اور مظلوموں کو اُن کا حق دلانے میں کوئی کوتاہی نہیں کریں گے......

ہوا یوں کہ بنو عامر قبیلے کے دو آدمی صحابی عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں غلطی سے قتل ہو گئے...... رسول اللہ ﷺ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان مقتولین کی دیت کی ادائیگی کے لیے تعاون لینے کی غرض سے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے...... کیونکہ ان مقتولین کے قبیلے اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ تھا...... اس لیے غلطی سے قتل ہونے کے باوجود آپ ﷺ نے دیت کی ادائیگی کو ضروری سمجھا...... جب آپ ﷺ بنو نضیر کے یہودیوں کے پاس پہنچے اور ان سے مطالبہ کیا کہ مقتولین کو دیت دینے کے لیے ہمارے ساتھ تعاون کریں...... ان لوگوں نے کہا: جی ہاں! جناب ابوالقاسم! ہم آپ کے اس مطالبے کے سلسلے میں آپ کی مدد ضرور کریں گے...... لیکن دھوکا اور دغا بازی تو یہودیوں کی رگ رگ میں سمائی ہوئی ہے......

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے آپ ﷺ کو دیوار کی چھاؤں میں بٹھا دیا اور یہ جھانسہ دے کر کہ ہم دیت کے لیے مال جمع کرنے چلے ہیں، وہاں سے غائب ہو گئے...... دور جا کر یہ لوگ اکٹھے ہوئے اور آپس میں کہنے لگے: دیکھو! ایسا موقع پھر ہاتھ نہیں آئے گا...... ایسا کرنا چاہیے کہ کوئی اس گھر کی چھت پر چڑھ جائے جس کی دیوار کے سائے میں محمد (ﷺ) بیٹھے ہوئے ہیں...... وہ چھت سے ایک بھاری پتھر محمد (ﷺ) پر گرا دے...... اس طرح محمد (ﷺ) کا کام تمام ہو جائے گا اور ہم سکھ کا سانس لیں گے...... اس مذموم ترین جرم کے ارتکاب کے لیے ایک بدبخت یہودی آمادہ ہو گیا...... اس بدبخت کا نام عمرو بن جحاش تھا...... وہ اس مکان کی چھت پر چڑھ گیا جس کی دیوار سے جناب رسول اللہ ﷺ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے...... اس نے بھاری پتھر اُٹھا رکھا تھا اور آگے بڑھتا جا رہا تھا...... اُدھر آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بات چیت میں مصروف تھے...... عمرو بن جحاش کے قدم تیز ہو گئے...... اسے کیا خبر تھی کہ اس عظیم اور محترم ترین ہستی ﷺ کی حفاظت وہ قادر مطلق کر رہا ہے جس کی نگاہ سے ایک ایک پتے کی حرکت بھی پوشیدہ نہیں، جو دل کی دھڑکنوں اور سمندر کی تہہ میں پڑے ہوئے ذرات تک سے بہ تمام وکمال باخبر ہے۔

﴿ وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝ ﴾

"اور انھوں نے خفیہ چالیں چلیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کا خفیہ توڑ کیا۔ اور اللہ بہترین توڑ کرنے والا ہے۔" [1]

www.KitaboSunnat.com

ایک طرف یہ قاتلانہ اقدام کرنے کے لیے یہودیوں کی سازش جاری تھی...... دوسری طرف خالق کائنات نے بذریعہ وحی آپ ﷺ کو یہودیوں کے ناپاک ارادے سے مطلع فرما دیا...... آپ ﷺ اچانک وہاں سے اٹھے اور مدینے کی طرف چل دیے...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہودیوں کے انتظار میں اپنی اپنی جگہ بدستور بیٹھے رہے...... صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ آپ ﷺ کسی ہنگامی ضرورت کے لیے تشریف لے گئے ہیں اور تھوڑی دیر میں واپس آجائیں گے...... جب خاصی دیر تک آپ ﷺ واپس تشریف نہ لائے تو صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی تلاش میں نکلے...... انھیں مدینے سے آتا ہوا ایک شخص ملا......اس سے پوچھا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے...... وہ بولا: جی ہاں! میں نے آپ ﷺ کو مدینے میں داخل ہوتے دیکھا ہے...... صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے واپس آجانے پر بہت حیران ہوئے...... وہ مدینے پہنچے اور آپ ﷺ سے واپس تشریف لے آنے کی وجہ پوچھی...... آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس وحی آئی تھی کہ یہودی آپ سے غداری کرنے والے ہیں...... چنانچہ میں وہاں سے پلٹ آیا...... اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اور بنونضیر کے یہودیوں کے درمیان جنگ ہوئی...... آپ ﷺ نے خاصے دنوں تک ان کا محاصرہ کیے رکھا حتی کہ انھیں مدینے سے نکال باہر کیا......[2]

[1] آل عمرٰن 3:54. [2] دلائل النبوة للبيهقي :3/354,355.

33

رسول اللہ ﷺ کی دعا کا زیورِ قبولیت سے آراستہ ہونا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کے لیے دعا

رسول اللہ ﷺ انتہائی مستجاب الدعوات تھے...... ضرورتیں پوری کرنے، مصیبتیں ٹالنے، بیماروں کو شفا دینے، حقائق منکشف کرنے اور برکات کے نزول کے لیے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازتا تھا......

زیورِ قبولیت سے آراستہ ہونے والی آپ ﷺ کی چند دعائیں گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہیں...... ہم یہاں آپ کی کچھ اور دعائیں پیش کرنے کا اعزاز حاصل کرتے ہیں......آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں......

رسول اللہ ﷺ کی قبول ہونے والی دعاؤں کی ایک کڑی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کے لیے دعا تھی...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں اپنی قوم کے جاہلانہ مذہب ہی پر ڈٹی ہوئی تھیں...... ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انھیں بت پرستی سے روکتے تھے اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے تھے مگر وہ صاف انکار کر دیتی

www.KitaboSunnat.com

تھیں...... ایک دن حضرت ابو ہریرہ ؓ نے انھیں اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس کے منافی کلمات کہے...... یہ بات حضرت ابو ہریرہ ؓ کے لیے ناقابل برداشت تھی...... وہ بہت روئے اور اشک بار حالت ہی میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے...... انھیں اپنی والدہ کی نادانی اور جہالت کی روداد سنائی اور درخواست کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ کرم فرمائے اور میری ماں کو ہدایت عطا فرمائے...... آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

«اَللّٰهُمَّ! اهْدِ أُمَّ أَبِي هُرَيْرَةَ»

”اے اللہ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما۔“

ابو ہریرہ ؓ نے آپ ﷺ کی دعا سُنی تو خوشی سے جھوم اُٹھے...... جلدی جلدی گھر آئے...... دروازہ کھلوانے کے لیے دستک دی...... ان کی ماں نے ان کے قدموں کی آہٹ سے انھیں پہچان لیا اور کہا:

ابو ہریرہ! ابھی اپنی جگہ ٹھہرو...... حضرت ابو ہریرہ ؓ نے پانی گرنے کی آواز سُنی...... ان کی ماں غسل کر رہی تھیں...... ابو ہریرہ ؓ دروازے پر کھڑے انتظار کرتے رہے...... ان کی ماں غسل سے فارغ ہوئیں...... لباس بدل کر جلدی سے آئیں اور دروازہ کھولتے ہی کہنے لگیں: ابو ہریرہ!

«أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ...... وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ»

”میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں...... اور میں گواہی دیتی ہوں کہ بے شک محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔“

ابو ہریرہ ؓ خوشی سے پھولے نہ سمائے...... ان پر فرطِ مسرت کی ایسی حالت چھا گئی کہ پلکوں پر خوشی کے آنسو چمک اُٹھے...... وہ گھر میں بھی داخل نہ ہوئے...... وہیں دروازے ہی سے الٹے پاؤں پلٹ گئے...... خوشی کے آنسوؤں سے چھلکتی ہوئی آنکھیں لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! خوش ہو جائیں...... اللہ نے آپ کی دعا قبول فرما کر ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت نصیب فرما دی ہے...... یہ خبر سن کر جناب رسول اللہ ﷺ بھی باغ باغ ہو گئے...... آپ ﷺ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور ابو ہریرہ ؓ کے لیے برکت کی دعا فرمائی...... حضرت ابو ہریرہ ؓ ہر وقت آپ ﷺ کی زیادہ سے زیادہ دعائیں سمیٹنے کے آرزومند رہتے تھے...... عرض کیا: یا رسول اللہ! دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میری ماں کو تمام مسلمانوں کا محبوب بنا دے اور تمام مسلمانوں کی محبت ہمارے دل میں سما جائے...... آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

«اَللّٰهُمَّ! حَبِّبْ عُبَيْدَكَ هٰذَا يَعْنِي أَبَا هُرَيْرَةَ وَأُمَّهٗ إِلٰى عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِينَ وَحَبِّبْ إِلَيْهِمُ الْمُؤْمِنِينَ»

”اے اللہ! اپنے تمام مومن بندوں کے دلوں میں اپنے اس چھوٹے سے بندے ابو ہریرہ اور اس کی ماں کی محبت ڈال دے اور ان کے قلوب تمام مومنین کی محبت سے سرشار کر دے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«فَمَا خُلِقَ مُؤْمِنٌ يَسْمَعُ بِي...... وَلَا يَرَانِي...... إِلَّا أَحَبَّنِي»

”کوئی ایسا مؤمن پیدا ہی نہیں ہوا جس نے مجھے دیکھا ہو یا میرا نام سنا ہو اور اس کا دل میری محبت سے سرشار نہ ہوا ہو۔“ [1]

1 صحیح مسلم، حدیث:2491.

www.KitaboSunnat.com

34

ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کے لیے دعا

ایک صبر آزما داستان

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے شادی کی...... اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک خوبصورت بچہ عطا فرمایا...... اس کا نام ابو عمیر تھا...... ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو اس سے بے حد محبت تھی...... خود جناب رسول اللہ ﷺ کو بھی وہ بچہ بہت پیارا لگتا تھا...... ابو عمیر کے پاس ایک پرندہ تھا...... اُس کا نام نُغَیر تھا...... ابو عمیر اس پرندے سے کھیلا کرتا تھا...... جب آپ ﷺ اس کے پاس سے گزرتے تو اس سے دل لگی فرماتے اور پوچھتے:

«يَا أَبَا عُمَيْرٍ! مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟»

”ابو عمیر! تیرے پرندے کا کیا حال ہے؟“

ایک دن یہ بچہ شدید بیمار ہو گیا...... ابو طلحہ رضی اللہ عنہ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا...... مرض دن بدن بڑھتا گیا...... حتی کہ بچے کی بیماری حد سے گزر گئی...... ابو طلحہ رضی اللہ عنہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لیے نکلے...... واپس آنے میں کچھ دیر ہو گئی...... بیماری کی شدت بچے کے لیے جان لیوا ثابت ہوئی، چنانچہ ابو عمیر انتقال کر گیا...... ام سلیم اس کے پاس تھیں...... گھر کے بعض افراد نے رونا شروع کیا تو ام سلیم نے انھیں تسلی دی اور خاموش کرایا...... کہنے لگیں کہ ابو طلحہ کو نہ بتانا کہ بچہ فوت ہو گیا ہے...... میں خود بتاؤں گی...... انھوں نے بچے کی لاش کو گھر کے ایک کونے میں رکھ کر اُس پر کپڑا لپیٹ دیا اور خاوند کے لیے کھانا تیار کرنے لگیں...... ابو طلحہ رضی اللہ عنہ گھر لوٹے، پوچھا: بچے کا کیا حال ہے؟ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: سکون سے ہو گیا ہے...... میرے خیال میں اب وہ حالتِ استراحت میں ہو گا...... ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اسے دیکھنے کے لیے آگے بڑھنے لگے...... ام سلیم رضی اللہ عنہا نے روک دیا...... کہنے لگیں: وہ آرام کر رہا ہے...... اس کے آرام میں خلل نہ ڈالیے...... پھر دسترخوان بچھایا، کھانا پیش کیا...... انھوں نے کھانا کھایا، پانی پیا، پھر اسی رات حق زوجیت بھی ادا کیا...... جب ام سلیم رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ اب ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مطمئن حالت میں ہیں تو کہنے لگیں: ابو طلحہ! اگر کوئی کسی کے گھر والوں کو کوئی چیز اُدھار دے دیں...... پھر کچھ عرصے کے بعد وہ اپنی امانت واپس مانگ لیں تو کیا ان گھر والوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ واپس دینے سے انکار کریں؟ ابو طلحہ نے فرمایا: ''بالکل نہیں!''...... ام سلیم بولیں: کیا تمھیں ہمارے ہمسایوں پر تعجب نہیں ہوا؟......

ابو طلحہ: کیوں! کیا بات ہے، انھیں کیا ہوا ہے؟......

ام سلیم: انھوں نے کچھ لوگوں سے ایک چیز اُدھار لی تھی......وہ چیز لمبی مدت

ان کے پاس رہی......حتی کہ وہ سمجھنے لگے کہ یہ چیز اب اپنی ہی ہے اور وہی اس کے مالک ہیں...... جب اس کے اصل مالک اسے واپس لینے آئے تو اُنھوں نے رونا، پیٹنا اور نوحہ کرنا شروع کر دیا...... پھر جزع فزع کرنے لگے کہ ہم واپس نہیں دیتے...... ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: انھوں نے یہ بڑی بُری بات کی ہے...... اب ام سلیم رضی اللہ عنہا نے شوہر محترم سے کہا: اُدھر دیکھیے وہ آپ کا بیٹا...... ہم نے اسے اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لیا تھا...... اب اللہ نے اپنی امانت واپس لے لی ہے...... آپ اس پر صبر فرمائیں...... اور اللہ تعالیٰ سے بھاری اجر کی امید رکھیں...... حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ پر سکتہ چھا گیا...... چہرے کا رنگ بدل گیا...... اُداسی کی گھٹا چھا گئی......مگر انھوں نے اپنے آپ پر بڑے وقار سے قابُو رکھا...... پھر اہلیہ سے فرمایا: واللہ! آج رات صبر کرنے میں تم مجھ پر غالب نہیں آسکتیں۔

پھر وہ مستعدی سے کھڑے ہو گئے...... بچے

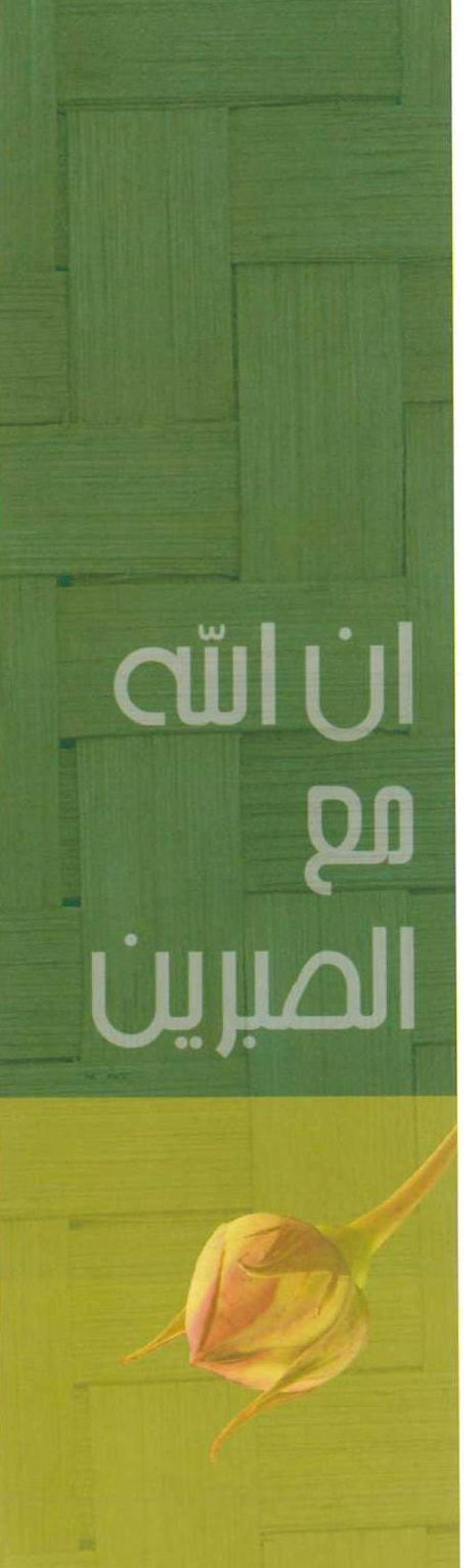

www.KitaboSunnat.com

کی تجہیز و تکفین کی...... صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بچے کے انتقال کی ساری سرگزشت عرض کر دی...... آپ ﷺ نے ان دونوں میاں بیوی کے لیے برکت کی دعا فرمائی...... پھر آپ ﷺ کی دعا کی بدولت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا...... اس کا نام خود جناب رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ رکھا...... پھر آگے چل کر عبداللہ کے 9 بچے پیدا ہوئے...... وہ سب کے سب حافظِ قرآن تھے۔ [1]

[1] صحیح البخاري، حدیث: 1301 و 6203، ومسند أحمد: 3/106 و 181.

35

خوشا! وہ وقت کہ دیدار عام تھا جس کا

وہ کتنا مبارک اور مسرت بخش زمانہ تھا اور کس قدر پاکیزہ و دلربا منظر تھا کہ گلی گلی اور کوچے کوچے میں اسلام کی صدائے حق گونج رہی تھی...... اللہ وحدہ لاشریک کی توحید کا بول بالا ہو چکا تھا...... نبی کریم ﷺ ایک محفل میں تشریف فرما تھے...... کچھ قبیلوں کے سرداروں نے خوشی خوشی جناب رسول اللہ ﷺ کی قیادت و سیادت تسلیم کر لی اور آپ ﷺ کی خدمت میں آ کر اسلام قبول کرنے لگے...... کچھ ایسے لوگ بھی تھے جن کے دل تو کینے، بغض اور عناد سے اٹے ہوئے تھے...... لیکن شکست و ہزیمت سے دوچار ہو کر ذلت و رسوائی کی حالت میں انھیں سرورِ کونین ﷺ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑے اور اسلام کو آفاق گیر دین تسلیم کرنا پڑا...... کیونکہ آپ ﷺ کی ماتحتی قبول کیے بغیر اب ان کے پاس کوئی چارا نہ تھا......

عرب کا ایک رئیس عامر بن طفیل تھا...... یہ اپنی قوم میں بے حد مقبول تھا...... اس کی قوم کے لوگوں نے ہر طرف اسلام کا نور پھیلتا دیکھا تو انھوں نے کہا: عامر! تمام لوگ جوق در جوق اسلام قبول کر رہے ہیں...... سب بادشاہوں نے گھٹنے ٹیک دیے ہیں...... تو بھی مسلمان ہو جا......

عامر بڑا مغرور اور ضدی آدمی تھا...... وہ انھیں جواب دیتا: واللہ! میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ اس وقت تک موت کو بھی اپنے قریب نہیں آنے دوں گا جب تک تمام عرب مجھے بادشاہ مان کر میری ماتحتی قبول نہ کر لیں...... اور تم کہتے ہو

www.KitaboSunnat.com

کہ میں اس قریشی کے سامنے گھٹنے ٹیک دوں اور اس کا غلام بن جاؤں!!!

آخر کار جب اس نے دیکھا کہ اسلام تمام باطل مذاہب اور مِلّتوں کو روندتا ہوا طوفان کی طرح بڑھتا چلا جا رہا ہے...... لوگ تیزی سے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت قبول کر رہے ہیں...... اور جو شخص بھی مسلمان ہو جاتا ہے وہ سرور کونین ﷺ کے اشارۂ ابرو پر اپنی جان نچھاور کرنے پر تیار ہو جاتا ہے...... تو ایک دن وہ بھی اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر چند ساتھیوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرنے کے لیے چل پڑا...... مسجد نبوی پہنچا، آپ ﷺ اپنے جاں نثاروں کے ساتھ تشریف فرما تھے...... جب وہ آپ ﷺ کے سامنے آیا تو کہنے لگا...... محمد! میں تم سے علیحدگی میں بات کرنا چاہتا ہوں......

رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارک یہ تھی کہ بقدر استطاعت اس قسم کے لوگوں سے دور ہی رہتے تھے...... چنانچہ فرمایا: جب تک تم توحید باری تعالیٰ کا اقرار نہیں کرو گے اس وقت تک میں تمھاری بات نہیں سنوں گا......

اس نے دوبارہ کہا...... آپ ﷺ نے پھر انکار کر دیا...... وہ بار بار اسی طرح آپ سے علیحدگی میں بات کرنے کی ضد کرتا رہا: محمد! آؤ، میری بات سن لو...... میں تنہائی میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں...... بالآخر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور اس کے ساتھ چل پڑے...... عامر نے اپنے ایک ساتھی اِربد کو اپنی طرف کھینچ کر چپکے سے کہا: میں انھیں باتوں میں لگا لوں گا...... جب یہ میری طرف متوجہ ہو جائیں تو تم فوراً تلوار مار کر ان کا کام تمام کر دینا...... اربد نے اپنا ہاتھ تلوار کے دستے پر رکھا اور پوری طرح تیار ہو گیا...... نبی کریم ﷺ عامر سے باتیں کرنے

لگے...... اربد نے فوراً مضبوطی سے تلوار تھام لی...... پھر جوں ہی اس نے نیام سے تلوار نکالنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا اس کا ہاتھ جم کر رہ گیا...... پھر اس کا پورا وجود ہی منجمد ہو گیا...... عامر نے بدنیتی کے ساتھ آپ ﷺ کو اِدھر اُدھر کی باتوں میں مشغول کیے رکھا...... وہ بے چینی سے اربد کی طرف دیکھ رہا تھا لیکن اربد پتھر کے بت کی طرح بے حس و حرکت کھڑا ہوا تھا...... آپ ﷺ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اربد نظر آیا...... اب آپ ﷺ عامر کی سازش پوری طرح بھانپ گئے...... مگر آپ ﷺ نے اس کا فاسد ارادہ جان لینے کے باوجود اس کی خیر خواہی اور بھلائی ہی پیش نظر رکھی......

آپ ﷺ نے فرمایا: عامر! اسلام قبول کر لو!...... اس نے کہا: اے محمد! اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا؟

آپ نے فرمایا:

«لَكَ مَا لِلْمُسْلِمِينَ وَعَلَيْكَ مَا عَلَيْهِمْ»

''تمھارے لیے وہی کچھ ہو گا جو دوسرے مسلمانوں کے لیے ہو گا اور تمھارے ذمے بھی وہ ہو گا جو دوسرے مسلمانوں کے ذمے ہو گا۔''

www.KitaboSunnat.com

وہ بولا: اے محمد! اگر میں اسلام قبول کرلوں تو کیا تم مجھے اپنے بعد بادشاہ بنا دو گے......؟

آپ ﷺ نے فرمایا: سلطنت تمھیں مل سکتی ہے نہ تمھاری قوم کو!...... اس نے کہا: اچھا! میں اس شرط پر مسلمان ہونے کو تیار ہوں کہ دیہات میں میری بادشاہت ہوگی اور شہر پر آپ کی......!

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بھی نہیں ہوسکتا......

یہ سن کر عامر طیش میں آگیا...... اس نے دھمکی دی: اللہ کی قسم! اے محمد! میں تمھارے شہر کے گلی کوچوں میں اپنے لڑاکا شہسواروں کے لشکر بھیج دوں گا...... تمھارے وطن میں کھجور کے ہر درخت سے اپنے گھوڑے باندھ دوں گا...... غطفان قبیلے کے اونچے اونچے کوہان والے ہزاروں اونٹوں کو تمھارے مقابلے پر لاکھڑا کروں گا!...... یہ کہہ کر عامر شدید غصے کے مارے منہ سے جھاگ اُگلتا، گرجتا، برستا اور دھمکیاں دیتا ہوا وہاں سے چل دیا...... آپ ﷺ نے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائیں اور التجا کی:

اے اللہ! عامر کے مقابلے میں تو میری کفایت فرما اور اس کی قوم کو ہدایت عطا فرما......

عامر اپنے ساتھیوں سمیت مدینے سے کافی دور نکل گیا...... وہ مسلسل چلتے چلتے تھک گیا...... اتفاقاً اس کی اپنی ہی قوم کی ایک خاتون سامنے آگئی...... اس کا نام سلولیہ تھا...... وہ خیمہ لگا کر صحراء میں بیٹھی تھی...... عامر اپنے گھوڑے سے اترا

اور عورت کے خیمے میں جاکر سوگیا...... اچانک اس کی گردن میں گلٹی نکلی اور اس کا گلا یوں پھول گیا جس طرح طاعون میں مبتلا اونٹ کی گردن کیڑے پڑنے سے پھول جاتی ہے...... پھر یہ بیماری اونٹ کی جان لے کر ہی ٹلتی ہے...... عامر پر شدید خوف و ہراس طاری ہوگیا...... وہ بے قرار ہوکر اُٹھا...... گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنا نیزہ تھام کر گھوڑے کو اِدھر اُدھر گھمانے لگا...... وہ تکلیف کی شدت سے کراہ رہا تھا...... اپنی گردن پر ہاتھ پھیر رہا تھا اور حسرت سے کہہ رہا تھا: اونٹ کی گلٹی جیسی گلٹی نکل آئی ہے اور موت نے مجھے سلولیہ کے گھر میں آدبوچا ہے...... وہ اسی وحشت کے عالم میں گھوڑے پر گھومتا رہا...... پھر ایک دم غش کھا کر گھوڑے سے نیچے دھڑام سے گر پڑا اور مر گیا...... اس کے ساتھی اسے اسی حالت میں بے یارو مددگار چھوڑ کر اپنی قوم کی طرف چلے گئے...... جب وہ اپنے قبیلے میں پہنچے تو بہت سے لوگ آئے اور اربد سے کہنے لگے:

اپنے سفر کا حال بتاؤ!

وہ بولا: کیا بتاؤں؟

اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) نے ہمیں کسی چیز کی عبادت کی طرف دعوت دی تھی...... اگر اس وقت محمد (ﷺ) میرے سامنے ہوتا تو میں تیر برسا برسا کر اُسے چھلنی کر دیتا...... یہ وحشیانہ بات کرنے کے ایک یا دو دن بعد وہ اپنا اونٹ لے کر اسے بیچنے نکلا...... راستے میں اللہ نے اس پر اور اس کے اونٹ پر آسمان سے ایسی کڑک دار بجلی گرائی...... جس نے ان دونوں کو بھسم کر ڈالا...... اللہ تعالیٰ نے

www.KitaboSunnat.com

عامر اور اربد کے عبرتناک انجام کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ○ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ○ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ○ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ○﴾

”(اللہ کے نزدیک) مساوی ہے تم میں سے جو کوئی آہستہ بات کہے یا بلند آواز سے کہے، اور جو رات (کی تاریکی) میں چھپنے والا ہو یا دن (کی روشنی) میں چلنے والا ہو۔ اس (انسان) کے لیے اس کے آگے سے اور اس کے پیچھے سے باری باری آنے والے (فرشتے) ہیں، وہ اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ بے شک اللہ نہیں بدلتا جو کسی قوم میں ہے، حتی کہ وہ اسے بدل لیں جو ان کے نفسوں میں ہے۔ اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی (عذاب) کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لیے کوئی واپسی نہیں، اور ان کے لیے اس کے سوا کوئی کارساز نہیں۔ وہی ہے جو تمھیں ڈرانے اور امید دلانے کے لیے بجلی دکھاتا ہے اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔ اور (بادل کی) گرج اس کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتی ہے، اور فرشتے (بھی) اس کے خوف سے (تسبیح

پڑھتے ہیں)۔ اور وہی کڑکتی بجلیاں بھیجتا ہے، پھر انھیں جن پر چاہے گراتا ہے، جبکہ وہ اللہ کی بابت جھگڑ رہے ہوتے ہیں، اور وہ شدید قوت والا ہے۔“ [1]

[1] الرعد 13:10-13، صحیح البخاری، حدیث: 4091، و تفسیر ابن أبی حاتم: 7/2230، 2231، حدیث: 12193

www.KitaboSunnat.com

35

حاصلِ کلام

حضرت محمد ﷺ عظمتوں کے پیکر نبی ہیں...... اللہ تعالیٰ نے معجزات کے ذریعے آپ کی مدد فرمائی...... اور آپ کے لیے ایسے عظیم الشان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا انتخاب کیا جو پوری امت سے بڑھ کر اعلیٰ اقدار اور عظیم اخلاق کے آئینہ دار تھے...... انھوں نے اپنی جان اور اولاد سے بڑھ کر جناب رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ والا صفات سے محبت کی...... یہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم تھے جنھوں نے رسالت مآب ﷺ کے ایک اشارے پر بلا تأمل اپنے قلب وجگر کا خون نچھاور کر کے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا......

غزوۂ احد کی مثال آپ کے سامنے ہے...... جب مشرکین آپ ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے تو ان جانی دشمنوں کے تیروں کی بوچھاڑ کے آگے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے سینے تان کر کھڑے ہو گئے...... اُنھوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے لیے دشمن کی شمشیروں کے قاتلانہ وار اپنے بدن پر جھیل لیے اور اپنے بہتے ہوئے لہو کا نذرانہ لے کر اس شہنشاہ حقیقی کی بارگاہ مقدس میں حاضر ہو گئے جسے خون شہیداں سے بڑھ کر کوئی چیز عزیز نہیں...... صحابۂ کرام مر مٹے لیکن انھوں نے رہبر انسانیت حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر کوئی آنچ نہیں آنے دی......

ذرا شمع رسالت کے پروانے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا حال ملاحظہ فرمائیے......

انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے دفاع میں تلواروں اور نیزوں کے زخم کھانے کے لیے اپنا سینہ مسلسل تانے رکھا...... وہ تیر بھی کھاتے جاتے تھے اور یہ بھی عرض کرتے جاتے تھے: یارسول اللہ! جب تک طلحہ کی رگوں میں خون کی ایک بوند بھی باقی ہے آپ تک ایک تیر بھی نہیں پہنچ پائے گا جو تیر آپ ﷺ تک پہنچے گا وہ طلحہ کے جگر سے پار ہو کر ہی آئے گا......

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں رسول اللہ ﷺ کے نزدیک پہنچا تو میں نے دیکھا ایک شخص نے آپ ﷺ کے دفاع میں جان کی بازی لگا رکھی ہے

www.KitaboSunnat.com

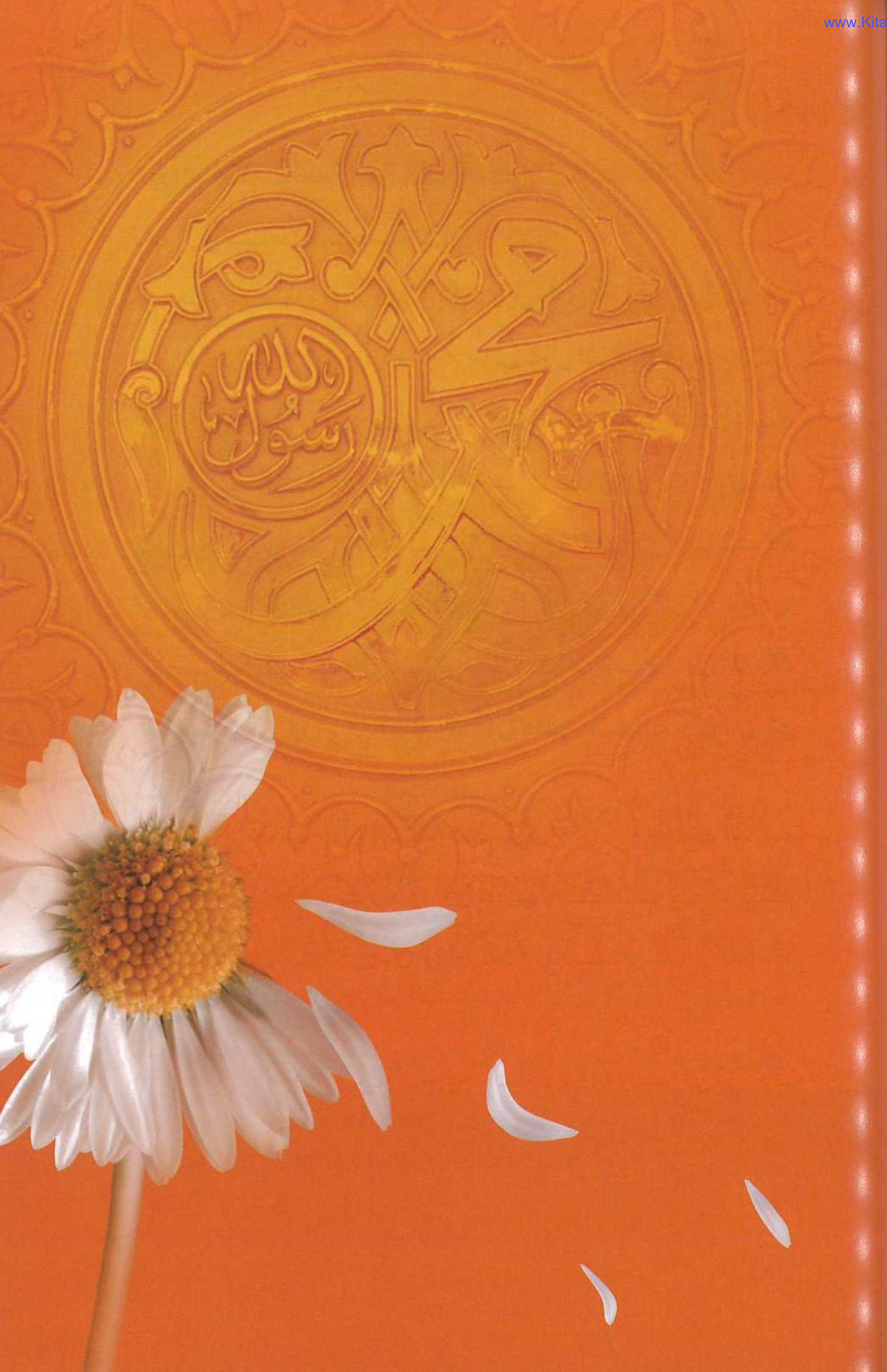

اور دشمنوں سے دیوانہ وار لڑ رہا ہے...... میں نے غور سے دیکھا وہ طلحہ رضی اللہ عنہ تھے...... جب طلحہ رضی اللہ عنہ کے بدن پر مزید زخموں کی گنجائش نہ رہی تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے...... ان کے گرتے ہی ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ یوں لپک کر آئے جیسے کوئی پرندہ اُڑتا چلا آتا ہے...... طلحہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زخموں سے نڈھال ہو کر زمین پر گرے ہوئے تھے...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت غمگین لہجے میں فرمایا:

اپنے بھائی کو سنبھالو، اس نے جنت واجب کر لی ہے...... ہم نے طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر انھیں دیکھا...... ان کے جسم کے انتالیس 39 مقامات پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کی ضربیں لگی ہوئی تھیں جن سے خون رِس رہا تھا...... [2]

جنگ ختم ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک جلیل القدر صحابی کو یاد فرمایا...... وہ رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کرتا تھا...... اور دن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی روزہ رکھا کرتا تھا...... اس مقدس انسان نے دین کے لیے اپنا سب کچھ لٹا دیا تھا...... حتی کہ اپنی جان بھی اللہ کے حضور پیش کر دی تھی...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کا نام لیا اور صحابۂ کرام سے فرمایا: کوئی جا کر دیکھ آئے کہ سعد بن ربیع زندہ ہیں یا شہیدوں کی صف میں شامل ہو گئے ہیں......

ایک انصاری نے کہا: یا رسول اللہ! میں دیکھ کر آتا ہوں کہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟...... وہ انھیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے مقتولین کی صف میں پہنچے تو دیکھا کہ وہ زخموں سے چور ہیں...... خون میں لت پت پڑے ہیں...... ان کے کپڑے پھٹ چکے تھے...... جسم پر غبار جم گیا تھا...... موت کی کشمکش میں تھے...... زندگی کی آخری گھڑیاں گِن رہے تھے...... اس شخص نے کہا: سعد! مجھے جناب

رسول اللہ ﷺ نے تمھاری خیر خبر لینے بھیجا ہے اور فرمایا ہے: جاؤ دیکھ کر آؤ سعد زندہ ہیں یا اپنے خالق سے جا ملے ہیں؟

سعد رضی اللہ عنہ نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا اور کہا: میری زندگی بجھتا ہوا چراغ ہے...... میں چند لمحوں میں دم توڑ دوں گا...... تم جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر میرا سلام عرض کرنا اور میرے یہ معروضات پہنچا دینا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے وہ احسن و اجمل صلہ مرحمت فرمائے، جو اُن تمام صِلوں سے بڑھ کر ہو جو اس نے دیگر انبیائے کرام کو اُن کی اُمتوں کی طرف سے عطا فرمائے ہیں...... اور میری قوم کے لوگوں کو میرا سلام کہنا اور انھیں خبردار کر دینا کہ جب تک تم میں جھپکنے والی ایک آنکھ بھی باقی ہے اگر جناب محمد رسول اللہ ﷺ تک ایک تیر بھی پہنچ گیا تو روزِ محشر اللہ تعالیٰ کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے......

اور ہاں! جناب رسول اللہ ﷺ سے یہ بھی عرض کر دینا: اے اللہ کے پیارے رسول! سعد کو جنت کی مہکتی ہوئی ہوا کے جھونکے آ رہے ہیں...... یہ جملے کہتے ہی اُنھوں نے آخری ہچکی لی اور اللہ کو پیارے ہو گئے...... رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ!......[3]

[1] الرعد 13:10-13، صحيح البخاري، حديث: 4091، وتفسير ابن أبي حاتم: 2231,2230/7، حديث: 12193. [2] مسند أبي داود الطيالسي: 10/1، حديث: 6، وصحيح ابن حبان: 437/15، 438، حديث: 6980. [3] دلائل النبوة للبيهقي: 285/3، والمستدرك للحاكم: 201/3.

www.KitaboSunnat.com

36

کفار و مشرکین کی گواہی

رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرام کو جو بے کراں والہانہ محبت تھی، اس کا اعتراف کفار مکہ نے بھی کیا......

فتح مکہ سے پہلے رسول اللہ ﷺ عمرے کے ارادے سے نکلے...... جب آپ ﷺ حرم کے قریب پہنچے تو قریش مکہ نے چند لوگوں کو بھیجا تاکہ وہ آپ ﷺ کو مسجد حرام تک پہنچنے سے روک دیں...... نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آنے والوں میں عروہ بن مسعود ثقفی بھی تھا...... اس نے آپ ﷺ سے بات چیت شروع کی تو اس کی نگاہ آپ ﷺ کے ارد گرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہجوم نجوم پر پڑی...... اس نے جناب رسول اللہ ﷺ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت و فدویت کے ایمان افروز اور دلربا مناظر دیکھے...... جناب رسول اللہ ﷺ کا لعاب دہن گرتا تھا تو صحابہ اسے ہتھیلی پر لے کر جلدی سے اپنے چہرے اور بدن پر مَل لیتے تھے...... آپ ﷺ کسی چیز کا حکم دیتے تو ابھی آپ کا ارشاد مکمل بھی نہ ہونے پاتا تھا کہ صحابہ تعمیلِ ارشاد کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی جدوجہد کرتے نظر آتے...... آپ ﷺ وضو فرماتے تو آپ کے جسم اطہر کو چوم کر

www.KitaboSunnat.com

گرنے والا پانی حاصل کرنے کے لیے ٹوٹ پڑتے...... آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنے لبوں کو سی لیتے...... اور ان کا وجود اس طرح ساکن ہو جاتا جیسے سر پر پرندے بیٹھے ہوں جو ادنیٰ سی حرکت پر بھی اُڑ جائیں گے...... ادب و احترام کا یہ عالم تھا کہ وہ آپ ﷺ کے رخِ زیبا پر نظر بھر کر دیکھنے کی بھی جرأت نہیں کرتے تھے...... عروہ یہ دل ربا نظارے دیکھ کر ہکا بکا ہو گیا...... وہ واپس گیا تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: اے لوگو! رب ذوالجلال کی قسم! میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کو دیکھا ہے...... میں نے کسریٰ کو دیکھا...... میں نے قیصر کو دیکھا...... میں نے نجاشی کو دیکھا...... واللہ! میں نے آج تک ایسا کوئی بادشاہ نہیں دیکھا جس کے ساتھی اس کی عظمت کا اس قدر پاس رکھتے ہوں جتنا محمد (ﷺ) کے ساتھی محمد (ﷺ) کی عظمت و احترام کا پاس رکھتے ہیں......[1]

1 صحیح البخاري، حدیث: 2732,2731، و سنن الکبریٰ للبیهقي: 219/9.

صحابہ رضی اللہ عنہم نے محبت کا حق ادا کر دیا

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جناب رسول اللہ ﷺ سے جو والہانہ محبت اور عقیدت تھی وہ اس کا اظہار بھی کر دیا کرتے تھے...... ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یا رسول اللہ! آپ مجھے میرے مال اور میری اولاد سے بڑھ کر محبوب ہیں...... بلکہ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو قرآن مجید جیسی عظیم کتاب عطا فرمائی! آپ مجھے میری جان سے بھی بڑھ کر محبوب ہیں......[1]

ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ وہ کہنے لگا: میں نے اس کے لیے نہ تو بہت زیادہ نفلی نمازیں پڑھی ہیں...... نہ زیادہ روزے رکھے ہیں...... نہ کثرت سے صدقہ کیا ہے...... بس اتنا ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں......

آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ»

’’جس سے تو محبت کرتا ہے روز محشر تو اسی کے ساتھ ہو گا۔‘‘[2]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کبھی کسی بات سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی آپ ﷺ کے اس ارشاد سے ہوئی: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ...... اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تو جس سے محبت کرتا ہے اور جس کے طرزِ زندگی کے مطابق اپنے شب و روز، خوشی

www.KitaboSunnat.com

غمی، دکھ سکھ، اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کے معمولات گزارتا ہے...... اور زندگی کے تمام معاملات کو اسی کی سیرت و شخصیت کے مطابق ڈھالتا ہے...... اس کی خوشی کو اپنی خوشیوں پر، اس کے غم کو اپنے غموں پر، اس کی خواہش کو اپنی تمناؤں پر اور اس کی سنت کو اپنے خاندان کے رسم و رواج پر ترجیح دیتا ہے، روزِ محشر وہی تیرا رفیق ہوگا......

رسول اللہ ﷺ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم جب آپ ﷺ کے ساتھ چلتے تھے تو خود سورج کی تپش کے سامنے رہ کر اپنے آقا جناب رسول اللہ ﷺ پر چھاؤں کر دیا کرتے تھے...... جب آپ ﷺ کے ساتھ سفر کرتے اور پڑاؤ کا موقع آجاتا تو چلچلاتی ہوئی دھوپ میں جو سایہ دار درخت نظر آتا اسے رسول اللہ ﷺ کے آرام کرنے کے لیے مخصوص کر دیتے تھے......

[1] صحيح البخاري، حديث: 6632، وموسوعة الدفاع عن رسول الله ﷺ : 213/2، واللفظ له . [2] صحيح البخاري، حديث: 6171.

38

صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے کس طرح محبت کی

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جناب رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت، وفاداری اور جاں نثاری کی جو نادر مثالیں پیش کی ہیں وہ تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ چمکتی رہیں گی...... لیکن آپ ﷺ سے بے پایاں محبت اور قدر و منزلت کے باوجود انھوں نے آپ ﷺ کی شان میں غلو کر کے آپ ﷺ کو آپ کے مرتبے سے کبھی نہیں بڑھایا اور آپ ﷺ کو بشری خصائل سے کبھی منزّہ و مبرّا نہیں سمجھا...... کیونکہ محمد بن عبداللہ ﷺ...... اللہ کے رسول، اس کے نبی اور اس کے بندے ہیں...... لیکن آپ ایسے منفرد عبدِ کامل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پوری اولادِ آدم کا سردار اور شافعِ محشر بنایا ہے...... آپ کا درجہ اور مقام و منزلت اللہ تعالیٰ کے ارشادِ عالی کے مطابق ہی ہے...... جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَنَاْ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ ﴾

”کہہ دیجیے: بس میں تو تمھارے جیسا ہی ایک بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے، یہ کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، لہٰذا اسی کی طرف سیدھے رہو اور اسی سے بخشش مانگو، اور مشرکین کے لیے ہلاکت ہے۔“ [1]

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کو بشر کہنے سے آپ ﷺ کی قدر و منزلت میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں آسکتی...... آپ ﷺ نے اپنے رب کا پیغام پہنچایا...... تکلیفیں اور اذیتیں برداشت کیں...... حتی کہ اللہ نے آپ ﷺ کی مدد بھی فرمائی...... اور کائنات کے کونے کونے میں آپ کا دین پھیلا دیا...... آپ ﷺ کا بشری صفات سے متصف ہونا بھی آپ ﷺ کی بشریت کا منہ بولتا ثبوت ہے...... اسی بشریت کو آڑ بنا کر تو مشرکین مکہ نے آپ کی رسالت تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا...... وہ بھی یہی کہتے تھے، جیسے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

﴿ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ ﴾

”اور لوگوں کے پاس ہدایت آجانے کے بعد ان کو ایمان لانے سے صرف اس چیز نے روکا کہ انھوں نے کہا: کیا اللہ نے بشر رسول بھیجا ہے؟“ [2]

﴿ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ ﴾

”اور انھوں نے کہا: اس رسول کو کیا ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے؟ اس کی طرف فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا جو اس کے ہمراہ

(لوگوں کو) ڈرانے والا ہوتا؟ یا اس کی طرف کوئی خزانہ ڈالا جاتا، یا اس کا کوئی باغ ہوتا جس میں سے وہ (پھل) کھاتا اور ظالموں نے (مومنوں سے) کہا: تم تو بس ایک جادو مارے شخص ہی کی اتباع کرتے ہو۔ دیکھیے! انھوں نے آپ کے لیے کیسی مثالیں بیان کی ہیں، وہ بہک گئے ہیں، لہٰذا وہ راہ نہیں پاسکتے۔“ [3]

1 حٰمٓ السجدة 41:6. 2 بنیٓ إسرآءیل 17:94. 3 الفرقان 25/7-9.

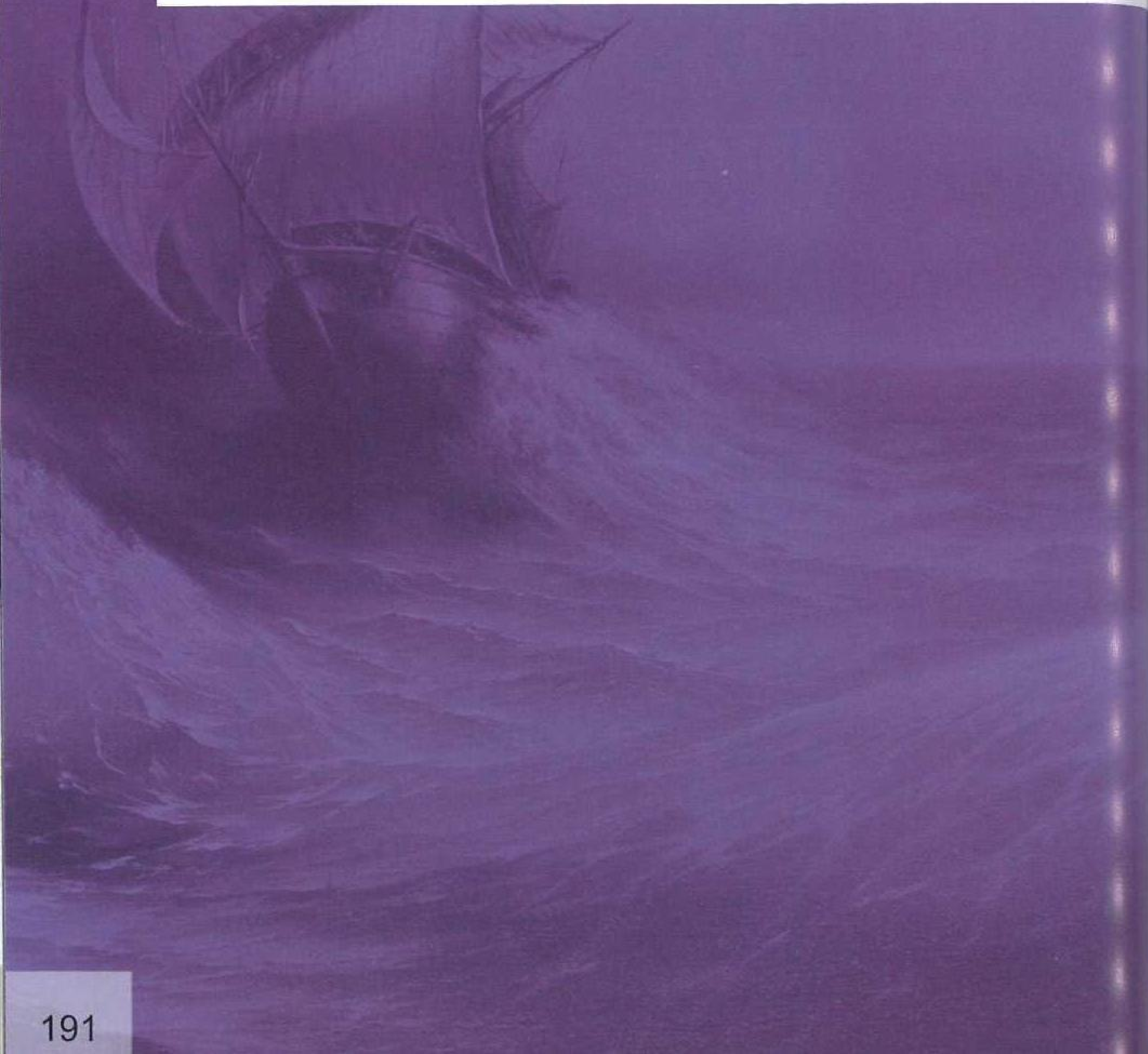

www.KitaboSunnat.com

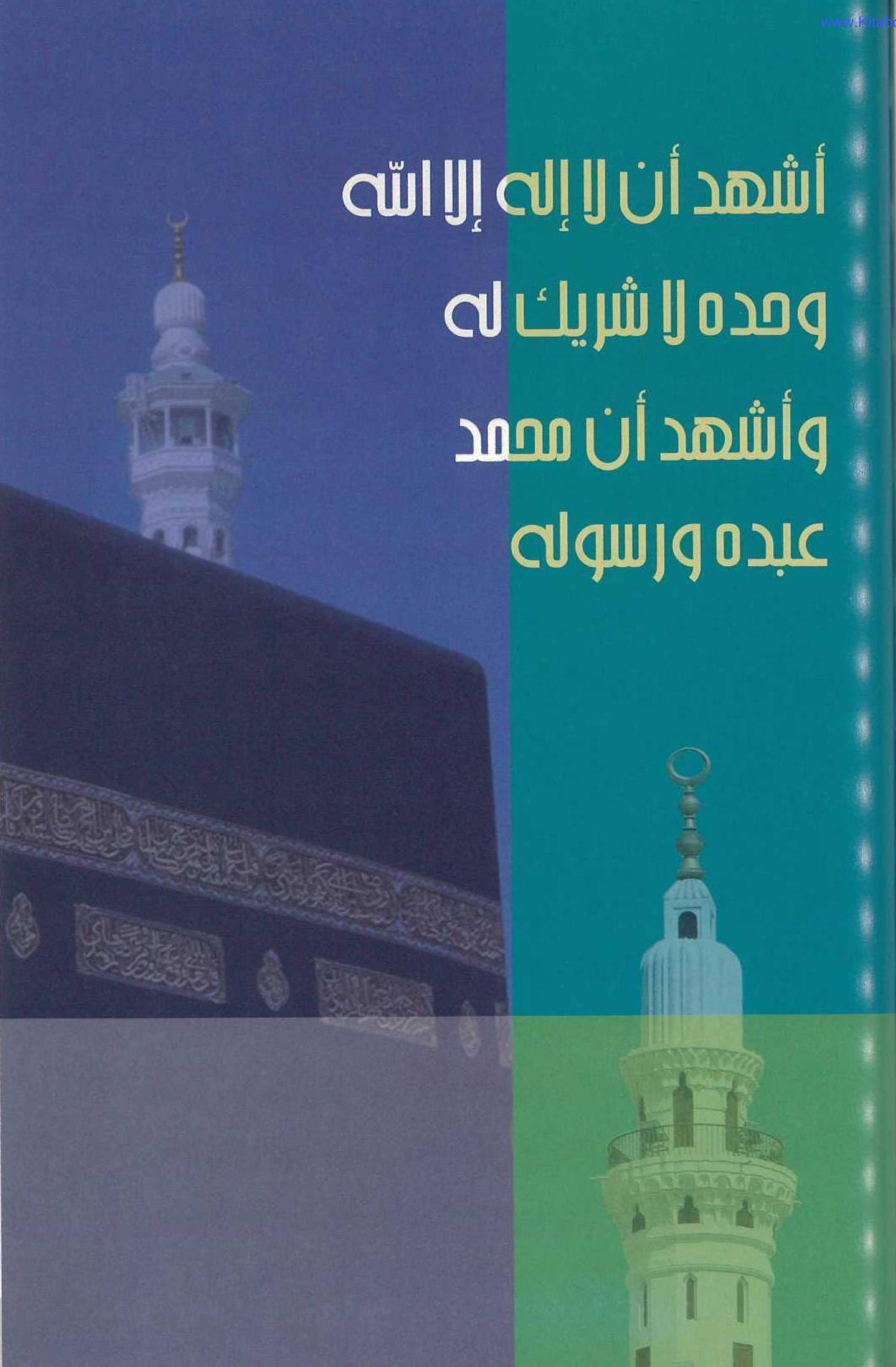

رسول اللہ ﷺ کے اپنی امت پر کیا حقوق ہیں؟

کیا رسول اللہ ﷺ کا اپنی امت پر یہی حق ہے کہ اُمتی آپ ﷺ کی تعریف میں غلو سے بھرپور اشعار اور قوالیاں کہیں......؟ اور آپ کی اس قدر تعریف کریں کہ آپ کا درجہ اللہ تک پہنچا دیں......؟ ہرگز نہیں! ایسا کبھی نہیں ہوسکتا...... کیونکہ اس عمل سے تو رسول اللہ ﷺ نے خود منع فرما دیا ہے...... صحیحین (بخاری و مسلم) میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُولُوا: عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ»

”مجھے میری شان اور مرتبے سے نہ بڑھاؤ جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسی ابن مریم علیہ السلام کو ان کے مرتبے سے بڑھا دیا تھا، میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، پس تم بھی یہی کہو: اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“ [1]

کیا آپ ﷺ کا یہی حق ہے کہ ہم آپ کی ولادت کی خوشی میں یا معراج کے موقع پر بڑے بڑے جلوس نکالیں...... جن میں ڈھول باجے بجائے جائیں، بھنگڑے ڈالے جائیں اور فلمی دھنوں میں قوالیاں گائی جائیں؟...... اور کیا پورے سال بھر کے بعد ایک دن محفل میلاد منعقد کرنے سے حُبِ رسول ﷺ کا

www.KitaboSunnat.com

حق ادا ہو جاتا ہے؟...... اور جشنِ ولادت بھی اس دن جس دن رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہی نہیں بلکہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اس دن آپ ﷺ کی وفات ہوئی تھی......

کیا کوئی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ اپنی ولادت یا معراج کی خوشی میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کے 62 برس میں...... ان کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے 2 سال میں...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے 11 برس میں...... سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے 12 سال میں...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت کے 5 برس میں...... حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما نے اپنی حیات مبارک میں...... سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے 20 سال میں اور آخری صحابی ابوطفیل عامر بن واثلہ لیثی رضی اللہ عنہ کی وفات تک 110 برس میں کسی نے بھی جشن میلاد منایا ہے؟

بھلا جشن میلاد منانا آپ کا حق ہو بھی کیسے سکتا ہے کیونکہ اس سے تو خود رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا...... صحیحین میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے

فرمایا:

«مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَّيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ»

''جس نے کوئی بھی عمل کیا اگر وہ ہماری سنت کے مطابق نہیں ہے تو وہ عمل مردود ہے۔'' [2]

کیا رسول اللہ ﷺ کا اپنی امت کے لوگوں پر یہی حق ہے کہ وہ اپنی مشکلات میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپ ﷺ کو اپنی مدد کے لیے پکاریں...... یا آپ ﷺ کی قبر کا طواف کریں...... یا اللہ کا نام چھوڑ کر آپ کے نام کی قسمیں کھائیں؟...... ہرگز نہیں!...... یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہیں اور امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے منافی ہیں......

حقیقت میں ہم پر اللہ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کے حقوق یہ ہیں:

پہلا حق: اس بات کا عقیدہ رکھنا کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں...... آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے اپنی جان، مال، اولاد، والدین اور

www.KitaboSunnat.com

تمام لوگوں سے بڑھ کر محبت رکھنا...... اپنے دل میں آپ کی عظمت اور عزت و احترام کو بدرجۂ غایت موجزن رکھنا......

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾

"چنانچہ جو لوگ اس (رسول اللہ ﷺ) پر ایمان لائے اور انھوں نے اس کی تعظیم کی اور اس کی مدد کی اور اس نور (ہدایت) کی پیروی کی جو اس پر نازل کیا گیا، وہی فلاح پانے والے ہیں۔" [3]

دوسرا حق: رسول اللہ ﷺ نے جتنی بھی خبریں دی ہیں ان کی تصدیق کرنا کیونکہ آپ ﷺ اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتے بلکہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے، تبھی بولتے ہیں...... اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾

"اور وہ (اپنی) خواہش سے نہیں بولتا۔ وہ وحی ہی تو ہے جو (اس کی طرف) بھیجی جاتی ہے۔" [4]

آپ ﷺ نے قیامت کی جتنی نشانیاں بتائی ہیں...... اور آخری زمانے میں پیش آنے والے حادثات کی جو پیش گوئیاں کی ہیں...... مزید برآں جتنی بھی اطلاعات اور ہدایات دی ہیں...... ہم پر لازم ہے کہ انھیں من و عن تسلیم کر

لیں...... چون و چرا نہ کریں، اپنی ناقص اور محدود عقل کے گھوڑے نہ دوڑائیں...... تاکہ ہم ٹھوکریں کھانے سے بچ جائیں...... کیونکہ یہ بات اٹل اور یقینی ہے کہ ایک دن ثابت ہو جائے گا کہ ہماری عقل جھوٹی ہے اور اللہ کا قرآن اور محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہی سچا ہے......

تیسرا حق: تیسرا حق یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے لیے کثرت سے درود و سلام پڑھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰۗىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَي النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝﴾

"بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت و درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اس پر درود و سلام بھیجو اور خوب خوب سلام بھیجو۔" [5]

رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنے کے چند خاص مواقع:

1 خصوصًا اس وقت رسول اللہ ﷺ پر لازماً درود پڑھا جائے جب آپ ﷺ کا ذکرِ جمیل کیا جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ»

"خاک آلود ہو اس شخص کی ناک جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا لیکن اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔" [6]

2 اذان سن کر بھی آپ ﷺ پر درود پڑھنا لازم ہے...... صحیح مسلم میں

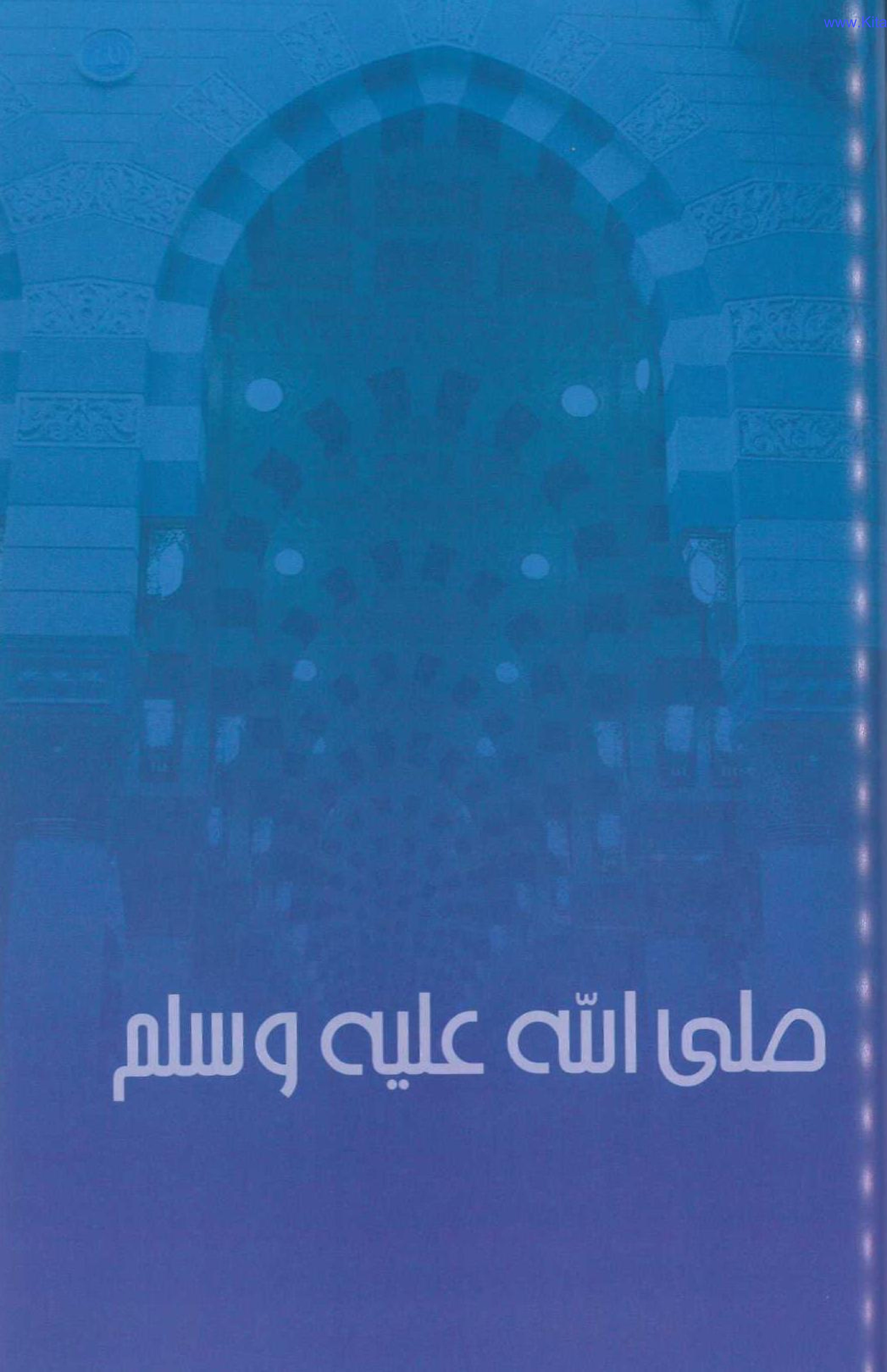

www.KitaboSunnat.com

روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ مَرَّةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا»

”جب تم موذن کی آواز سنو تو اسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے، پھر مجھ پر درود بھیجو۔ بے شک جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔“ 7

3 مسجد میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے نکلتے وقت بھی درود پڑھنا چاہیے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو پہلے محمد ﷺ پر درود وسلام پڑھتے، پھر یہ دعا پڑھتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْلِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ»

”اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔“

اور جب نکلتے تو بھی محمد ﷺ پر درود بھیجتے اور یہ دعا پڑھتے:

«اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْلِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ»

”اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔“ 8

www.KitaboSunnat.com

4 دعا کے اختتام پر بھی آپ ﷺ پر درود پڑھنا چاہیے...... جیسا کہ امام ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ ﷺ»

"جب تک آپ نبی کریم ﷺ پر درود نہیں بھیجیں گے اس وقت تک آپ کی دعا آسمان و زمین کے درمیان لٹکی رہے گی ذرہ بھر اوپر نہیں جائے گی۔" [9]

5 جمعہ کے دن جناب رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنا زبردست اہمیت اور فضیلت کا حامل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَ فِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ»

"بے شک تمھارے دنوں میں سے افضل دن جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، اسی دن انھوں نے وفات پائی، اسی دن صُور پھونکا جائے گا اور اسی دن لوگ بے ہوش کیے جائیں گے (یعنی قیامت قائم ہوگی) پس اس دن تم زیادہ سے زیادہ مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ تمھارا درود میرے اوپر پیش کیا جاتا ہے۔" [10]

چوتھا حق: آپ ﷺ کی سیرتِ مقدسہ سے بھرپور آگہی رکھنا...... آپ کے فضائل و مکارم اچھی طرح جاننا اور آپ ﷺ کے مقدس اوصاف و اعمال کو بار بار دہرانا...... تمام عزیز و اقارب اور احباب میں ان کا چرچا کرنا...... لوگوں کو آپ ﷺ کے طریقۂ زندگی اور سنتوں سے آگاہ و آشنا کرنا...... آپ کی تعریف وتوصیف کرنا مگر اس میں غلو سے کام نہ لینا......

پانچواں حق: آپ ﷺ کی شریعت پر پورا پورا عمل کرنا...... آپ ﷺ کی سنت کو مکمل طور پر اپنانا...... آپ ﷺ کے ارشادات، تعلیمات اور پیغامات کی تبلیغ کرنا...... آپ ﷺ کے ارشادات اور ہدایات کی خلاف ورزی سے مکمل طور پر اجتناب کرنا......

ظاہر و باطن ہر صورت میں آپ ﷺ کی اتباع کا مطلب یہ ہے کہ تمام کام انجام دینے میں آپ ﷺ کی سنت کو پیشِ نظر رکھا جائے...... رسول اللہ ﷺ کے تمام افعال و اقوال حتی کہ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، ہنسنے بولنے، چلنے پھرنے اور سونے جاگنے غرضیکہ زندگی کے ہر گوشے، ہر معاملے اور ہر قسم کے حالات و کیفیات میں صرف آپ ﷺ ہی کی پیروی کی جائے۔

جوں ہی آپ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنیں تو اس پر فوراً عمل کریں:

«خَالِفُوا الْيَهُودَ، أَعْفُوا اللِّحٰى وَحُفُّوا الشَّوَارِبَ»

"یہودیوں کی مخالفت کرو، داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں منڈواؤ (کیونکہ یہودی داڑھی منڈواتے ہیں اور مونچھیں بڑھاتے ہیں۔)" [11]

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«مَا تَحْتَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فَفِي النَّارِ»

”ٹخنوں سے نیچے رہنے والا کپڑا جہنم میں لے کر جائے گا۔“ [12]

غور فرمائیے ٹخنوں سے نیچی شلوار یا پاجامہ وغیرہ پہننا کتنی خطرناک بات ہے...... اللہ کے رسول ﷺ فرما رہے ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے لٹکنے والا کپڑا جہنم رسید کر دے گا...... پس ہمیں فوراً خبردار ہو جانا چاہیے اور اپنا لباس سنت کے مطابق بنانا چاہیے...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾

”یقیناً تمھارے لیے رسول اللہ (کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ (سے ملاقات) اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے، اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے۔“ [13]

دیکھیے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک میں بڑی وضاحت سے حکم دیا گیا ہے کہ ہم سب کو اسوۂ حسنہ ہی سے روشنی حاصل کرنی چاہیے اور اپنی عملی زندگی جناب رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر بسر کرنی چاہیے...... پس ہم سب کو تعیّشات، سُود خوری، شراب نوشی، راگ رنگ اور ان تمام امور سے ہمیشہ باز رہنا چاہیے

جن سے رسالت مآب ﷺ نے روکا ہے...... اور وہی کام کرنے چاہئیں جن کی انھوں نے ہدایت فرمائی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم اور صدقہ کرنے کی بڑی ترغیب دی ہے...... ہمیں ان زبردست نیکیوں کے حصول کے لیے سرگرم عمل رہنا چاہیے اور جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی زبردست حکمت و افادیت کے بارے میں ہمارے دل میں ذرہ برابر بھی ہرگز کوئی بات نہیں کھٹکنی چاہیے......

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

www.KitaboSunnat.com

﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾

’’بس مومنوں کی تو بات ہی یہ ہے جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں، تاکہ وہ ان کے مابین فیصلہ کرے، تو وہ کہتے ہیں: ہم نے سنا اور اطاعت کی، اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔‘‘ 14

اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝﴾

’’چنانچہ (اے نبی!) آپ کے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلے پر ان کے دلوں میں کوئی تنگی نہ آنے پائے اور وہ اسے دل و جان سے مان لیں۔‘‘ 15

چھٹا حق: ہم سب کو ہر آن، ہر گھڑی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت گزاری میں مصروف رہنا چاہیے...... اپنے تمام اختلافات کا حل آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ کی روشنی میں تلاش کرنا چاہیے، من مانی نہیں کرنی چاہیے...... اپنی تمام خوشیوں کو آپ ﷺ کی خوشی، اپنے تمام غموں کو آپ ﷺ کے غم اور اپنی تمام خواہشات کو آپ ﷺ کی منشائے مبارک پر قربان کر دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ

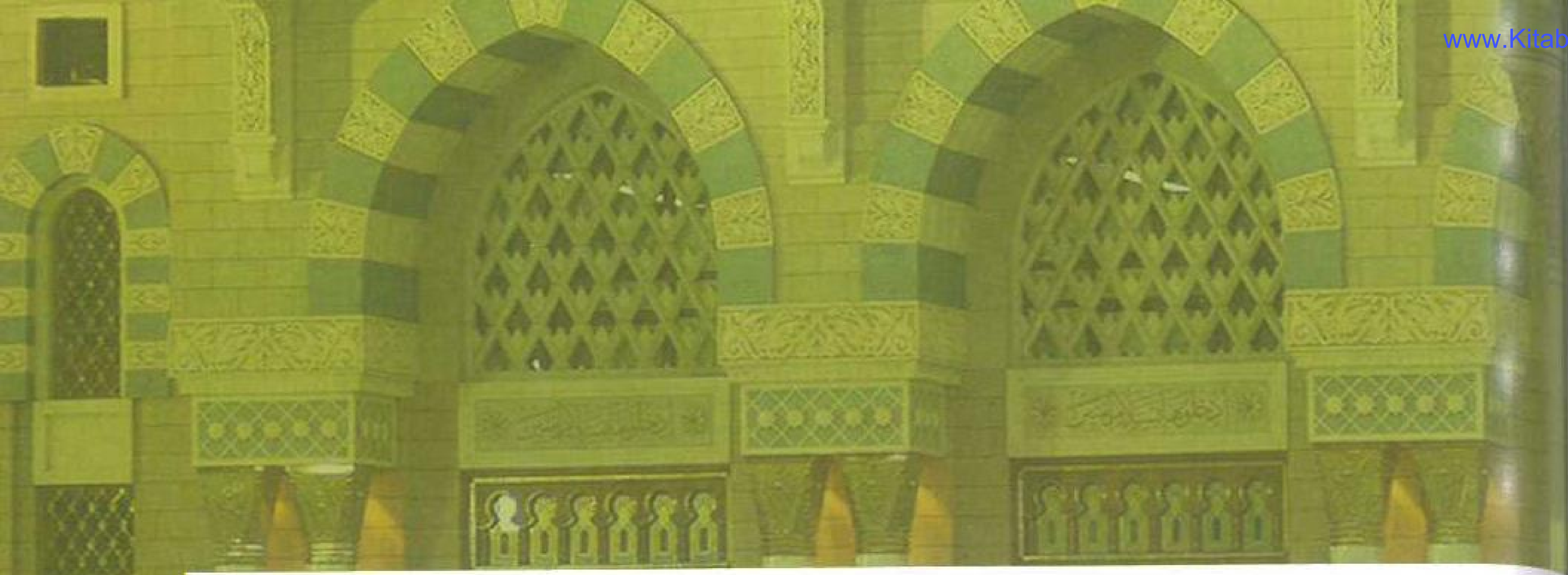

نے فرمایا ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ﴾

’’اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا، مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔‘‘ 16

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی جنت میں جانے کا واحد راستہ ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں 30 سے زیادہ مقامات پر آپ ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری کا حکم دیا ہے جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے صراحت فرمائی ہے...... بلکہ اللہ تعالیٰ نے کھلے الفاظ میں پوری وضاحت سے بتا دیا ہے کہ جنت صرف اسی صورت میں نصیب ہوگی جب محمد رسول اللہ ﷺ کی کامل اطاعت کی جائے گی...... اور آپ ﷺ کی ایک ایک سُنت کو حرزِ جان بنایا جائے گا...... قیامت کے دن جو رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے آئے گا صرف وہی جنت کا مستحق ٹھہرے گا...... اور آپ ﷺ کے جھنڈے کے نیچے صرف وہی آ سکے گا جس نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کے قرآن اور محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی روشنی میں بسر کیا ہوگا، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ○﴾

''اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے، تو وہ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، (یعنی) انبیاء، صدیقین، شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ، اور یہ لوگ اچھے رفیق ہوں گے۔ یہ اللہ کی طرف سے فضل ہے، اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔'' [17]

بخاری شریف میں روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبٰى»

''میری پوری امت جنت میں داخل ہوگی مگر وہ رہ جائے گا جس نے جنت میں جانے سے انکار کر دیا۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! بھلا جنت میں جانے سے کون انکار کرسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبٰى»

''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی گویا اس نے جنت میں جانے سے انکار کر دیا (کیونکہ جنت میں داخلے کی کنجی رسول اللہ ﷺ کے فرمودات پر عمل کرنا ہی ہے۔)'' [18]

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتوقیر

اللہ تعالیٰ ہمیں ادب و احترام کا درس دیتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○﴾

''اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو، اور تم اللہ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو، اور آپ سے اونچی

www.KitaboSunnat.com

آواز میں بات نہ کرو، جیسے تم ایک دوسرے سے اونچی آواز میں (بات) کرتے ہو، کہیں تمھارے عمل برباد نہ ہوجائیں، اور تمھیں خبر تک نہ ہو۔'' [19]

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے آپ اور اپنے رسول سے آگے بڑھنے سے روکا ہے...... صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان آیات کو سنا تو اپنے رسول ﷺ کے ادب و احترام کا حق ادا کر دیا...... آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا یہ عالَم تھا کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کوئی سوال دریافت فرماتے تو جب تک اس کا مطلب خود آپ ﷺ ہی واضح نہ فرما دیتے اُس وقت تک کسی صحابی کو اپنی رائے سے اس کا جواب دینے کی جرأت نہ ہوتی...... مبادا آپ ﷺ کی منشائے مبارک کے خلاف جواب دینے کی وجہ سے آپ ﷺ کو رنج پہنچے......

ذرا وہ واقعہ یاد کیجیے، جب حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے روبرو ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جم غفیر تھا...... یوم النحر، عیدالاضحیٰ کا دن تھا...... آپ ﷺ نے دریافت فرمایا:

اے میرے صحابہ!

«أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟...... أَيُّ شَهْرٍ هٰذَا؟...... أَيُّ بَلَدٍ هٰذَا؟......»

''آج کون سا دن ہے؟...... یہ کون سا مہینہ ہے؟......اور یہ کون سا شہر ہے؟''

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ [20]

یہاں دراصل یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ صحابہ کرام کو رسول اللہ ﷺ کے سوالات کا جواب معلوم بھی ہوتا تھا تب بھی پاسِ ادب سے یہی عرض کرتے تھے کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں......

جس کے پاس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کوئی بھی حکم آجائے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی خواہشات، تمناؤں اور خاندان کے رسم و رواج کو مسترد کر کے آپ ﷺ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کر دے...... پھر کسی ملامت گر کی ملامت ہو...... کسی جرنیل کا دبدبہ ہو...... کسی حاکم کی نادر شاہی ہو...... کسی وڈیرے یا سرمایہ دار کی تمکنت ہو...... اپنے خاندان کا عزوشرف ہو یا رشتے داری کے بچھائے ہوئے جال ہوں...... ماں باپ کی شفقت ہو...... بیوی بچوں کا پیار ہو یا بہن بھائیوں کی محبت ہو ان سب چیزوں کو اطاعتِ رسول ﷺ کے تقاضے کے آگے مسترد کر دے...... دنیا کی کوئی طاقت، حکومت، دولت یا عورت اس کے پاؤں کی زنجیر

www.KitaboSunnat.com

نہ بن سکے...... اسے ہر طرف سے آنکھیں میچ کر صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر عمل پیرا رہنا چاہیے...... اگر کوئی چیز اطاعت رسول ﷺ کی راہ میں دیوار بن کر حائل ہونے کی کوشش کرے تو اسے چند لمحوں کے لیے ٹھہر کر یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ اگر میری چہیتی بیوی ارشادِ رسول ﷺ کی تعمیل میں حائل ہو رہی ہے تو کیا میرے لیے بیوی عزیز تر ہے یا جناب رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی؟...... مجھے اپنا خاندان زیادہ پیارا ہے یا رسول اللہ ﷺ کی سنت؟...... مجھے اپنی خواہش زیادہ پیاری ہے یا رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ؟...... مجھے دنیا کا فنا پذیر مال و دولت، حسن و جمال کے جلوے، اقتدار وحکومت کی رونق اور جھوٹی عزت زیادہ پیاری ہے یا شافع محشر ﷺ کے دستِ مبارک سے حوض کوثر کا وہ پانی کہ جس کا ایک گھونٹ پینے سے پچاس ہزار سال تک پیاس نہیں لگے گی؟...... مجھے آپ ﷺ کی شفاعت اور آپ ﷺ کے پرچم تلے جنت میں داخلہ زیادہ محبوب ہے یا اپنی مَن مانی کرنے والے عزیز ہیں؟

سنت رسول ﷺ کو پسِ پشت ڈال کر من مانی کرنے والے کا کیا حشر ہو گا؟

میرے محترم بھائیو! ذرا سوچو تو سہی کہ حشر کا دن کس قدر ہیبت اور ہیجان کا دن ہو گا...... اگر اس دن تمھارے اور جناب رسول اللہ ﷺ کے مابین دیوار حائل ہو جائے اور ساقی کوثر نگاہ اٹھا کر اللہ سے پوچھیں: ”اے اللہ! کیا یہ میری اُمت کے فرد نہیں؟“ اور اللہ تعالیٰ فرمائے:

«إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ»

”میرے محبوب! آپ کو معلوم نہیں کہ انھوں نے آپ کے بعد آپ کے دین میں کیا کیا تبدیلیاں کر دی تھیں۔“

اس دین میں اپنے رسم و رواج ٹھونس دیے تھے...... اور پھر شافع محشر ﷺ بیزار ہو کر تمھارے بارے میں یہ فرمائیں:

«سُحْقًا...... سُحْقًا...... لِّمَنْ غَيَّرَ بَعْدِي»

”اے اللہ! انھیں میری نظروں سے دور کر دے...... ایسے شخص کے لیے ہلاکت، تباہی اور بربادی ہو جس نے میرے بعد میرے دین میں تبدیلیاں کر دی تھیں۔“ [21]

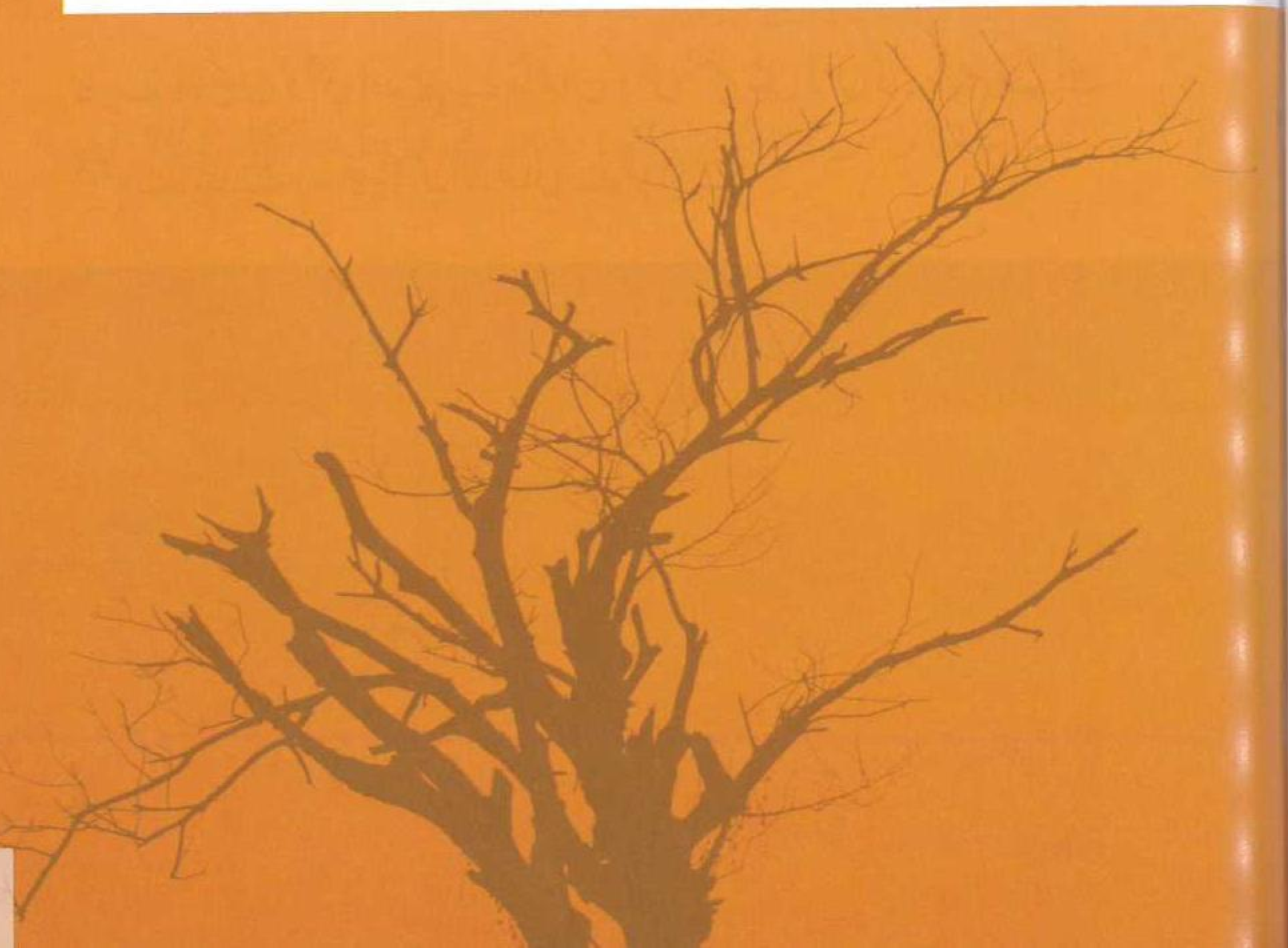

www.KitaboSunnat.com

پس بتاؤ! ایسی نازک صورت حال میں تم کہاں جاؤ گے؟...... تمھاری شفاعت کی امیدیں، تمھاری عقیدت و محبت کے کھوکھلے دعوے تمھیں کیا فائدہ دیں گے؟...... کیا تیری بیوی تجھے جہنم سے بچالے گی؟...... تیرا خاندان تجھے سورج کی ہولناک تپش سے بچالے گا؟...... جب تو پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا...... خون کے آنسو رو رہا ہوگا...... تیرے آگے بھی آگ، پیچھے بھی آگ، دائیں بھی آگ، بائیں بھی آگ...... اوپر شعلہ بار سورج اتنا قریب کہ تجھے جلا کر بھسم کر دے...... قدموں تلے زمین تانبے کی طرح تپ رہی ہوگی...... اور تیرے بدن سے پسینے اس طرح چھوٹ رہے ہوں گے جس طرح سنگلاخ پتھروں سے چشمے کا پانی پھوٹتا ہے...... وہ ایسا نفسا نفسی کا دن ہوگا کہ ماں باپ، بیوی بچے، بہن بھائی اور خاندان والے سب ساتھ چھوڑ جائیں گے...... اور تو خود پکار پکار کر کہہ رہا ہوگا: ''اے اللہ! میرے بیٹوں کو بھی دوزخ میں ڈال دے، میری بیوی کو بھی، میرے بھائیوں کو بھی اور میرے خاندان کو بھی جہنم میں ڈال دے، صرف مجھے جہنم سے بچالے...... جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۝ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ۝ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنجِيهِ ۝ كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ ۝ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ۝ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ۝﴾

''مجرم چاہے گا کاش! اس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) اپنے بیٹے فدیے میں دے دے۔ اور اپنی بیوی اور اپنا بھائی۔ اور اپنا خاندان جو اسے پناہ دیتا تھا۔ اور جتنے زمین پر ہیں سب، پھر وہ (فدیہ) اسے (جہنم کی دہکتی ہوئی آگ سے) نجات دلا دے۔ ہرگز نہیں! بے شک وہ بھڑکتی آگ ہے۔ چمڑیاں ادھیڑ دینے والی۔ وہ (ہر) اس شخص کو پکارے گی جس نے پیٹھ پھیری اور (حق سے) منہ موڑا۔ اور (مال) جمع کیا اور سینت سینت کر رکھا۔''[22]

اب بتا کہ اس دن تیرا اقتدار یا مال و دولت تجھے کوئی فائدہ پہنچائے گا؟ اس

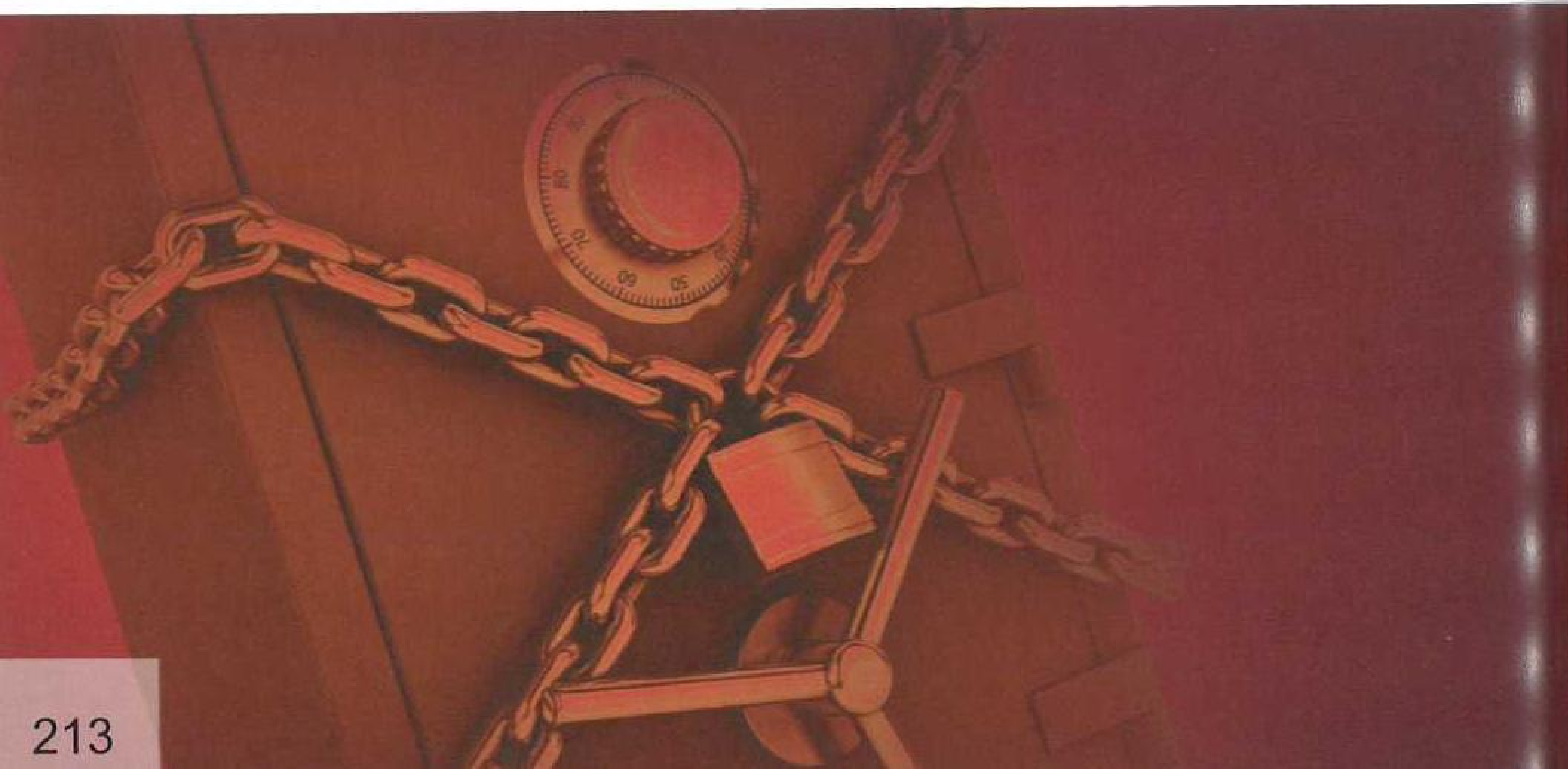

www.KitaboSunnat.com

دن تو کہے گا:

﴿مَآ اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ ۞ هَلَكَ عَنِّىْ سُلْطٰنِيَهْ﴾

''مجھے میرے مال نے کچھ فائدہ نہ دیا۔ میری سلطانی (اقتدار وسلطنت) مجھ سے چھن گئی۔'' 23

اور اللہ فرمائے گا:

﴿خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۞ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۞ ثُمَّ فِىْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ﴾

''اسے پکڑو، پھر طوق ڈال دو۔ پھر اسے جہنم (کی شعلے مارتی آگ) میں جھونک دو۔ پھر ایک زنجیر میں، جس کی پیمائش ستر گز ہے، اسے جکڑ (یا پرو) دو۔'' 24

اس دن یہ حیلے، بہانے اور بحث وتکرار کچھ کام نہیں آئے گی...... اس دن صرف رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق عمل ہی کام آئے گا...... اگر وہ عمل تیرے پاس نہیں ہوگا تو حسرت اور افسوس کے سوا تیرے پلے کچھ نہیں ہوگا...... تیری یہ کیفیت ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۞ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۞ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ۗ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا﴾

''اور جس دن (ہر) ظالم اپنے دونوں ہاتھ دانتوں سے کاٹ کھائے گا (اور) کہے گا: اے کاش! میں رسول کے ساتھ راہ اختیار کرتا۔ ہائے میری کم بختی! کاش! میں فلاں (شخص) کو دوست نہ بناتا۔ بلاشبہ اس نے میرے پاس ذکر (قرآن) آجانے کے بعد مجھے (اس سے) بہکا دیا اور شیطان انسان کو (مصیبت میں) بے یارو مددگار چھوڑ دینے والا ہے۔'' 25

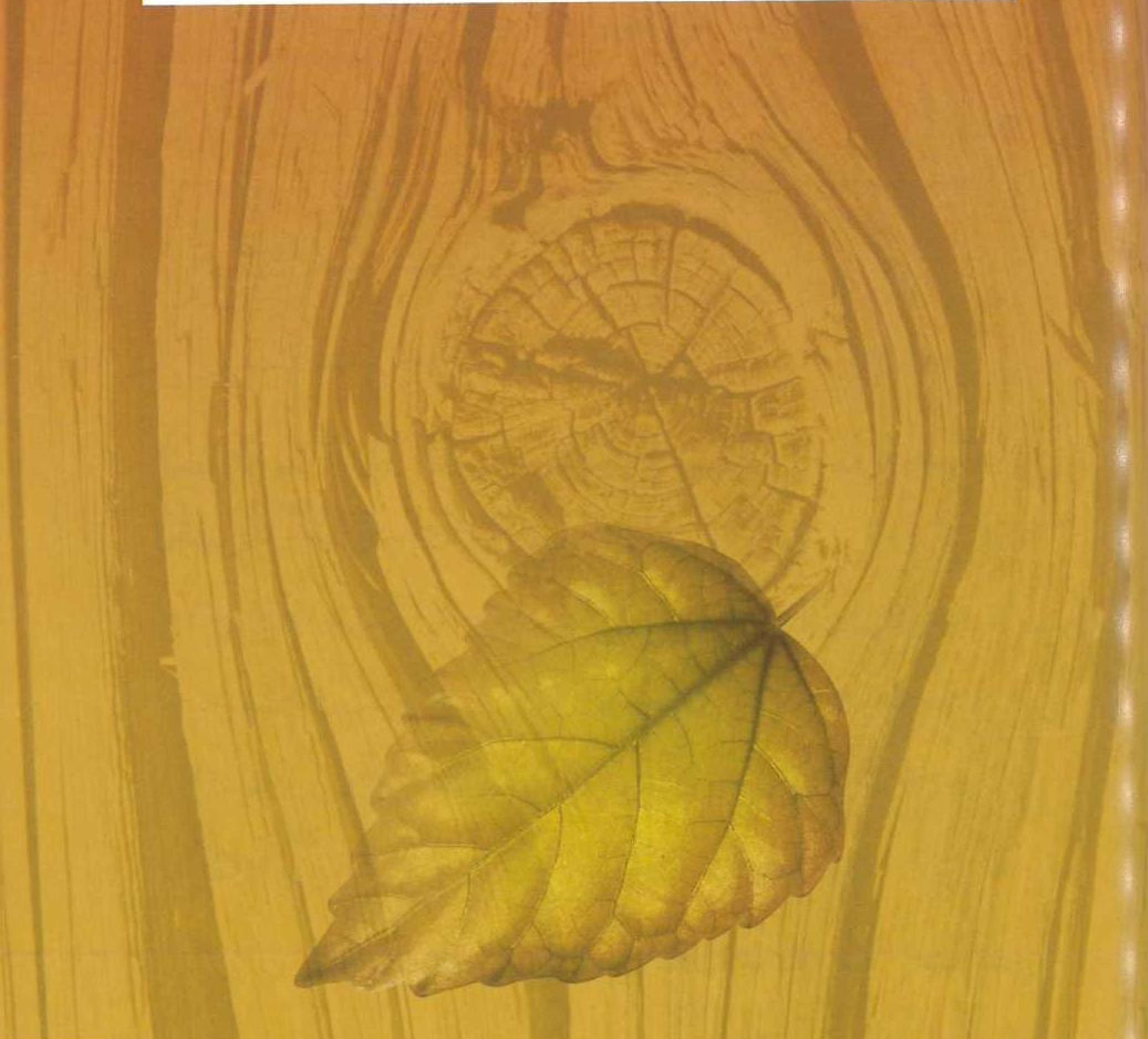

www.KitaboSunnat.com

اس ذلت، رسوائی اور عذاب سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اس دن کے آنے سے پہلے توبہ کر، غفلت چھوڑ دے اور رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی کو اپنا رہبر بنا لے...... قیامت کے دن سے غافل لوگوں کی کیفیت اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی ہے:

﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴾

''کاش! آپ دیکھیں جب مجرم اپنے رب کے حضور سر جھکائے (پیش) ہوں گے، (وہ کہیں گے:) اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا، لہٰذا ہمیں واپس بھیج کہ ہم نیک عمل کریں، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔'' [26]

ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

﴿ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ ھٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾

''چنانچہ تم (عذاب) چکھو اس لیے کہ تم نے اپنے اس دن کی ملاقات بھلائے رکھی، بے شک (آج) ہم نے بھی تمھیں بھلا دیا، اور جو (برے) عمل تم کرتے تھے، ان کی وجہ سے تم ہمیشہ کا عذاب چکھو۔'' [27]

اس دن کے آنے سے پہلے اپنی زندگی رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے

مطابق بسر کرنے کی فوری فکر کر...... کسی بھی معاملے میں جب آپ ﷺ کا کوئی حکم واضح ہو جائے تو کسی مسلمان کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ وہ اس میں کسی بھی طرح کوئی اعتراض یا تاویلیں کرے یا حیلے بہانے ڈھونڈے......

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اطاعتِ رسول ﷺ کا جذبہ

امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ شروع میں 16 یا 17 ماہ تک لوگ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے...... جب بیت المقدس کے بجائے کعبہ کو قبلہ بنا دیا گیا...... اور اس بارے میں آیات نازل ہوئیں...... تو ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس سے اُٹھا اور مسجد قبا کے لوگوں کے پاس پہنچا...... اس نے دیکھا کہ وہ لوگ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے فجر کی نماز پڑھ رہے ہیں...... اُس شخص نے زور سے پکار کر کہا: آج رات رسول اللہ ﷺ پر قرآنی آیات اتاری گئی ہیں...... اُن میں یہ حکم آیا ہے کہ بیت المقدس کو چھوڑ کر کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے...... وہ شخص ابھی اپنے کلمات مکمل بھی نہ کر پایا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نماز ہی کی حالت میں بیت المقدس کی طرف سے منہ موڑ کر کعبے کی طرف کر لیا...... [28]

یہ تھا اطاعتِ رسول ﷺ کا نمونہ! جوں ہی اُنھوں نے آپ ﷺ کا حکم سنا، فوراً بلا تاخیر نماز ہی کی حالت میں اس پر عمل پیرا ہو گئے...... انھوں نے یہ نہیں کہا کہ پہلے ہم اس نماز سے سلام پھیر لیں، پھر اگلی نماز سے بیت اللہ کی طرف منہ کریں گے......

www.KitaboSunnat.com

أطيعوا الله
وأطيعوا الرسول

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے...... وہ کہتے ہیں: شراب کی حرمت سے پہلے میں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر لوگوں کو شراب پلایا کرتا تھا...... ایک دن میں انھیں شراب پلا رہا تھا...... ایک ایک کر کے ہر ایک کو شراب کا پیالہ دیتا جا رہا تھا، اسی دوران اچانک ایک شخص آیا...... وہ کہنے لگا: کیا تمھیں معلوم نہیں ہوا؟ لوگوں نے پوچھا: کیا معلوم نہیں ہوا؟ اس نے کہا: شراب حرام قرار دے دی گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے منادی کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا ہے کہ خبردار! شراب حرام ہو چکی ہے...... پھر اس نے یہ آیات تلاوت کیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ﴾

"اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا، آستانے اور فال نکالنے کے تیر، سب گندے کام ہیں اور شیطان کے عمل سے ہیں، پس تم ان سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ بے شک شیطان چاہتا ہے کہ تمھارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعے سے دشمنی اور بغض ڈال دے، اور تمھیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روکے، پھر کیا تم ان (شیطانی کاموں) سے باز آتے ہو؟" [29]

جوں ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ آیات سنیں اللہ کی قسم! جس صحابی کے ہاتھ میں بھی شراب کا پیالہ تھا اس نے یہ کہہ کر پھینک دیا: اے ہمارے رب! ہم رک

www.KitaboSunnat.com

گئے ہیں...... ہم رک گئے ہیں...... کسی نے بھی شراب کا جام لبوں تک لے جانے کی جرأت نہ کی...... پھر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شراب کے مٹکوں پر ٹوٹ پڑے...... انھوں نے ایک ایک کر کے سارے مٹکے توڑ ڈالے...... [30]

پھر کوئی آنے والا اندر آیا نہ کوئی جانے والا باہر گیا یہاں تک کہ سب نے شراب کے مٹکے اوندھے کر کے توڑ ڈالے...... اور شراب مدینہ کے گلی کوچوں میں یوں بہنے لگی جیسے سیلاب آ گیا ہے...... پھر بعض صحابہ کرام نے وضو اور بعض نے غسل کیا اور خوشبو لگائی اور مسجد کی طرف چل دیے...... انھوں نے کوئی حیلہ کیا نہ کوئی بہانہ بنایا...... صرف ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی اطلاع پر ساری شراب لنڈھا دی...... انھوں نے یہ نہیں کہا کہ ہمیں تو سالہا سال سے پینے کی عادت ہے...... یہ عادت تو ہمارے آباؤ اجداد کی پرانی روایت ہے...... ہمیں ورثے میں ملی ہے...... بھلا اسے کیسے چھوڑ دیں...... انھوں نے تعمیلِ ارشاد کی ایمان افروز مثال قائم کر دی...... شراب سازی کے سارے کارخانے توڑ ڈالے...... کوئی شراب نوش باقی نہیں رہا...... یہی لوگ مسلمان ہیں، جنھوں نے اپنی تمناؤں اور

اُمنگوں کو بلا تأمل اپنے خالق کی رضا مندی اور خوشنودی کے لیے قربان کر دیا......

ایک صحابی نے سونے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی...... رسول اللہ ﷺ کی نظر پڑی تو فوراً اس کی انگلی سے انگوٹھی اُتاری اور دور پھینک دی...... پھر فرمایا:

«يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ إِلٰى جَمْرَةٍ مِّنْ نَّارٍ فَيَجْعَلُهَا فِي يَدِهٖ»

’’تم میں سے کوئی شخص ایک انگارہ لے لیتا ہے اور اسے اپنے ہاتھ میں پہن لیتا ہے۔‘‘

یہ فرما کر جب آپ ﷺ تشریف لے گئے تو دوسرے ساتھیوں نے اس صحابی سے کہا: انگوٹھی اٹھا لو! اس سے کوئی اور فائدہ حاصل کر لینا (اپنی ماں، بہن یا بیوی کو دے دینا یا اسے بیچ کر کوئی اور چیز خرید لینا......) اس صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: جو چیز رسول اللہ ﷺ نے پھینک دی ہے، مجھ میں اتنی جرأت نہیں کہ میں وہ چیز اٹھا کر کسی اور استعمال میں لاؤں...... [31]

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کا سب سے عظیم حق: آپ ﷺ کا سب سے بڑا حق آپ ﷺ کی سنت کے وقار کا دفاع کرنا ہے...... آپ ﷺ کی تعلیمات میں سے کسی بھی چیز کی خلاف ورزی اور استخفاف ہرگز نہیں ہونا چاہیے...... جو شخص اتباع رسول کا جذبہ رکھتے ہوئے اپنے ظواہر، اپنی ہیئت اور اپنا لباس رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق ڈھال لے...... اسے گھٹیا سمجھ کر ہنسی مذاق اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا بڑی خوفناک جسارت ہے...... متبعینِ سنت سے استہزا منافقین کی نشانی ہے اور منافقین دنیا کے گھٹیا ترین لوگ ہیں...... روز محشر جب جنتی جہنمیوں سے پوچھیں گے:

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ○ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ○ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ○ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ○ حَتَّى أَتَانَا الْيَقِينُ ○ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾

''تمھیں کس چیز نے جہنم میں ڈالا؟ وہ کہیں گے: ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے۔ اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ اور ہم (باطل میں) مشغول ہونے والوں کے ساتھ مشغول ہوتے تھے (دین پر عمل کرنے والوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔) اور ہم روزِ جزا کی تکذیب کرتے تھے۔ حتی کہ ہمیں موت نے آ لیا۔ پھر سفارشیوں کی سفارش انھیں نفع نہ دے گی۔'' [32]

اللہ تعالیٰ نے مذاق اڑانے والوں کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ○ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ﴾

''اور البتہ اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ ضرور کہیں گے کہ ہم تو صرف شغل کے طور پر باتیں اور دل لگی کرتے تھے۔ کہہ دیجیے: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے؟ (اب) بہانے مت بناؤ، یقیناً تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا ہے۔'' [33]

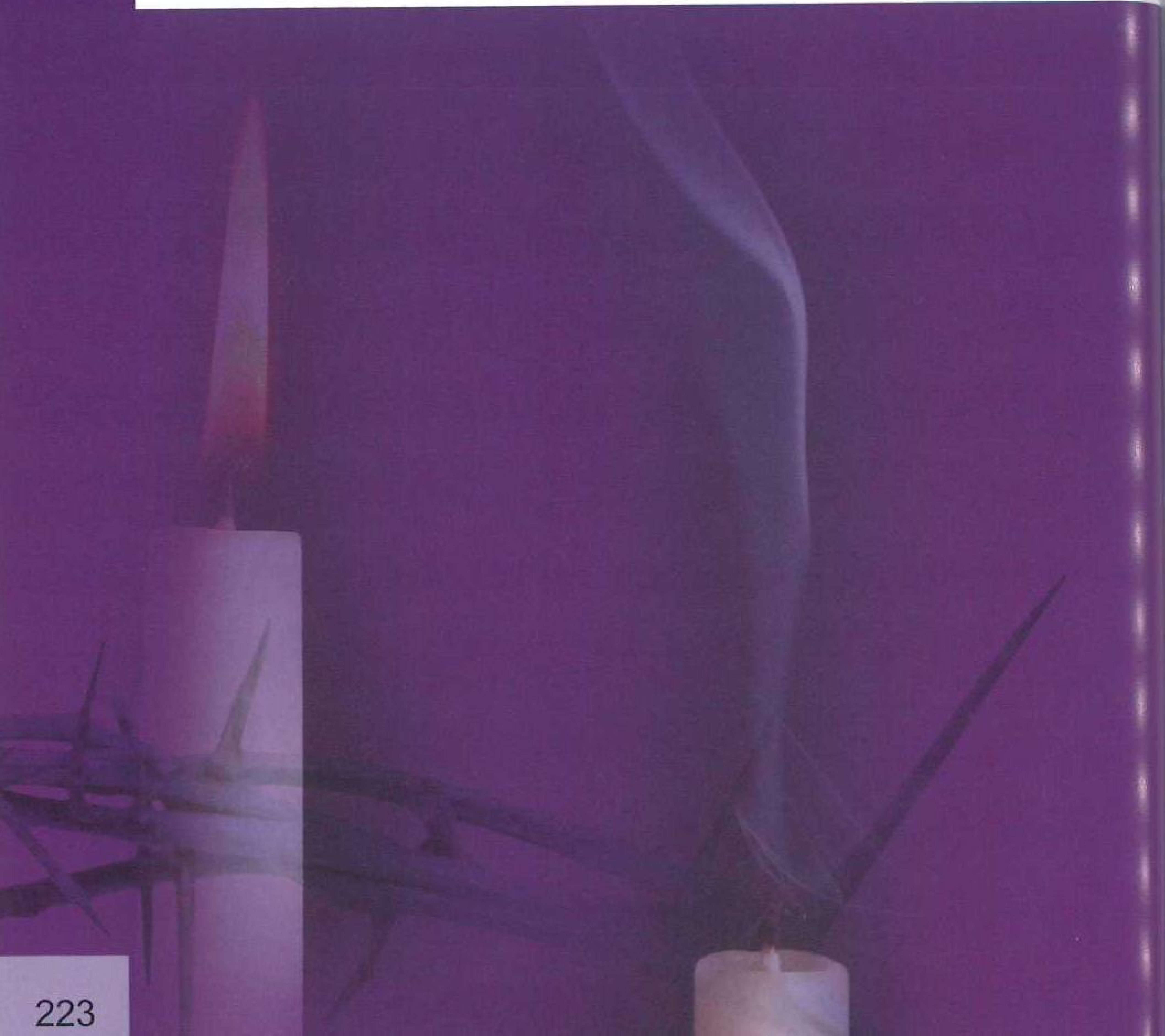

www.KitaboSunnat.com

لمحۂ فکریہ

آخر میں اتنا کہوں گا کہ اے میری نہایت قابلِ احترام بہنو اور بھائیو! ہمارے شافع محشر پیغمبر ﷺ کے ہم پر جو حقوق ہیں وہ پوری طرح واضح ہو چکے ہیں...... وہ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ مکرم و معظم شخصیت ہیں...... ہمیں اس بات سے بخوبی آگاہ ہونا چاہیے کہ غلاموں پر مالکوں کے حقوق اور بچوں پر اپنے والدین کے حقوق کا احترام اتنا ضروری نہیں جتنا ہم پر ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے حقوق کا التزام و احترام لازم ہے...... اُن کے اسوۂ حسنہ کو زندگی کے ہر ہر لمحے میں ماتھے کا جھومر بنانا نہایت ضروری ہے...... ہمارا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، خوشی غمی، دکھ سکھ، غرضیکہ شب و روز کے تمام اشغال و اعمال رسول اللہ ﷺ کے فرامین کے مطابق ہونے چاہئیں...... صرف وہی ہیں جن کے ذریعے اللہ نے ہمیں جہنم کے شعلوں سے نجات دی ہے...... وہی تو ہیں جن کے ذریعے اللہ نے ہمیں گمراہی کے اندھیروں سے نکالا ہے، ہدایت کے نُور کی طرف رہنمائی فرمائی ہے اور ہمیں صراطِ مستقیم پر گامزن کر دیا ہے...... وہ تو ہمارے غم میں کئی کئی راتیں جاگتے رہتے تھے...... ہم تک اللہ کا پیغام پہنچانے کے لیے کون سی ایسی اذیت ہے جو انھیں نہیں پہنچائی گئی...... اور کون سی مصیبت ہے جو انھوں نے نہیں جھیلی...... کیا انھیں گالیاں نہیں دی گئیں؟...... کیا انھیں شاعر، دیوانہ، مجنوں، جادوگر اور بے دین نہیں کہا گیا؟...... کیا انھیں تین سال تک شعب ابی طالب میں بھوکا، پیاسا رکھ کر درختوں کے پتے کھانے پر مجبور نہیں کیا گیا؟...... کیا انھیں اپنوں

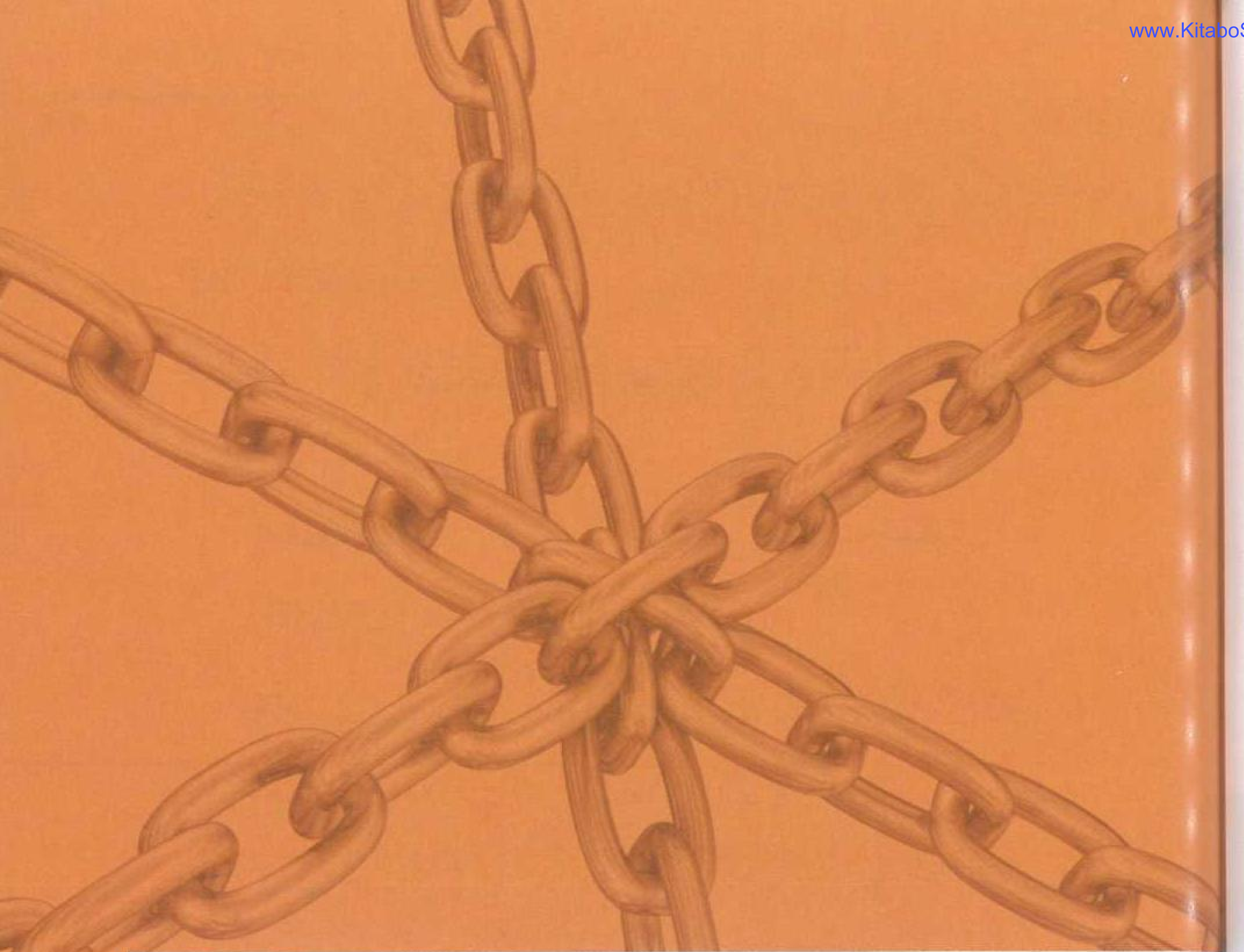

سے بے گانہ، گھر سے بے گھر اور وطن سے بے وطن نہیں کیا گیا؟...... کیا طائف کے اوباشوں نے پتھر برسا برسا کر ان کے نعلین مبارک خون سے رنگین نہیں کیے؟ جبکہ وہ انھیں جہنم کی آگ سے بچا کر اپنے ساتھ جنت میں لے جانے کے لیے تشریف لے گئے تھے؟...... کیا احد میں ان کے دندانِ مقدس شہید نہیں کیے گئے تھے؟......

اے عیش و آرام کی زندگی گزارنے والو! کیا تم اپنے اُن محسنِ اعظم نبی کے لیے ایک پتھر بھی نہیں کھا سکتے جو دن کو گالیاں اور پتھر کھا کر لوگوں کو اللہ کی بندگی کی دعوت دیا کرتے تھے اور رات کو انھی پتھر مارنے والے ظالموں کے لیے گڑگڑا کر اپنے رب سے التجائیں کیا کرتے تھے......

www.KitaboSunnat.com

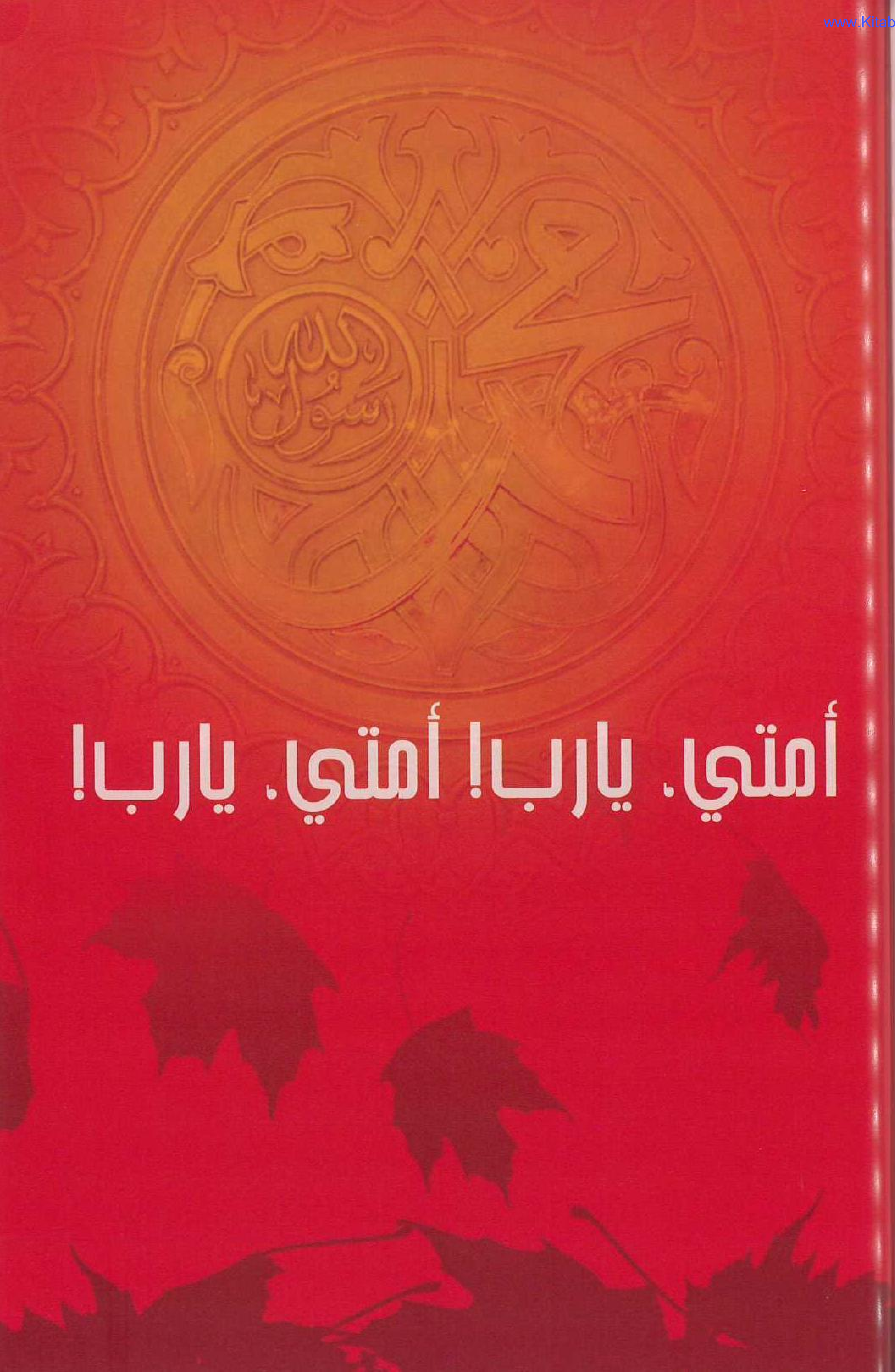

ہمارے رہبر اعظم حضرت محمد ﷺ کو اپنی قوم کی ہدایت کی اتنی فکر تھی کہ خود رب ذوالجلال فرماتا ہے:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝﴾

’’پھر شاید آپ تو خود کو ان کے پیچھے غم سے ہلاک کرنے والے ہیں اگر یہ (کافر) اس بات (قرآن) پر ایمان نہ لائیں۔‘‘ [34]

کیا تم اپنے اس نبی کے دین کی حفاظت کے لیے ایک قدم بھی نہیں اُٹھا سکتے؟ ایک گالی بھی برداشت نہیں کر سکتے؟...... آخر کیوں نہیں؟...... قیامت کے دن تم رسول اللہ ﷺ کو کیا منہ دکھاؤ گے...... جب تمام انبیاء شفاعت کرنے سے انکار کر دیں گے...... آخر کار محمد رسول اللہ ﷺ شفاعت کے لیے سجدے میں سر جھکا دیں گے اور اللہ فرمائے گا:

«يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَكَ، سَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ»

’’اے محمد! اپنا سر اُٹھائیے! آپ جو مانگیں گے وہ ملے گا...... جس کے لیے سفارش کریں گے قبول ہوگی۔‘‘

اور رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے:

«أُمَّتِي، يَارَبِّ! أُمَّتِي، يَارَبِّ!»

’’اے اللہ! میری امت کو بچا لے...... اے اللہ! میری امت کو بچا لے۔‘‘ [35]

www.KitaboSunnat.com

ہم اپنے گریبان میں جھانکیں کیا ہم شفاعت کے مستحق بھی ہیں یا نہیں؟......
کہیں ہمارے کردار، سرگرمیاں اور معاملات رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی عکاسی تو نہیں کر رہے؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہم کوئی اعمال عبادت سمجھ کر کر رہے ہوں اور وہ ہمارے لیے وبال جان بنتے جا رہے ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝﴾

”(عمل کرنے میں) سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے ہوں گے۔
(پھر بھی) دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔“ [36]

دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾

”لہٰذا چاہیے کہ جو لوگ اس (اللہ اور اس کے رسول) کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اس (بات) سے ڈریں کہ انھیں کوئی آزمائش آپڑے یا انھیں دردناک عذاب آلے۔“ [37]

ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی زیادہ سخت انداز میں وعید فرمائی ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ۧ﴾

”اور جس شخص کے سامنے واضح شکل میں ہدایت آجائے اور اس کے

www.KitaboSunnat.com

بعد وہ رسول کی مخالفت کرے، اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے کی پیروی کرے، تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ جانا چاہے اور ہم اسے جہنم میں ڈالیں گے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔''[38]

آیئے! ہم سب مل کر اللہ سے بھیک مانگیں: اے ربّ ذُوالجلال! اے روز جزا کے مالک! ہمیں اپنے تمام کام رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرما...... اور روزِ محشر ہمیں اپنے پیارے نبی محمد ﷺ کی شفاعت کا مستحق بنا...... ان کی سفارش کے ذریعے ہم گناہ گاروں کے گناہ معاف فرما کر ہمیں اُن کے پرچم کے سائے میں جنت الفردوس میں داخلہ نصیب فرما......

اے مالک! ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ کے افکار اور اعمال جلیلہ کے اجر سے محروم نہ کر...... ان کے بعد ہمیں مبتلائے آزمائش نہ کر...... ہمیں فتنوں اور فرقہ واریت سے محفوظ فرما...... ہمیں شافع محشر ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے حوضِ کوثر کا وہ پانی پلا جو ہماری تشنگی کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دے۔ آمین...... آمین......

www.KitaboSunnat.com

1 صحيح البخاري، حديث: 3445. 2 صحيح مسلم، حديث: 1718. 3 الأعراف 157:7. 4 النجم 4,3:53. 5 الأحزاب 56:33. 6 جامع الترمذي، حديث: 3545. 7 صحيح مسلم، حديث: 384. 8 مسند أحمد: 283,282/6. 9 جامع الترمذي، حديث: 486. 10 سنن أبي داود، حديث: 1047، صححه الألباني. 11 مسند أحمد: 366/2، باختلاف الألفاظ. 12 سنن النسائي، حديث: 5332. 13 الأحزاب 21:33. 14 النور 51:24. 15 النساء 65:4. 16 النساء 64:4. 17 النساء 70,69:4. 18 صحيح البخاري، حديث: 7280. 19 الحجرات 2,1:49. 20 صحيح البخاري، حديث: 4406، ومسند أحمد: 37/5. 21 صحيح البخاري، حديث: 6584,6583. 22 المعارج 70:11-18. 23 الحاقة 29,28:69. 24 الحاقة 69:30-32. 25 الفرقان 25:27-29. 26 السجدة 12:32. 27 السجدة 14:32. 28 صحيح مسلم، حديث: 525، 526، وسنن النسائي، حديث: 743. 29 المآئدة 91,90:5. 30 صحيح البخاري، حديث: 4617,2464. 31 صحيح مسلم، حديث: 2090. 32 المدثر 74:42-48. 33 التوبة 66,65:9. 34 الكهف 6:18. 35 صحيح البخاري، حديث: 4712. 36 الغاشية 4,3:88. 37 النور 63:24. 38 النساء 115:4.

سیرتِ طیبہ کے سدا بہار موضوع پر یہ اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے۔ کتاب کے فاضل مصنف ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن عریفی حفظہ اللہ نے اسے دلچسپ بنانے اور اس کے ذریعے سے پیامِ سیرت اجاگر کرنے کی شعوری کوشش کی ہے۔ ان کا مقصود یہ ہے کہ بالخصوص ہماری نوجوان نسل سیرتِ طیبہ کے مطالعے کی طرف راغب ہو اور غیروں کو آئیڈیل بنانے کے بجائے حسنِ کردار کے دلکش عملی نمونے کو اپنا آئیڈیل قرار دے۔ فاضل مصنف نے جہاں بڑی تفصیل سے اور بڑے موثر پیرائے میں واقعاتِ سیرت کا احاطہ کیا ہے وہیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جو اخلاص و محبت کا تعلق تھا، اسے بھی واقعات ہی کی روشنی میں واضح کیا ہے۔

لوازمے کی فراہمی و ترتیب اور پیش کش کے اعتبار سے امید کی جاتی ہے کہ یہ خوبصورت کتابِ سیرت بچوں اور نوجوانوں کے لیے تحریر کردہ کتبِ سیرت میں نمایاں مقام حاصل کرے گی۔

9786035001144

دارُالسّلام
DARUSSALAM
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور • کراچی
اسلام آباد • لندن • ہیوسٹن • نیو یارک